سلسلہ اشاعت بعنوان رد غیر مقلدیت (۱۹)

... کی اہم ترین کتاب ہدایہ پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کا بیش بہا مجموعہ

ہدایہ
علماء کی عدالت میں

... الحدیث
... حبیب اللہ ڈیروی

مکتبہ شیخ الاسلام
کوٹ ممبر ضلع ٹھٹھہ
۹۳۲۲۴۷۱۰۳۶

وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ

ہدایہ علماء کی عدالت میں

مؤلف

مناظر اسلام محقق اہلسنت فخر حنفیت
شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اما بعد

برادران اسلام! ہدایہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں سے شمار کیا جاتا ہے مگر اس کے خلاف غیر مقلدین حضرات ایک سخت قسم کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہمیشہ سے پھیلاتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے اصلاح الہدایہ کے نام سے ہدایہ کے خلاف کتاب لکھی ہے حقیقۃ الفقہ اور نتائج التقلید وغیرہ کتابوں میں ہدایہ پر اعتراضات کئے گئے ہیں جن کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں دیا جائے گا۔ حال ہی میں گوجرانوالہ سے ایک رسالہ "ہدایہ عوام کی عدالت میں" شائع کیا گیا ہے جس کے مصنف خواجہ قاسم صاحب ہیں جو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفی گوجرانوالہ کے شاگرد ہیں خواجہ صاحب اپنے اس مذکورہ رسالہ کے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں "مجھے اعتراف ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں میری تحقیق کو مطلق دخل نہیں بلکہ یہ سب کچھ ہدایہ کے بین السطور میں لکھا ہے۔ اس کے حاشیہ میں لکھا ہے حافظ ابن حجرؒ کی کتاب الدرایہ فی تخریج الہدایۃ میں لکھا ہے" خواجہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ اندھے مقلد ہیں اور اندھی تقلید میں سب کچھ لکھ مارا ہے (نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا) ... ولاحول ولاقوۃ الا باللہ)

سستی شہرت

خواجہ صاحب نے دراصل سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے یہ کام سرانجام دیا ہے مگر بجائے شہرت کے خواجہ صاحب کے لیے اور ان کی جماعت کے لیے یہ کام ذلت کا سبب بنا ہے خواجہ صاحب کی جہالت آشکارا ہو رہی ہے۔ دھوکہ و بددیانتی کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے اور خواجہ صاحب کا جھوٹ اور دجل و فریب عوام کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے۔ راقم الحروف نے اسی کتاب کے باب اول میں خواجہ صاحب کے کچھ جھوٹ ذکر کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔ اور کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں اسی سے خواجہ صاحب کی دیانت و علم کا بھی پتہ چل جائے گا

خواجہ صاحب کا کرتب نمبرا

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ان (محمد بن اسحٰق) پر تدلیس کا الزام آتا ہے ورنہ ویسے وہ ثقہ امام ہیں (رکعتیں طلاقیں ص۲۳) لیکن خواجہ صاحب تعویذ کے مسئلہ میں ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے عمرو بن شعیب پر جرح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "عمرو بن شعیب سے روایت کرنے والے محمد بن اسحٰق کے متعلق حنفیہ کی جرح مشہور ہے کم از کم وہ اس سے استدلال نہیں کر سکتے الخ (تعویذ اور دم ص۱۸) حیرانگی اور تعجب کی بات ہے کہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں عمرو بن شعیب اور محمد بن اسحٰق ثقہ ہو جاتے ہیں ان کی حدیث صحیح شمار کی جاتی ہے مگر تعویذ اور دم کے مسئلہ میں ان کی روایت قابل عمل نہیں اس لئے کہ خواجہ صاحب تعویذ کی دوکان نہیں چلا سکے ؎

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر

کرتب نمبر۲

خواجہ صاحب فرماتے ہیں: ترمذی میں جو روایت آتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی زینبؓ ابوالعاص بن ربیع کو چھ سال بعد اسلام لانے کے باوجود بلا تجدید نکاح لوٹا دی تھی (باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یُسْلِمُ احدھما) اسی سند (محمد بن اسحٰق کے طریق) سے مروی ہے اس سند کو امہ نے صحیح کہا ہے امام ترمذیؒ نے کہا ہے لیس باسنادہٖ بأس ابن کثیرؒ نے ارشاد میں کہا ہے ھو حدیث جید قوی (ثمن ملاقیں صفحہ ۶)

الجواب

امام ترمذیؒ کی عبارت نقل کرکے ہیں خواجہ صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے امام ترمذیؒ کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

ھذا حدیث لیس باسنادہٖ	اس حدیث کی سند میں حرج
بأسٌ ولکن لا نعرف	نہیں لیکن اس حدیث کی وجہ
وجہ الحدیث ولعلّہٗ	(یعنی صحت) ہمیں معلوم نہیں ہو
قد جاء ھذا من قبل داؤد	سکی شاید اس میں خرابی داؤد
بن الحُصین من قبل حفظہٖ	بن الحصین کے حافظہ کی وجہ
(ترمذی صفحہ ۲۴)	سے ہے۔

نیز خواجہ صاحب نے جو حافظ ابن کثیرؒ سے ھُوَ حَدِیْثٌ جَیِّدٌ قَوِیٌّ کے الفاظ نقل کئے ہیں یہ بھی جھوٹ نظر آتے ہیں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر صفحہ ۲۵ ج ۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہے خواجہ صاحب کی دیانتداری۔

ے ہمیشہ بے لبسی میں کچھ سہارے یاد آتے ہیں
سفینہ ہو بھنور میں تو کنارے یاد آتے ہیں

کرتب نمبر ۳

خواجہ صاحب ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس سے یہ وہم ہوتا ہے نامعلوم وہ مجہول راوی کیسا ہوگا لیکن تابعین ایسے لوگ نہیں تھے جن کے متعلق بدگمانی کی جا سکے" (زتین طلاقیں ص ۳۱)

لیکن خواجہ صاحب آگے چل کر ایک روایت کا جواب یوں عنایت کرتے ہیں "دوسری سند میں نافع بن عجیر راوی مجہول ہے" (تین طلاقیں ص ۳۲) حالانکہ یہ نافع بھی تابعی ہے مگر خواجہ صاحب کے چونکہ روایت خلاف ہے اس لئے بدگمانی جائز ہے ؎

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے
اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

کرتب نمبر ۴

خواجہ صاحب فرماتے ہیں "حضرت عائشہؓ کو معراج کے جسمانی ہونے سے انکار تھا تو اس کا کیا کیجیے گا" (تعویذ اور دم ص ۱۳)

یہ خواجہ صاحب کا ام المؤمنین پر افتراء ہے یہ محمد بن اسحٰق شیعہ کی جھوٹی و مجہول روایت ہے جو قابل التفات نہیں ؎

نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے

کرتب نمبر ۵

خواجہ صاحب لکھتے ہیں "عثمانی صاحب کے نزدیک مسند احمد کی یہ روایت بھی قابل اعتراض ہے ما عن ؟ هٰذَا يُشْبِهُ عَلَى الْاَمْرِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذُرِّيَّتَهُ حَتّٰى اَرَادَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (ج ۲ ص ۵۴۲ ترجمہ خالص ... ص ۱۹)

(جو بھی مجھے سلام کہے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دے گا تاکہ میں اُسے سلام کا جواب دوں) یہ روایت ابو داؤدؒ اور بیہقیؒ میں ہے اور بے شک ضعیف ہے تاہم اس سے توحید کو کوئی گزند نہیں پہنچتا (کراچی کا عثمانی مذہب ص۲۷)

الجواب

خواجہ صاحب نے جو اس حدیث کو بے شک ضعیف ہے کہا ہے یہ جھوٹ ہے بہت سے محدثین کرامؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں باسناد صحیح (ریاض الصالحین ص۵۵۵) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں وھو حدیث جید" (فتاویٰ کبیری ص۳۶۱ ج۲) وھذا الحدیث علی شرط مسلم (اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ص۳۲۴) علامہ ابن عبد الہادیؒ فرماتے ہیں باسناد جید (الصارم المنکی ص۱۵۲ طبع مصر) علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ بہت سے ائمہ حدیث نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے وھو اعتماد صحیح" (القول البدیع ص۱۲۶) اور یہ اعتماد صحیح ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں صححہ النووی فی الاذکار (تفسیر ابن کثیر ص۵۱۶ ج۳) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: رواتہ ثقات (فتح الباری پ۶ ص۴۹) علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں وھو صحیح" (المقاصد الحسنہ ص۳۱۸) نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں۔ اسنادہ حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ (نزل الابرار ص۲۹۵) علامہ البانی غیر مقلد سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص۴۷ ج۱ میں باسناد حسن لکھتے ہیں اور ص۲۲ میں اس کو صحیح شمار کرتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے تحسین و تصحیح کی ہے خواجہ صاحب کے استاذ محترم لکھتے ہیں حدیث ملا صحیح ہے اس میں سلام کے وقت رد روح کا ذکر ہے (تحریک آزادی فکر ص۱۳۱) مزید اس کے لیے تسکین الصدور طبع دوم ص۲۹۰ تا ص۲۹۰ ملاحظہ کریں لہٰذا خواجہ صاحب کا بے شک ضعیف

ہے کتنا زبردست جہالت ہے یا عمدًا جھوٹ ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) ۔

تو ہی جو نا شناس ادا ہو تو کیا علاج | ان کی نوازشوں میں تو کوئی کمی نہیں

کرتب نمبر ۶

خواجہ صاحب اپنے نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (جو ان کے استاد کے ہاں ان کے مذہب کا مجدد بھی ہے دیکھئے حاشیہ مشکوٰۃ مترجم ص۱۰ از مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحب) پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں شرک کا حامی گردانتے ہوئے ان کی کتاب التعویذات پر رد کرتے ہوئے نواب صاحب سے نقل کرتے ہیں "شرجی کے حوالہ سے لکھا ہے ایک بار پاؤں ابن عباسؓ کا سُن ہو گیا کہا یا محمد فی الفور کھل گیا۔ ایضاً ص۴۲" بر حوالہ بے ثبوت ہے (تعویذ اور دم ص۱۰) ابن السنی کے حوالہ سے نواب صاحب نزل الابرار ص۲۷۳ میں ذکر کرتے ہیں کہ کسی شخص کا جو ابن عباسؓ کے پاس موجود تھا پاؤں سُن ہو گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے اس کو کہا کہ لوگوں میں سے جو تیری طرف زیادہ محبوب ہے اس کو یاد کر تو اس شخص نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کا پاؤں درست ہو گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ صاحب واقعہ نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے اور یا محمد بحرف ندا بھی مذکور نہیں ہر اس واقعہ کو اس طرح علامہ مناویؒ نے فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۳۹۹/۱ میں نقل کیا ہے خود نواب صاحب نے کتاب التعویذات ص۴۷ میں اس کی یوں وضاحت کی ہے لیکن اس ندا سے کیفیت صدر بہتر ہے کیونکہ مجاہد نے اس کو بلا ندا روایت کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کی اس روایت کا بالکل انکار کرنا خواجہ صاحب کی نری جہالت اور خبط الحواسی ہے۔ خواجہ صاحب نے کتاب التعویذات ص۴۲ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ص۴۲ جہاد میں ابن عمرؓ

کی روایت الادب المفرد سے نقل کر کے ابن عمرؓ کے بجائے ترجمہ میں ابن عباسؓ کا ذکر کر دیا ہے پس ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرتب نمبر ۲

خواجہ صاحب نے حدیث " اللہ تعالیٰ نے مٹی پر نبیوں کا جسم کھانا حرام کر دیا ہے " کے متعلق لکھا ہے بلا شبہ یہ حدیث ضعیف ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص۱۰۴)

الجواب

اس حدیث پر گرچہ بعض حضرات نے جرح کی ہے مگر وہ صحیح نہیں جمہور محدثین کرامؒ کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے بلاشک وشبہ ضعیف کہنا محض عجز ہے اس حدیث کو مختلف محدثین کرامؒ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۱۶ ج۲ ابوداؤد ص۱۵۰ ج۱ دارمی ص۳۰۷ ج۱ نسائی ص۱۵۰ ج۱ ابن ماجہ ص۱۱۷ مستدرک ص۲۷۸ ج۱ و ص۵۶۰ ج۴ موارد الظمآن ص۱۴۶ سنن کبریٰ بیہقی ص۲۴۹ ج۳ دلائل النبوۃ ص۲۱۶ لابی نعیم مسند احمد ص۸ ج۴ مشکوۃ ص۱۲۰ صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان طبرانی۔ دارقطنی ابن ابی عاصم وغیرہ کتب کے اندر یہ حدیث موجود ہے امام حاکمؒ وذھبیؒ ایک مقام پر علی شرط البخاری اور دوسرے مقام پر علی شرط الشیخین صحیح کہتے ہیں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني والنووي في الاذكار (تفسیر ابن کثیر ص۵۱۲ ج۳) اور امام نوویؒ ریاض الصالحین میں فرماتے ہیں باسناد صحیح علامہ سخاویؒ نے مختلف محدثین کرامؒ سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حافظ عبدالغنیؒ نے اس حدیث کو حسن

صحیح کہا ہے اور منذری[8] نے حسن اور ابن دحیہ نے صحیح محفوظ کہا ہے (القول البدیع صفحہ ۱۰۱) خطیب[9] بھی اس کی صحت کی طرف مائل ہیں (القول البدیع صفحہ ۱۰۱) علامہ[10] ابن قیم فرماتے ہیں جو شخص اس حدیث کی سند میں غور و فکر کرے گا تو اس کو اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور مشہور ہیں اور ائمہ محدثین نے اس حدیث کو قبول کیا ہے (جلاء الافہام صفحہ ۲۶) علامہ[11] ابن عبدالہادیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

لان رواته کلهم مشهورون بالصدق والامانة والثقة والعدالة ولذالك صححه جماعة من الحفاظ کابی حاتم بن حبان والحافظ عبدالغنی المقدسی وابن دحیة وغیرهم

(الصارم المنکی صفحہ ۲۰۶ طبع لاہور) کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی سچائی امانت ثقاہت عدالت کے ساتھ مشہور ہیں اس لئے محدثین کرام کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے مثل ابن حبانؒ و حافظ عبدالغنی المقدسیؒ و ابن دحیہؒ وغیرہم۔ امام[12] ابن تیمیہؒ اس حدیث کو الحدیث المشہور لکھتے ہیں (قاعدہ جلیلہ صفحہ ۷۳) علامہ[13] عینیؒ بھی اس کو صحیح کہتے ہیں (عینی شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۷۹) حافظ[14] ابن حجرؒ بھی صحیح کہتے ہیں (فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۵۰) علامہ[15] سیوطیؒ لکھتے ہیں حسنٌ (الجامع الصغیر صفحہ ۹۸)۔ علامہ[16] عزیزیؒ لکھتے ہیں قال الشیخ وهو حدیث صحیح (السراج المنیر جلد ۱ صفحہ ۲) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں در حدیث صحیح آمدہ است (مدارج النبوہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۰) علامہ[17] البانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ وهو حدیث صحیح (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة جلد ۱ صفحہ ۳۶۶) نواب[18] صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں اس حدیث کو ابو داؤدؒ و نسائیؒ و ابن ماجہ نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے بہ اذکار نوویؒ

کے الفاظ ہیں نیز اسی حدیث کو ابن حبان اور امام احمدؒ وحاکمؒ نے نقل کیا ہے اور حاکمؒ وابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (دیکھئے نزل الابرار ص۱۳۹ ملخصاً) یہ ہے خواجہ صاحب کا احادیث نبویہ سے انکار اور دعویٰ اہلحدیث ہونے کا۔

بنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

کرتب نمبر ۸

سماع موتی کا عقیدہ غلط ہے بے بنیاد ہے عقل ونقل کے خلاف ہے تجربے اور مشاہدہ کے منافی ہے مگر شرک نہیں ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص۳۲)

الجواب

خواجہ صاحب عجیب مخبوط الحواس آدمی ہیں کبھی تو سماع موتی کو بے بنیاد اور عقل ونقل کے خلاف کہتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں عثمانیوں کے نزدیک جو محدثینؒ اپنی کتابوں میں ایسی حدیثیں لائے ہیں جن سے سماع موتی ثابت ہوتا ہے وہ سب مشرک ہیں یا ائمہ کرام اس کے قائل رہے ہیں وہ سب مشرک ہیں ان کے نزدیک میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ نواب صدیق الحسنؒ علامہ وحید الزمانؒ سید بدیع الدین تدظلہ بھی مشرک ہیں ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ میت سلام سن کر جواب دیتی ہے ان کے نزدیک سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ بھی مشرک ہیں اس لیے کہ انہوں نے عقیدہ حیات النبیؐ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا ہے۔ (رسائل مسائل ج ۳ ص۳۰ ۔ وفات النبی عثمانی ص۱۲) کراچی کا عثمانی مذہب ص۳۲۔

نیز خواجہ صاحب لکھتے ہیں "اس باب میں وارد ہونے والی کچھ صحیح اور کچھ ضعیف احادیث کو ظاہر پر محمول کر کے متعدد اہل حدیث علمائے اسلام کی حاشیہ برزخی زندگی کے بارے میں اقوال بیان کئے ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ انہوں

نے اہل قبور سے کبھی مانگا کچھ نہیں (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۴)

نیز خواجہ صاحب لکھتے ہیں،

سماع موتی کے متعلق حدیثیں بیان کرنے والے محدثین بھی مشرک اور ان بزرگوں کے بارے میں حسن عقیدت رکھنے والے ہم جیسے نیازمند بھی مشرک۔ توحید ایک مذاق بن گئی (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۵)

خواجہ صاحب میں اگر کچھ شعور ہوتا تو سماع موتی کے مسئلہ کو غلط و بے بنیاد نہ کہتا کیونکہ جب بقول خواجہ صاحب کچھ صحیح اور کچھ ضعیف حدیثیں سماع موتی کی تائید کر رہی ہیں اور محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں ایسی حدیثوں کو روایت کیا ہے تو سماع موتی کی بنیاد یہ حدیثیں ہوئیں اور یہ مسئلہ نقل کے مطابق ہوا کیا جو شکوہ خواجہ صاحب نے عثمانی صاحب سے کیا ہے وہ ہم خواجہ صاحب سے کرنے کے مجاز ہو سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب یوں لکھتے ہیں اس فتویٰ بازی اور اہل حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف منافرت پھیلانے کی مہم کا یہ اثر ہے کہ عثمانیوں کی اگلی منزل پرویزیت ہوتی ہے یہ لوگ آخر کار تمام ذخیرہ احادیث ہی سے باغی اور متنفر ہو کر منکرین حدیث کے گروہ میں پناہ لیتے ہیں الخ (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۱۱۰) ؎

تنہا ہی سے طے تو ہوئیں غم کی منزلیں — تم بھی تو دم قدم پہ شریک سفر رہے

کرتب نمبر ۹

خواجہ صاحب کے لطائف بہت ہیں اگر ان سب کو بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی خواجہ صاحب کراچی کا عثمانی مذہب ص ۵۷ سے ایک حوالہ یوں ذکر کرتے ہیں (مسلم مع شرح بزدوی ج ۱ ص ۳۰۷) حالانکہ بزدوی مسلم کی شرح کسی نے آج تک نہیں دیکھی ہو گی اور نہ سنی ہو گی اور خواجہ صاحب کراچی کا عثمانی مذہب ص ۱۱۰ میں لکھتے ہیں مگر ابوذرؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے مجھے اذان سکھلائی ہیں (لفظ اذان کی ملائی ان قال (نسائی)، حالانکہ نسائی ص ۶۴ میں یہ واقعہ حضرت ابوذرؓ کا نہیں

بلکہ یہ واقعہ حضرت ابو محذورہؓ کا ہے جس شخص کی اپنی علمی حالت یہ ہو اور وہ صاحب ہدایہ پر اعتراض کرے نہایت افسوس ہے ؎

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کریگی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنائے گا ناپائیدار ہوگا

کرتب نمبر ۱

خواجہ صاحب لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے اکثر اقوال خلاف شرع ہیں تبھی صاحبینؒ نے تین چوتھائی مسائل میں ان سے اختلاف کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے (درمختار ج ۱) کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۱

الجواب

امام اعظمؒ کے اکثر اقوال کو خلاف شرع کہنا دنیا کا بدترین جھوٹ ہے جسے خواجہ صاحب جیسے شخص ہی بول سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ امام اعظمؒ کا کوئی قول بھی خلاف شرع نہیں۔ دوسرا بدترین جھوٹ خواجہ صاحب نے درمختار جلد اول کے حوالہ سے یہ بولا ہے۔ تبھی صاحبینؒ نے تین چوتھائی مسائل میں ان سے اختلاف کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ حالانکہ درمختار میں یہ حوالہ قطعاً موجود نہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ جھوٹ ہدیہ عوام کی عدالت میں کے ص۲ پر یوں بولا ہے "یہ الگ بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے تین تہائی سے زیادہ مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے درمختار ج ۱ ص۴۲" حالانکہ درمختار میں اس حوالہ کا نام و نشان تک نہیں ملتا ہے۔ خواجہ صاحب بار بار بیان کر رہے ہیں ؎

مجھے تو ڈھونڈنے پر بھی نشان اس کا نہیں ملتا
ذرا آنکھیں ملا کر تم ہی بتاؤ کہاں ہے دل

کرتب نمبر ۱

خواجہ صاحب حضرت عثمانؓ کے خطبہ میں بند ہو جانے والے واقعہ کو بے اصل قرار دیتے ہوئے محشی کی عربی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذه القصة لم نعرف فی کتب الحدیث بل فی کتب الفقه ۔

یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتا صرف فقہ کی کتابوں کو اس کا شرف حاصل ہے (حدایہ عوام کی عدالت میں ص۲۱)

الجواب

یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے حافظ ابن حجرؒ علامہ عینی وغیرہما اس کو محدث ثابت بن قاسم کی کتاب کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں اخرجه ابن سعد (تاریخ الخلفاء ص۱۲۴) اس واقعہ کو محدث ابن سعدؒ نے سند سے بیان کیا ہے۔ اس کی مزید بحث انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے حصہ دوم میں کی جائے گی۔ محشی کی عبارت کا ترجمہ خواجہ صاحب نے غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یوں ہے۔ یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں معلوم نہیں ہو سکا بلکہ فقہ کی کتابوں میں بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ صحیح ترجمہ تو اس طرح تھا مگر خواجہ قاسم صاحب کی جہالت کا اندازہ کیجئے کہ وہ کیا گل کھلا رہے ہیں کیوں گل نہ کھلائیں آخر مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحب کے شاگرد جو ہوئے۔

تیری مجلس میں اور ہی گل کھلیں گے
اگر رنگ یارانِ مجلس یہی ہے

بہرحال خواجہ صاحب محشی وغیرہ کی اندھی تقلید کر کے صاحب ہدایہ ... فقیہ ہستی محدث اعظم حافظ الدنیا پر خواہ مخواہ اعتراض کر کے اپنی ذلت ... کا ... دنیا میں مہیا کر رہے ہیں۔

؎ انہیں ذلتوں کا نہیں کوئی کھٹکا
جہاں عزتیں تھیں وہاں خواریاں ہیں!

کرتب نمبر ۱۲

خواجہ صاحب لکھتے ہیں (ہدایہ صفحہ ۵۴۲) عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قسم للفارس والراجل سہماً۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار اور پیدل ہر دو کے لیے ایک ایک حصہ مقرر فرمایا (ہدایہ عوام کی عدالت میں صفحہ ۵۹)

الجواب

صاحب ہدایہ کے ذمہ خواجہ صاحب نے ایک بدترین جھوٹ کی نسبت کی ہے حالانکہ صاحب ہدایہ نے حدیث اس طرح بیان نہیں کی ملاحظہ ہو۔ وقد روی عن ابن عمران النبی علیہ السلام قسم للفارس سہمین وللراجل سہماً۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے لیے دو حصے مقرر کیے ہیں اور پیدل کے لیے ایک خواجہ صاحب نے خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ وعبارت درمیان سے اڑا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے آخر مولانا سلفی کے تلمیذ رشید جو ہوئے ؎

ستم گر تجھ سے امید کرم ہو گی جنہیں ہو گی
ہمیں تو دیکھنا ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

اس حدیث کی تشریح مکمل طور پر حصہ دوم میں ان شاء اللہ تعالیٰ کر دی جائے گی۔ خواجہ صاحب کی اور بھی بہت سی باتیں قابل گرفت ہیں جن کا ذکر اس حصہ میں بھی موجود ہے اور آگے دوسرے حصوں میں بھی آئے گا۔

مولانا محمد اسمٰعیل سلفی گوجرانوالہ

مولانا سلفی خواجہ صاحب کے استاد محترم ہیں خواجہ صاحب نے ان سے تعلیم حاصل کی ہے اس لئے مولانا سلفی کے کچھ کمالات بھی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین محظوظ ہو سکیں۔

کمال نمبر ۱

مولانا سلفی لکھتے ہیں سنن ابو داؤد میں ابو مرثد غنوی سے مروی ہے کہ اسلام سے پیشتر ان کا تعلق ایک بدکار عورت سے تھا جس کا نام عناق تھا۔ (نمازی سلفیہ ص ۳۰)

الجواب

مولانا سلفی صاحب نے کمال کر دیا کیا اتنی بڑی مشہور کتاب سنن ابو داؤد بھی اطمینان سے وہ نہیں دیکھ سکے کہ اتنی بڑی زبردست غلطی کا شکار ہو گئے ہیں کہ واقعہ مرثد بن ابی مرثد کا ہے یعنی واقعہ بیٹے کا ہے اور ذمہ باپ کے لگا دیا گیا ہے۔ دیکھئے ابو داؤد ص ۲۸۰ ج ۱ و ترمذی ص ۱۵۱ ج ۲ سورۃ النور)

نامہ ہے دلبر کا ذرا بچ کے کھولنا
آتش بھری ہے اس میں کہیں ہاتھ جل نہ جائیں

کمال نمبر ۲

مولانا سلفی لکھتے ہیں "سماک بن حرب نے سمرہ بن جندبؓ سے دریافت فرمایا کیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (رفاص) مجلس میں بیٹھا کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں (الی) صحیح مسلم ص ۲۳۵ ج ۱ (نمازی سلفیہ ص ۴۲)

الجواب

صحیح مسلم ص ۲۳۵ ج ۱ میں ہے سماک بن حرب قال قلت لجابر بن

سمرۃ الخ سماک بن حرب فرماتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت کیا۔ یعنی صحابی جابرؓ بن سمرہ کا ذکر ہے لیکن تعجب ہے کہ مولانا سلفی صاحب نے اس کو سمرہ بن جندب بنا دیا ہے ؎

قیامت خیز افسانہ ہے پُر دردِ غم میرا
نہ کھلواؤ زباں میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

کمال نمبر ۲

مولانا موصوف لکھتے ہیں اور پھر پاؤں چومنے کے یہ دو واقعے صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے باقی صحابہؓ نے آپس میں کبھی ایسا نہیں کیا میری نظر میں تو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی صحابی نے دوسرے کے پاؤں چومے ہوں (رفعا دین سلفیہ ص۲۶):

الجواب

مولانا موصوف کی نظر میں کوئی خرابی ضرور تھی جس کی بناء پر نہ دیکھ پائے حالانکہ امام بخاریؒ کی مشہور کتاب ادب المفرد ص۱۴۵ حدیث ۹۷۶ میں ہے کہ حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں:

رأیتُ علیاً یُقَبِّلُ	میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ
یَدَ العباسِ و رِجلیہِ۔	حضرت عباسؓ کے ہاتھ اور پاؤں چوم رہے تھے

مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے تحفۃ الاحوذی ص۳۰ میں بھی اس حوالہ کا ذکر کیا ہے۔ نہ خود مولانا سلفی صاحب نے بھی پاؤں چومنے کی بحث میں تحفۃ الاحوذی ص۲۹ ج۴ کا حوالہ ایک مرفوع روایت کے سلسلہ میں نقل کیا ہے خدا معلوم ان کی نظر اس موقوف روایت سے کیوں چوک گئی ہے کہ

وہ بھی اسی سفر میں موجود تھی ؎

حسرت پہ اُس مسافر بیکس کی رو ییے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

کمال نمبر۴

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

لَاجُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ	کہ بڑے شہر کے بغیر جمعہ کی نماز
اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ	اور عید کی نماز واجب نہیں ہوتی

اس کے بارے میں مولانا سلفی صاحب لکھتے ہیں "ہم نے اثر علیؓ کے متعلق گذارشات کو طول نہیں دیا امام احمد اسے ضعیف فرمائیں اور ابن حزم اسے صحیح فرمائیں (فتاوی سلفیہ ص۹۷)

الجواب

مولانا موصوف کا یہ حوالہ فتاوی علمائے حدیث ص۲۲/۲ میں بھی مذکور ہے لیکن مجھے پڑھ کر نہایت تعجب ہوا کہ مولانا موصوف جاننے کے باوجود حق بات کا اقرار نہیں کرتے جب کہ علامہ البانی غیر مقلد نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص۲۱/۲ میں امام احمدؒ کا قول نقل کرکے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا،

فاسنادہ صحیح موقوفاً	پس حضرت علیؓ کے اثر کی سند
وصححہ ابن حزم فی	صحیح ہے اور ابن حزم نے معلی میں
المعلی (۵۲/۵)	اس کو صحیح کہا ہے۔

علامہ زیلعیؒ سے مولانا سلفی خود نقل کرتے ہیں، حضرت علیؓ سے موقوفاً یہ اثر ثابت ہے (فتاوی سلفیہ ص۱۰ فتاوی

علمائے حدیث ص۲۴۳ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اسنادہ صحیح (الدرایہ ص۲۴۱) کہ اس کی سند صحیح ہے علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں فعلہ عامر عن علی رضی اللہ عنہ (المحلی ص۱۲۵ ج۵ بحوالہ حاشیہ نصب الرایہ ص۲۱۱ ج۲) پس حضرت علیؓ سے یہ روایت صحیح ثابت ہو چکی ہے۔ باقی اس روایت کے مرفوع ہونے کا ثبوت راقم الحروف حصہ دوم میں ذکر کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

کمال نمبر ۵

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے عن عقبۃ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات (ص۵۸۵ ج۲) عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر س۸ھ میں نماز پڑھی ایسا سماں تھا جیسے حضرت زندوں اور مردوں کو وداع فرما رہے ہوں۔ یہ حدیث بخاری میں تین جگہ مرقوم ہے کتاب الجنائز میں ایک دفعہ اور کتاب المغازی میں دو دفعہ۔ الفاظ میں بھی معمولی سا اختلاف ہے۔ اس حدیث سے چند امور ظاہر ہیں۔ حضور یہ زیارت ہر سال نہیں فرماتے تھے بلکہ یہ واقعہ صرف س۸ھ میں ہوا (تحریک آزادی فکر ص۲۴۶) اور ص۲۴۷ میں لکھتے ہیں۔ قرین قیاس یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے س۸ھ میں وداعی دعا فرمائی۔

الجواب

راقم الحروف: ابتدائی دور میں مولانا موصوف کے بارے میں پختہ عالم ہونے کا حسن ظن رکھتا تھا لیکن ان کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس شعر کا مصداق پایا

سہ میں شیخ کی سنتا تھا مریدوں سے بزرگی
جا کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

صحیح بخاری کی حدیث کے ترجمہ کرنے میں مولانا موصوف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے صحیح ترجمہ یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر آٹھ سال کے بعد نماز پڑھی جیسا کہ بخاری علامہ کے حدیث ۱۵۵ میں ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ برس کے بعد پڑھا تھا (ابو سعید محمد شرف الدین) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد تفسیر ثنائی ص ۷۸۹ مطبوعہ ثنائی اکادمی لاہور میں لکھتے ہیں دوسری مشہور جنگ آنحضرت سے شوال سنہ ۳ھ میں جس کا نام جنگ احد ہے۔ قارئین کرام جب جنگ احد تین ہجری میں ہوئی اور شہداء احد اسی سال میں دفن ہو گئے اور پھر آٹھ سال کے بعد ان پر نماز پڑھی گئی تو نماز وہی ہے کہ سنہ ۱۱ھ کی ابتداء میں پڑھی گئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی کے آخری ایام ہیں لیکن مولانا موصوف بار بار سنہ ۸ھ لکھ رہے ہیں خدا معلوم ان کو کیا ہو گیا؟ خلاصہ

لطف پر لطف ہے کہ ادائیں میرے یار کے یار
جائے تخلی سے گدرج لکھتا ہے ہائے ہتوز سے بہار

— کمال نمبر ۷ —

مولانا موصوف لکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں کم و بیش بیاسی جنگیں لڑنا پڑیں (حدیث کی تشریعی اہمیت ص ۶۰ المکتبۃ السلفیہ لاہور)

— الجواب —

راقم الحروف نے آج تک نہ سنا ہے نہ پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاسی جنگیں لڑی ہیں۔

نہ ملا بر تیرے ناقہ کا ہستہ اور لیلیٰ
چھان ڈالے تیرے مجنوں نے بیابان کتنے

کمال نمبر ۲

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

فشرع لهم جمع التقديم	شارع حکیم علیہ السلام نے جمع
والتاخير لكنه لم يواظب	تقدیم اور تاخیر دونوں کی اجازت
عليه ولم يعزم عليه	دے دی لیکن نہ اس پر ہمیشگی کا
مثل ما فعل في القصر	حکم دیا نہ اس پر تاکید فرمائی
(حجة الله ص۲/۲۲)	جیسے نماز قصر کے لیے تاکید
(تحریک آزادی فکر ص۱۱۲)	نہیں فرمائی۔

الجواب

راقم الحروف حیران ہے کہ مولانا موصوف ٹھوکریں در ٹھوکریں کیوں کھا رہے ہیں سے

ٹھوکریں مت کھاتے چلیے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

مولانا سلفی صاحب نے خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ صحیح نہیں کیا بلکہ برعکس کر دیا ہے صحیح ترجمہ آخری جملہ کا یوں ہے۔ "جیسے نماز قصر کے لیے تاکید فرمائی" اور اسی باب میں پہلے یہ بات صراحۃً مذکور ہو چکی ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

ولذالك ايضاً واظب	اور اسی لیے بھی رسول اللہ
رسول الله صلى الله	صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز

علیہ وسلم علی القصر ذان جوز الاتمام فی الجملۃ فھو سنۃ مؤکدۃ۔
(حجۃ: مقدمہ ص ۲۲ ج ۲ المکتبۃ السلفیۃ لاہور)

پر مواظبت فرمائی ہے اگرچہ فی الجملہ اتمام نماز کی بھی اجازت دی ہے پس قصر صلوٰۃ سنت مؤکدہ ہے۔

اس عبارت کی موجودگی میں مولانا موصوف کے ترجمہ کے غلط ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ شاید مولانا موصوف نے مثل ما فعل فی القصر والی عبارت میں ما نافیہ بنایا ہے حالانکہ یہ مَا موصولہ ہے حجۃ اللہ کے کئی تراجم شائع ہو چکے ہیں ان سب میں ہماری تائید موجود ہے مولانا ابوالاسلار محمد اسمٰعیل گودھروی اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات کی متقدم اور متاخر نمازوں کو جمع کرنا مشروع فرما دیا لیکن پھر بھی اس پر آپ نے مواظبت نہیں کی نہ مواظبت کرنے کا حکم دیا اور نہ اس کی تاکید فرمائی جس طرح کہ آپ نے قصر نماز کی مواظبت فرمائی اور اس کی تاکید کی۔ (حجۃ اللہ مترجم ص ۲۸ ج ۲ شیخ غلام علی لاہور)
مولانا عبدالحق حقانی فرماتے ہیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا مشروع کر دیا لیکن اس پر آپ نے مداومت نہیں کی اور نہ اس پر ایسا حکم فرمایا جیسا آپ نے قصر نماز میں کیا۔ ہے (حجۃ اللہ مترجم ص ۸۴ ج ۲ نور محمد اصح المطابع کراچی)
نیز دیکھئے حجۃ اللہ مترجم ص ۲۱۳ ج ۲ از مولانا عبدالرحیم مرحوم سابق پروفیسر عربی و پشتو و ناظم مکتبہ علوم شرقیہ اسلامیہ کالج پشاور، ناشر قومی کتب خانہ لاہور)
یہ ہے مولانا سلفی کی علمی حالت ؎

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

کمال نمبر ۸

مولانا موصوف لکھتے ہیں لیکن حضرت امام (ابو حنیفہؒ) کے جیل میں انتقال کی خبر چنداں موثق معلوم نہیں ہوتی (الی ان قال) ان حالات میں حضرت امام کی موت کا مسئلہ بصورت قید غور طلب ہے (فتاوٰی سلفیہ صفحہ ۱۴۲)

الجواب

حضرت امام اعظم شہیدؒ کی شہادت کے واقعہ جیل میں ہونے پر متواتر روایتیں موجود ہیں اس واقعہ کا انکار کرنا دراصل امام اعظمؒ کے مجاہدانہ کارنامے اور شہادت کا انکار کرکے اپنے پوشیدہ بغض وحسد کا اظہار کرنا ہے امام اعظمؒ کے مشہور مخالف علامہ خطیب بغدادیؒ رقمطراز ہیں۔ والصحیح انہ توفی وھو فی السجن (تاریخ بغداد ص ۳۲۹ ج ۱۳) اور صحیح روایت یہی ہے کہ امام اعظمؒ کی وفات جیل میں ہی ہوئی ہے۔ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد تحریر فرماتے ہیں منصور کو جب سنہ ۱۵۰ھ تک کی مسلسل کوشش سے ناکامی اور ناامیدی ہو چکی تو اس نے اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے بے خبری میں زہر دلوا دیا چنانچہ امام صاحبؒ کے شاگرد کا قول بلفظہ یہ ہے ثم .. قال فمات وذالک فی سنۃ خمسین و مائۃ ولہ سبعون سنۃ (تاریخ بغداد) منصور نے زہر دیدیا پس آپؒ سنہ ۱۵۰ھ میں شہید ہوئے اس وقت آپؒ کی عمر ستر سال کی تھی آپؒ کی پیدائش سنہ ۸۰ھ ہے۔

زہر کا اثر جب آپ کو معلوم ہوا اور شہادت یقینی ہو گئی تو دوگانہ شکر ادا کیا کہ مولیٰ کریم جیسے تو نے مجھے اپنے فضل سے راہ حق میں مشکلات ومصائب برداشت کرنے کی توفیق بخشی ہے ویسے ہی ان کو بھی قبول فرمائیے۔ رضی اللہ عنہ۔ غرضیکہ منصور کی قید سے

آپ اس وقت رہا ہوئے جب کہ روح جسم کی قید سے آزاد ہوئی

ـــ صداقت کے بیان کرنے سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر خود دار کا پر جھک نہیں سکتا

(حکومت اور علماء ربانی ص۲۹ ناشر مکتبہ نذیریہ لاہور) فلعنة امام اعظمؒ کی شان گھٹانے سے ہرگز گھٹ نہیں سکتی البتہ بغض و حسد رکھنے والا خود ہی رسوا و شرمندہ ہوگا۔

ـــ نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

[ــ کمال نمبر ۹]

مولانا موصوف لکھتے ہیں اس مسلک کے لیے "وھابیت" کا عنوان بڑا جھوٹ ہے وھابیوں کا مرکز نجد اور حجاز ہے لیکن وہ لوگ اکثر حنبلی ہیں خال خال ان میں سلفی بھی ہیں (الی ان قال) تعجب ہے آج کل کے بعض اکابر علماء دیوبند بھی اس لقب کا استعمال میں غلط بیانی سے نہیں ڈرتے۔ بریلوی انہیں وھابی کہتے ہیں وہ اس کا انتقام اہلحدیث سے لیتے ہیں۔ (تحریک آزادی فکر ص۱۱ تا ص۱۲) نیز مولانا موصوف وھابی کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں مدیر رضوان نے اس حمز لمز کے لیے وھابی کا لقب اہل حق کے لیے اختیار کیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس سب و شتم کا دھارا خود بخود ہی کسی اور طرف پھر گیا ہے اور اہل حق اس بیہودہ گوئی سے محفوظ ہو گئے (فتاوی سلفیہ ص۱۳۳ و تحریک آزادی فکر ص۲۲۲) - مولانا سلفی کی ان تحریروں سے ثابت ہوا کہ وہ وھابی کے لفظ کو اہلحدیث کے حق میں سب و شتم اور بیہودہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس ظالم نے ضد کے خوف سے بے نیاز ہو کر بھی لفظ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق استعمال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں مولانا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی سخت قسم کے وہابی تھے (فتاوی سلفیہ ص۱۳۶ و تحریک آزادی فکر ص۲۹۵) (انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہابی کہنے والے بہت بڑے بے وقوف ہیں

فتاوی علمائے حدیث ج۹ ص۱۲۹ میں ہے۔

سوال:- ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہابی کہتے ہیں کیا ایسا کہنا جائز ہے (مستری محمد یوسف گوجر دیک)

جواب

ایسے لوگ بہت ہی بے وقوف ہیں اگر وہابی کا معنی عبد الوہاب نجدی کے پیرو ہوں تو اس کا حضور کے زمانہ میں نام ونشان بھی نہ تھا اگر وہابی سے مقصد بے دین ہو تو کتنی بڑی جہالت ہے اور اگر وہابی کے معنی وہاب والا یا اللہ والا لیے جائیں تب بھی موزوں نہیں حضور کو بعض کفار لہابی کہا کرتے تھے جس سے ان کا مقصد لا مذہب ہوتا تھا مگر کیا کوئی مسلمان بھی ایسا کہہ سکتا ہے حضور کے زمانہ میں کوئی فرقہ نہیں تھا نہ پارٹی بازی اور گروہ بندی تھی سب مسلمان مومن کہلاتے تھے اور قرآن و حدیث کے سوا کچھ نہ مانتے تھے۔ (اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد ۸ شمارہ ۵)

شعر۔ جو انکار سے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

کمال نمبر ۱

مولانا موصوف لکھتے ہیں "جن نمازوں میں قراءت آواز سے کی جاتی ہے ان میں جب سورہ فاتحہ ختم کرے تو امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے امام مالکؒ امام احمدؒ امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ آمین آواز سے کہے امام ابوحنیفہؒ کا خیال ہے آمین آہستہ کہے امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے (رسول اکرم کی نماز ص۳۲)

الجواب

مولانا موصوف یا تو بے علمی کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں یا خدا کا خوف دل سے اٹھ چکا ہے جس کی وجہ سے غلط بیانی سے باز نہیں آتے حالانکہ امام مالکؒ صراحۃً فرماتے ہیں مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں اور امام بالکل آمین نہ کہے اور منفرد اگر آمین کہے تو کوئی حرج نہیں دیکھئے (مدونہ کبریٰ ص۷۱ ج۱ طبع مصر ۱۳۲۳ھ) راقم الحروف نے اس کی اصل عربی عبارت اظہار التحسین فی اخفاء التامین میں ذکر کر دی ہے۔ امام نوویؒ شرح مہذب ص۳۷۳ ج۳ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین پوشیدہ طور پر کہیں اور اسی طرح امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مقتدی آمین پوشیدہ طور پر کہیں اور ان سے امام اور منفرد کے بارے میں دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ پوشیدہ طور پر کہیں، اور دوسری یہ کہ بالکل نہ کہیں اس کی وضاحت کے لیے اظہار التحسین کا ص۴۲ ملاحظہ کریں امام شافعیؒ کا جدید اور آخری قول یہ ہے کہ مقتدی، آمین آہستہ کہیں جہر پسندیدہ نہیں دیکھیے کتاب الام ص۹۵ ج۱ و مختصر المزنی ص۱۴ ج۱ مزید وضاحت کے لیے اظہار التحسین ص۲۱ و ص۲۲ کا مطالعہ کریں علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد فرماتے ہیں۔

فانہ اقرب الی الصواب — پس زیادہ بہتر اس مسئلہ میں

فی هذه المسئلة ما ذهب — امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ
الیه الشافعی ان یجهر الامام — امام آمین جہر سے کہے لیکن مقتدی
ویسر المؤتمین واللّٰه اعلم — آمین آواز سے نہ کہیں واللہ اعلم

رسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۳۶۸ ج ۲)

پس مولانا سلفی نے غلط بیانی کر کے کوئی اچھا طریقہ اختیار نہیں کیا (خدا تعالیٰ ان کو معاف فرمائے)

ان کو سعیٔ بے کار کا مزہ آیا
کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

کمال نمبر ۱۱

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو تکبیر افتتاح کے سوا رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (ابن ابی شیبہ طحاوی) مولانا سلفی صاحب لکھتے ہیں عبداللہ بن عمر کے اثر کو حافظ عینی صحیح فرماتے ہیں مگر حافظ ابن حجرؒ نے اس کا ذکر کر کے بحوالہ خلافیات امام بیہقی فرمایا ہو مقلوب موضوع (اس کے الفاظ مقلوب ہیں اور یہ اثر موضوع ہے) تلخیص ص ۸۳ (رسول اکرم کی نماز ص ۹۱)

الجواب

مولانا سلفی صاحب بہت بڑے عجیب آدمی ہیں میری تہذیب و تقلید میرے لیے مانع ہے کہ میں ان کو کسی غلط لقب سے یاد کروں۔

میں اس سے اعراض کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے اثر کے متعلق اپنی کسی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں لکھے جو مولانا سلفی نے ان سے تلخیص ص ۸۳ کے حوالہ سے رقم فرمائے ہیں البتہ تلخیص الحبیر ص ۲۲۲ ج ۱ میں حافظ ابن حجرؒ نے ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت کے بارے

میں یہ الفاظ لکھے ہیں ملاحظہ ہو۔

وفی الباب عن	اور اس باب میں حضرت عبداللہ
ابن عمر کان	بن عمرؓ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم یرفع یدیہ	ابتدا نماز میں رفع یدین کرتے
اذا افتتح الصلوٰۃ ثم	تھے پھر نہ لوٹتے تھے بیہقیؒ نے
لا یعود رواہ البیہقی	اس کو خلافیات میں روایت
فی الخلافیات	کیا ہے اور یہ مقلوب و
وھو مقلوب۔	موضوع ہے۔

قارئین کرام آپ نے اچھی طرح اندازہ کر لیا ہوگا کہ بات چل رہی تھی حضرت ابن عمرؓ کے اثر (یعنی ان کے اپنے عمل) کی لیکن مولانا سلفی نے جو ان کی مرفوع روایت خلافیات بیہقی سے مروی تھی اور اس پر جرح تھی اس کو اثر پر فٹ کر دیا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) لیکن انہوں نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ آخر تعاقب کرنے والے بھی تو دنیا میں موجود ہوا کرتے ہیں

> وہ آگے آگے وصل کا اقرار ساتھ ساتھ
> میں پیچھے پیچھے سر پہ بھول بستر لئے ہوئے

خلافیات بیہقی کی یہ روایت اور اس پر بحث راقم الحروف نے نور الصباح ص۶۱ تا ص۶۳ میں کر دی ہے۔

کمال نمبر ۱۲

مولانا موصوف لکھتے ہیں "انہوں نے نسخ (رفع یدین) کے متعلق دو اثر ذکر فرمائے ہیں ایک حضرت علیؓ کا دوسرا عبداللہ بن عمرؓ کا (معانی الآثار ص۱۳۲

عینی ص۲؎ مرقاۃ ص۲۵۵ طبع جدید تیسرا فرمان حافظ بدر الدین عینی نے عبداللہ بن زبیرؓ سے بلا حوالہ ذکر فرمایا (رسول اکرم کی نماز ص۵۸) اس کے بعد مولانا موصوف نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اثر کا ذکر کیا جس کی عبارت بلفظہ کمال ص۱۱ کے تحت گذر چکی ہے پھر متصلاً اس کے بعد لکھتے ہیں " باقی آثار کو بھی موضوع فرمایا (رسول اکرم کی نماز ص۵۹)

الجواب

مولانا موصوف کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت علیؓ کے اثر کو بھی موضوع فرمایا حالانکہ یہ سخت قسم کی غلط بیانی ہے خود حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

واخرج الطحاوی من	اور امام طحاویؒ نے عاصم بن
طریق عاصم بن کلیب	کلیب عن ابیہ کے طریق سے
عن ابیہ ان علیاً کان	حضرت علیؓ سے روایت کی ہے
یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ	کہ حضرت علیؓ ابتداء میں رفع
من الصلوۃ ثم لا یعود	یدین کرتے تھے پھر نہ لوٹتے
ورجالہ ثقات۔	تھے اس اثر کے تمام راوی ثقہ
(الدرایہ ص۱۱۳)	و معتبر ہیں۔

قارئین کرام! اسے کہتے ہیں چوری اور پھر سینہ زوری۔ حافظ صاحبؒ تو اس کے تمام راوی ثقہ (معتبر) قرار دیتے ہیں مگر مولانا سلفی صاحب ان سے اس اثر کا موضوع ہونا نقل کرتے ہیں۔

ستم ظریف نہ سمجھو کر بے زباں ہیں ہم
یہ بات یوں کہ ہم کرتے نہیں گلہ تم سے

کمال نمبر ۱۳

مولانا موصوف نے عشرہ مبشرہؓ سے رفع یدین کرنے کا دعویٰ بھی بار بار دھرایا ہے۔ دیکھئے رسول اکرم کی نماز ص۵۲ و ص۵۶ و ص۵۷

الجواب

مولانا موصوف نے کسی کی اندھی تقلید کی ہے ورنہ اس بے بنیاد دعویٰ کی کچھ بھی حقیقت نہیں جیسا کہ راقم الحروف نے نور الصباح ص۲۵ و ص۲۴۲ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ غلط بیانی کر کے رُعب جمانا اچھا نہیں۔

چمن کے رنگ و بُو نے اس قدر دھوکہ دیا مجھ کو
کہ میں نے ذوقِ گل بوسی میں کانٹوں پہ زباں رکھ دی

کمال نمبر ۱۴

مولانا موصوف لکھتے ہیں "اس کے علاوہ رفع الیدین کی حدیث قریباً پچاس صحابہؓ سے مروی ہے" (رسول اکرم کی نماز ص۵۶)

الجواب

یہ دعویٰ بھی بے بنیاد اور اندھی تقلید کے باعث ہوا ہے۔

تسلی دے رہے ہیں دل کے بہلانے کی باتیں ہیں
نگاہیں صاف کہتی ہیں مگر جانے کی باتیں ہیں

کمال نمبر ۱۵

تکبیراتِ عیدین کے بارے میں مولانا موصوف لکھتے ہیں "دوسرا طریق عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت پانچ تکبیرات کہے پھر قرأت کے بعد رکوع کرے۔ دوسری رکعت میں پہلے قرأت کرے پھر تکبیر رکوع سمیت چار تکبیرات کہے۔ سنن ابی داؤد" (رسول اکرم کی نماز ص۹۶)

الجواب

یہ روایت ابوداؤد میں ہرگز نہیں ہے مولانا کا دماغ چکرا گیا ہے۔

جب وہ آئے تو ساقی کے ہوش کچھ ایسے اڑے
کہ شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

کمال نبلا

حدیث (اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مولانا موصوف نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس پر یوں جرح فرمائی ہے اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہے الخ (تحریک آزادی فکر ص۲۰۵)

مولانا سلفی صاحب نے نامعلوم یہ دھوکہ کیوں دیا ہے جبکہ اس حدیث کا دارومدار حسن بن قتیبہ پر نہیں بلکہ دوسری سند یہ ہے جس میں یہ راوی نہیں اور وہ محدثین کرامؒ کے ہاں صحیح ہے اور اس کا مولانا موصوف نے ذکر تک نہیں کیا۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) چند حوالے ملاحظہ ہوں تاکہ مولانا موصوف کی دیانت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

(۱) علامہ سخاویؒ القول البدیع ص۱۶۷ میں اس کے راویوں کی توثیق نقل کرتے ہوئے امام بیہقیؒ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ بھی امام بیہقیؒ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں (فتح الباری ج۶ ص۳۵۲)

(۳) حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں رجال ابی یعلیٰ ثقات (مجمع الزوائد ج۸ ص۲۱۱) مسند ابو یعلیٰ کے تمام راوی معتبر ہیں۔

(۴) علامہ عبدالرؤف مناویؒ فرماتے ہیں لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۵ ص۴۶۷) اس لئے

کہ حدیث انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں صحیح ہے۔ نیز فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح (فیض القدیر ص ۱۸۴ ج ۳) اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(۵) علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح (السراج المنیر ص ۲۵۶ ج ۲)

(۶) علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں (ع) عن انس (ح) (الجامع الصغیر ص ۱۲۳ ج ۱) یہ حدیث مسند ابو یعلیٰ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے حسن درجہ کی ہے۔

(۷) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم (مرقاۃ ص ۲۱۲ ج ۲) حدیث انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں صحیح ہے۔

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ابو یعلیٰ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک آورده الخ (مدارج النبوۃ ص ۲۴۴ ج ۲ و جذب القلوب ص ۱۸۰ بحوالہ تسکین الصدور)۔

(۹) قاضی شوکانی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸) اس لیے کہ صحیح حدیث ہے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور قاضی صاحب نیل الاوطار ص ۲۶۴ ج ۳ میں لکھتے ہیں:

وقد ثبت فی الحدیث	حدیث انبیاء علیہم السلام
ان الانبیاء احیاءٌ	اپنی قبروں میں زندہ ہیں بے شک
فی قبورھم رواہ	صحیح ہے علامہ منذریؒ نے
المنذری و صححہ	اس کو روایت کیا ہے اور
البیہقی۔	امام بیہقیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے

(۱۰) مولانا حافظ محمد گوندلوی فرماتے ہیں۔

جواب انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے وہاں تعلیم (لفظ صحیح تنعیم ہے حافظ حبیب اللہ) و تعذیب کی صورت ہے۔

حدیث الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم یصلون حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (فتح الباری) اور علامہ ذہبیؒ نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور یہ حدیث مسلم میں ہے۔ اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے (کہ) اس کی سند جید ہے۔ مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے جو مجہول الحال ہے مگر درود کے قبر کے پاس سننے میں صحت نہیں (مولانا حافظ محمد گوندلوی الاعتصام جلد ۲ شمارہ ۸) فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۲۵ تا ص۱۲۶)

(۱۱) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج۲۴۹ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا تھا لیکن اس کے بعد ۵۷۰/۱۶۷ میں عنوان قائم کیا ہے۔ الاحادیث الصحیحہ مرتبہ علی الحروف (یعنی صحیح حدیثوں کا ذکر حروف تہجی کے اعتبار و ترتیب سے) پھر اس کے تحت حدیث۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم ذکر کی ہے پھر اس کے نیچے ۲۱ کے تحت لکھتے ہیں:

تنبیہ وھذا الحدیث	یہ حدیث میں نے وہاں ذکر
ذکرت ھنالہ انہ	کرکے کہا تھا کہ ضعیف ہے
ضعیف ثم تبین لی	پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ حدیث
انہ صحیحٌ فلذالک خرجتہٗ	صحیح ہے اس لیے میں نے

فی الکتاب الآخر (ج ۲ص۲۲۲) و	دوسری کتاب کے ص۲۲۲ میں ذکر
ذکرت ھنا الذی حملنی	کرکے اس کی وجہ بتائی ہے ضعیف
علی تضعیفہ ثم تصحیحہ	کہنے کی پھر صحیح کہنے کی الحمد للہ
فالحمد للہ علی ھدایتہ۔	کہ مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔

(۱۲) علامہ ذہبیؒ نے اس حدیث کے راوی حجاج بن الاسود کو مجہول کہا ہے دیکھئے (میزان الاعتدال) شاید پہلے اسی وجہ سے علامہ البانی کو بھی دھوکہ لگا ہو لیکن بعد میں علامہ ذہبیؒ نے اس سے رجوع کر لیا ہے چنانچہ تلخیص مستدرک ص۲۲۲ ج ۲ میں حجاج بن الاسود کی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں (قلت) حجاج ثقۃ (میں ذہبیؒ کہتا ہوں) حجاج ثقہ (معتبر) راوی ہے۔ کاش مولانا سلفی کو بھی اس کا علم ہوتا تو وہ اس حدیث کو ضعیف قرار نہ دیتے۔

> یہ سستی ہوئی راتیں یہ بھٹکتے ہوئے منظر
> ہم بھی اے ساقی گلفام کہاں تک پہنچے

کمال نمبر ۱

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ رکوع میں تشبیک کے قائل تھے حالانکہ سنت صحیحہ اس کے خلاف ہے (ترمذی وغیرہ) (فتاوی سلفیہ ص۴)

الجواب

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر بہتان ہے وہ تشبیک کے قائل ہرگز نہ تھے بلکہ وہ تطبیق کے قائل تھے مولانا موصوف کو تشبیک اور تطبیق کا فرق معلوم نہ تھا ورنہ وہ ایسی بات ہرگز نہ کرتے تشبیک کا معنی ہے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا اور تطبیق کا معنی ہے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر رکوع کی حالت میں رانوں کے درمیان رکھنا۔ مولانا موصوف

کے بعض شاگرد بھی حضرت ابن مسعودؓ کی طرف تشبیک کی نسبت کرتے ہیں چنانچہ مولانا خالد صاحب گرجاکھی لکھتے ہیں حضرت ابن مسعود کا نماز میں تشبیک کرنا۔
(فضائل المحدیث صـ۳۳)

نوٹ: حضرت ابن مسعودؓ کا تطبیق کرنا حدیث کی بنیاد پر تھا بعد میں تطبیق منسوخ ہوئی پھر دوبارہ تطبیق کا حکم ہوا پھر منسوخ ہوئی دیکھئے صحیح ابوعوانہ صـ۱۷۶ ج۲ تطبیق کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ لازم و ضروری نہیں جانتے تھے بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی بھی اجازت دیتے تھے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ صـ۲۵۱ ج۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن میں رکوع اور سجدہ کے متعلق مرقوم ہے

عن ابن مسعود	حضرت ابن مسعودؓ سے روایت
قال اذا مکن الرجل	ہے کہ آپ نے فرمایا جب
یدیہ من	مرد اپنے گھٹنوں کو اپنے
رکبتیہ والارض	ہاتھوں سے پکڑ لے اور پیشانی کو
عن جبہتہ فقد	زمین پر لگالے پس یہ اس شخص
اجزأ عنہ۔	کو رکوع و سجود سے کفایت کرتا ہے

اور تطبیق کی اجازت حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے دیکھئے ابن ابی شیبہ و نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح۔ پس مولانا موصوف کا حضرت ابن مسعودؓ کی طرف تشبیک کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

کمال نمبر ۱۸

مولانا موصوف لکھتے ہیں واثر علیؓ بصورت ثبوت بھی اس کی حیثیت۔

صحابہؓ کے بعض تفردات کی ہوگی جیسے عبداللہ بن مسعودؓ کی تشبیک یا فاتحہ اور معوذتین کے متعلق قرآن سے علیحدگی کا خیال (تشاری سلفیہ صفحہ ۹۶)

الجواب

مولانا موصوف کا ان چیزوں کی نسبت عبداللہ بن مسعود کی طرف کرنا خالص بہتان ہے معوذتین اور فاتحہ کے قرآن میں سے ہونے پر تمام صحابہؓ و تابعینؒ بلکہ تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے فلہذا ایسی نسبت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے معزز صحابیؓ کی طرف کرنا سوء ادبی ہے اور اس کی تردید راقم الحروف نے نور الصباح ص۱۳۲ تا ص۱۴۱ میں کر دی ہے۔ مزید ایک حوالہ اور ملا ہے وہ بھی ملاحظہ کریں کنز العمال ص۵۳۲ ج۱ حدیث ۲۷۴۴ میں ہے۔

استکثروا من السورتین	حضرت ابن مسعودؓ سے
یبلغکم اللّٰہ	روایت ہے کہ دو سورتوں
بھما فی الآخرۃ	کو زیادہ پڑھا کرو ان کے سبب
المعوذتین ینوران	اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت (جنت)
القبر ویطردان	میں پہنچائے گا وہ دو سورتیں
الشیطان ویزیدان	معوذتین ہیں قبر میں روشنی پیدا
فی الحسنات والدرجات	کرتی ہیں شیطان کو دفع کرتی
ویثقلان فی	ہیں نیکیوں اور درجات
المیزان ویدلان	میں بڑھاتی ہیں ترازو میں وزنی
صاحبھما الی الجنۃ۔	ہیں اور اپنے پڑھنے والوں
	کو جنت کی طرف دکھاتی
(ز الدیلمی عن ابن مسعود)	ہیں۔

ے قریب ہے یاروز محشر چھپائے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

کال نمبر ۱۹

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ جہاں تک ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء تک حدیث کا تعلق ہے وہ صرف جرح سندوں سے مروی ہے اور تینوں مخدوش ہیں (تحریک آزادی فکر صفحہ ۲۰۹)

الجواب

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے دیکھئے خواجہ صاحب کے کرتب ۵ کے تحت

کال نمبر ۲۰

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک اور روایت اہل بدعت نے اور گھڑی ہے فاعینونی یا عباد اللہ۔ اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ یہ الفاظ بھی کسی صحیح حدیث میں نہیں ملے۔ ابو یعلی طبرانی وغیرہ میں الفاظ قریب قریب اس طرح مرقوم ہیں اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا علی فان للہ فی الارض حاضرا یحبسہ۔ جب تمہارے جانور جنگل میں گم ہو جائیں تو آواز دو کہ اللہ کے بندو اسے روک لینا۔ اللہ کا کوئی نہ کوئی بندہ حاضر ہو گا جو انہیں روک لے گا۔ (تحریک آزادی فکر صفحہ ۲۴۲)

الجواب

اعینونی یا عباد اللہ صحیح ہے اہل بدعت کی گھڑی ہوئی نہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں قال فی مجمع الزوائد

درجالہ ثقات (نزل الابرار ص۲۲۵) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں اور نواب صاحب نے خود بھی ایسا نعرہ لگایا تھا جب کشتی کے دریا میں غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا (نزل الابرار ایضاً) البتہ اہل بدعت جو اس سے غائبانہ پکار و استعانت پر استدلال کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح نہیں کیونکہ یہاں فرشتوں سے خطاب ہے جو وہاں حاضر ہوتے ہیں اور موجود ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں صراحۃً موجود ہے اور یہ روایت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے دوسری روایت اس قسم کی حضرت عتبہ بن غزوانؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے مگر وہ ضعیف ہے دیکھیے نزل الابرار ص۲۲۵.

لطیفہ: شیخ الکل فی الکل مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی محدث اعظم غیر مقلدین فرماتے ہیں عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے جیسا کہ تقریب میں ہے (فتاویٰ نذیریہ ص۵۵۶ بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث ص۲۴۸ ج۹) حالانکہ عتبہؓ بن غزوان یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جو جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے قدیم الاسلام ہیں (تہذیب التہذیب ص۱۰۰ ج۷) اور جو عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے وہ تابعی ہے وہ اس حدیث کا راوی نہیں ہے

ع ڈور کو سلجھا رہے ہیں اور سرا ملتا نہیں

کمال نمبر ۲۱

مولانا موصوف لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کے آخر میں بعض رواۃ نے یہ تصریح کی ہے فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ (التلخیص الحبیر ص۸۱ زیلعی ص۴۱۰ ج۱ بحوالہ بیہقی) رسول اکرم کی نماز ص۵ نیز کتاب مذکورہ کے اسی صفحہ میں ہے ان واقعات کی موجودگی میں امام بیہقیؒ کی زیادۃ پر بلحاظ سند بحث کی ضرورت نہیں حافظ ابن حجرؒ تو شافعی ہیں

لیکن حافظ زیلعیؒ بڑے پختہ کار حنفی محدث ہیں انہوں نے بھی تخریج ہدایہ میں اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ اس لیے آج کل کے بعض حنفیہ کا اسے موضوع کہنا تعصب ہے اور جرأت (آہ بلفظہ)

الجواب

یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے اور حدیث متواتر مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جو میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے) کے مخالف ہے علامہ زیلعیؒ نے اس کی سند بیان کرکے حق کا اظہار کر دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجرؒ نے سند ظاہر کرنے سے اجتناب کیا ہے فلہذا علامہ زیلعیؒ نے اس کی سند بیان کرکے آنے والوں کے لیے ایک تحقیق کا میدان کھلا چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ اس کی سند میں غور و فکر کرسکیں۔ چنانچہ اس روایت کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔

(۱) عصمۃ بن محمد الانصاری کذاب اور وضاع الحدیث ہے حتی کہ قاضی شوکانی صاحب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے دیکھیے (الفوائد المجموعۃ ص۲۴ و ص۱۸۱) مولانا عطاء اللہ حنیفؒ مرحوم بھی اس کو ضعیف جداً (سخت قسم کی ضعیف) قرار دیتے ہیں دیکھیے (التعلیقات السلفیہ ص۱۴۲) اور ظاہر ہے کہ سخت قسم کی ضعیف سے مراد جھوٹی و من گھڑت ہی تو ہے مزید تفصیل کے لیے نور الصباح ص۲۳۵ کا مطالعہ کریں۔

(۲) ایک اور خرابی یہ ہے کہ اس کی سند میں عبد الرحمن بن قریش الہروی واقع ہے جو جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا (میزان ولسان) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس راوی کی ایک روایت کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے

اور عبدالرحمٰن بن قریش کے علاوہ جرح کا کوئی اور سبب بیان نہیں کیا اور اس طرح عصمۃ بن محمد کی روایت کو بھی موضوع (من گھڑت) قرار دیا جب کہ اس راوی کے علاوہ کوئی اور جرح کا سبب بیان نہیں فرمایا دیکھئے علی الترتیب سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ صفحہ ۲۲۸ ج ۲ و صفحہ ۴۶۵ ج ۱)

جب یہ دونوں راوی الگ الگ کسی حدیث کی سند میں آجائیں تو وہ موضوع بن جاتی ہے تو کیا جب دونوں بہ خیر بہر اکٹھے ایک حدیث کی سند میں آجائیں تو وہ موضوع (من گھڑت) نہیں ہوگی۔

(۳) اس سند کے کئی راوی مجہول ہیں ان کا ترجمہ کتب اسماء الرجال سے نہیں مل سکا۔ اتنی بڑی جھوٹی حدیث کو صحیح قرار دینا کسی انصاف پسند غیر مقلد سے متوقع نہیں ہو سکتا البتہ غالیوں کا معاملہ ہی الگ ہے حکیم محمد اشرف سندھو کے پوتے لکھتے ہیں "علی کل حال یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ ہے یہ متہم ہے (تخریج صلوٰۃ الرسول صفحہ ۱۹۳) اور مولانا اسماعیل صاحب اخری غیر مقلد فرماتے ہیں حدیث کی صحت کا مدار رواۃ پر ہوتا ہے۔ اگر راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا رہے اس سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی۔ بے خطا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور بس (توضیح الکلام صفحہ ۶۳ ج ۲) مولانا سلفی مرحوم کے شاگرد رشید مولانا محمد خالد گھرجاکھی بھی اس روایت کی صحت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں گرچہ حقیقت میں یہ روایت صرف موضوع ہی نہیں بلکہ ڈبل موضوع (من گھڑت) و مجہول ہے۔ خدا تعالیٰ تعصب و ہٹ دھرمی سے محفوظ رکھے (آمین) ؎

یہ امت روایات میں کھو گئی ہے　　　یہ جھوٹے خرافات میں کھو گئی ہے

— کمال نمبر ۲۲ —

محقق نامسموت لکھتے ہیں "عینی فرماتے ہیں وہ (ابن مسعودؓ) داخل ہے۔ اور رسالہ

پہلے مسلمان ہوئے" اگر استدلال کا یہ طریق صحیح سمجھ لیا جائے تو رفع الیدین کی حدیث کے رواۃ سے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، ابن مسعودؓ سے بھی برسوں پہلے مسلمان ہوئے (رسول اکرم کی نماز ص۵۸)

الجواب

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وبین اسلامہما اثنتان وعشرون (عینی شرح بخاری ص۲۷۴ ج۵) حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت وائلؓ کے درمیان اسلام لانے کے لحاظ سے ۲۲ سال کا فاصلہ ہے۔ یعنی ابن مسعودؓ بائیس سال پہلے مسلمان ہوئے۔ لیکن مولانا سلفی صاحب مرحوم بائیس سال نقل کرتے ہیں سمجھ نہیں آتا مولانا موصوف غلط کیوں نقل کرتے تھے یہ کوئی اچھا طریقہ تو نہیں سمجھا جاتا پھر مولانا موصوف کا یہ تحریر کرنا کہ "حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، ابن مسعودؓ سے بھی برسوں پہلے مسلمان ہوئے" یہ بھی محل نظر ہے اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ کے سوا باقی حضرات (یعنی عمرؓ و عثمانؓ) کا ایمان لانا حضرت ابن مسعودؓ سے برسوں پہلے کا دعویٰ کرنا تاریخ اسلامی پر ایک افتراء عظیم ہے۔ صاحب مشکوۃ لکھتے ہیں۔

کان اسلامہ	حضرت ابن مسعودؓ قدیم الاسلام
قدیماً فی اول الاسلام	ہیں ابتداء اسلام کے زمانہ میں ایمان
قبل دخول النبی صلی اللہ	لانے والے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم	علیہ وسلم کے دار الارقم میں داخل ہونے
دار الارقم وقبل عمر بزمان	سے بھی پہلے کے ہیں حضرت عمرؓ سے ایک
وقیل کان سادساً فی	عرصہ پہلے ایمان لائے ہیں بلکہ کہا
الاسلام۔	گیا ہے کہ چھٹے نمبر پر ابن مسعودؓ
(الاکمال فی اسماء الرجال)	ایمان لائے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ ابتداء اسلام میں حضرت ابن مسعودؓ کے اسلام لانے کا ذکر کرکے ابونعیمؒ سے نقل کرتے ہیں کان سادس الاسلام (تہذیب التہذیب صفحہ ۲۸ ج ۶)

ابن مسعودؓ چھٹے نمبر پر اسلام لانے والے ہیں۔ یہ بات ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء صفحہ ۱۲۶ ج ۱ میں سنداً نقل کی ہے۔ جب کہ حضرت عمرؓ ہم وہ لوگ اور گیارہ عورتوں کے بعد ایمان لائے ہیں دیکھئے تہذیب التہذیب صفحہ ۲۴۰۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے بہت پہلے اسلام لانا کا دعویٰ بھی سراسر لغو ہے تاریخ اسلامی کے بالکل خلاف ہے

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

کمال نمبر ۲۳

مولانا موصوف نے مشکوۃ شریف کے کچھ حصہ کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے وہ بھی بعض مقامات میں اعجوبہ کے طور پر پیش کرنے کے قابل ہے چنانچہ مشکوۃ مترجم جلد اول صفحہ ۱۸ میں خَرَّ وَرَكِ لِشِقِّهٖ (وہ سرین کے بل گرا) اس کا ترجمہ مولانا موصوف نے یوں کیا ہے میں پیٹھ کے بل گر گیا۔ یہ جملہ اس صفحہ میں دو دفعہ آیا ہے اور دونوں جگہ میں مولانا موصوف نے یہی ترجمہ کیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ گھوڑا کوئی جب سرین کے بل گرے تو اکثر اوقات سرین پر گر کر بیٹھ جاتا ہے اور پشت پر گرنے کی نوبت ہی نہیں آتی چنانچہ مسند ابوعوانہ صفحہ ۱۰۷ ج ۲ میں فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ کے الفاظ صراحۃً موجود ہیں

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

کمال نمبر ۲۴

حدیث اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا (جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہا کرو)

کے متعلق مولانا موصوف لکھتے ہیں اس حدیث میں جو زیادت حضرت ابو ہریرہ اور ابو قتادہ کی ذکر کی ہے وہ ضعیف ہے امام زہری کے باقی شاگردوں نے اس زیادۃ کا ذکر نہیں فرمایا یہ زیادۃ ابو سعید خدری سے بھی منقول ہے وہ بھی شاذ ہے اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تو انصات اور خاموشی سے مراد عدم جہر ہو گا یعنی اس طرح نہ پڑھا جائے کہ امام کی قراءت میں خلجان واقع ہو۔ (حاشیہ مشکوۃ مترجم مطابع ناشر ادارہ اسلامیہ سلفیہ گوجرانوالہ ص۲۹۲)

الجواب

صاحب مشکوۃ نے قتادہؒ کا ذکر کیا ہے مگر مولانا موصوف نے اسے قتادہؒ بنا دیا ہے وثانیاً امام زہریؒ کی سند سے یہ زیادۃ مروی نہیں یہ سند الگ ہے امام زہریؒ کا درمیان میں ذکر غلط کے واقع ہو جانے کی دلیل ہے وثالثاً یہ زیادۃ صحیح ہے اس کو ضعیف کہنا قطعاً غلط ہے رابعاً یہ زیادۃ ابو سعید خدریؓ سے راقم الحروف کے علم کے مطابق مروی ہی نہیں تو حضرت ابو سعید خدریؓ کا ذکر بھی اس جگہ کرنا سہو وحفظ کی دلیل ہے وخامساً انصات کا معنی الٹا کرنا یہ کسی عقل سند سے ثابت نہیں۔

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا
دام صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

کمال نمبر ۲۵

مولانا موصوف لکھتے ہیں بعض صحابہ مرغی اور انڈے تک کی قربانی جائز جانتے تھے (محلی ابن حزمؒ) (فتاوی سلفیہ ص۱۴۰)

الجواب

کسی صحابیؓ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا نہ اس نے مرغی یا انڈے کی قربانی کی ہو

اس مسئلہ کو فتاوی علمائے حدیث ص۳۱ جلد ۱۳ تا ص۳۴ میں خوب وضاحت سے بیان کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ کرلیں مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ غرض قربانی کی طاقت نہ رکھنے والوں کے لیے یہ حکم ہے۔ نہ کہ وہ مرغ ذبح کریں اس کن گھڑت بدعت سے بچنا چاہیے (اس مسئلہ کی تردید ایک الگ رسالے میں ہے جو صاحب چاہیں منگوالیں) تحفہ محمدی ص۳۔

قارئین کرام! غیر مقلدین حضرات کا ایک گروہ مرغ اور انڈا کی قربانی کو جائز قرار دیتا ہے چنانچہ فتاوی ستاریہ ص۱۴۳ ج۳ میں ہے مفلس نادار راغب طلب ثواب کے لیے مرغ کی قربانی جائز جانتے ہیں۔ یہ حوالہ فتاوی علمائے حدیث ص۳۶ ج۱۳ سے نقل کیا گیا ہے اور وہاں اس مسئلہ کی تردید بھی موجود ہے۔

مسئلہ: بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص۱۷۷ جلد ۲ و خلاصۃ الفتاوی جلد چہارم میں ہے غریب آدمی قربانی کے دنوں میں مرغا یا مرغی اس لیے ذبح کرے کہ قربانی کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے یہ مکروہ ہے اس لیے کہ یہ مجوس (آگ پرست) لوگوں کی رسم ہے۔

لطیفہ: ایک دفعہ ایک آدمی نے غربا اہلحدیث کے مدرسہ کے مہتمم کو فون پر اطلاع دی کہ میرے پاس قربانی کی کافی تعداد میں کھالیں موجود ہیں کوئی انتظام کرکے لے جاؤ مہتمم صاحب ٹرک لے کر وہاں پہنچ گئے دوکاندار نے مرغی کے انڈوں کے خول دکھا کر کہا یہ ہماری قربانی کی کھالیں مہتمم بے چارہ شرمندہ ہو کر واپس ہو گیا گویا یوں کہہ رہا تھا۔

ع بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

کمال نمبر ۲۶

مولانا موصوف لکھتے ہیں: ایک نئی بدعت ایجاد فرمائی گئی یعنی تین خطبے

دیئے جانے لگے ایک اردو میں (یعنی تقریر قبل خطبۂ جمعہ) دو عربی میں (فتاویٰ سلفیہ ص۹۵)
ہوا یہ کہ حضرات دیوبند نے جمعہ کے تین خطبات بنا دیئے ایک خطبہ اپنی زبان میں دو
عربی میں (ابی امامہ کی محبت میں غلو نے بدعت کی ایجاد پر مجبور کر دیا (تحریک آزادی فکر ص۲۴۱)

الجواب

جمعہ کے خطبہ سے قبل تقریر کو بدعت کہنا روا نہیں اس لیے کہ بعض صحابہ کرامؓ
جمعہ کے خطبہ سے قبل تقریر کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ مستدرک حاکم ص۱۰۸ ج۱
ص۱۱۵ ج۳ (قال الحاکم والذہبی صحیح) و مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۴ ج۲ وغیرہ کتابوں میں
موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کا واقعہ بھی مستدرک ص۲۸۸ ج۱ میں ہے (وقالا صحیح)
حضرت تمیم داریؓ کا واقعہ باجازت عمرؓ بن خطاب خلیفہ راشد (اصابہ ص۱۸۴ ج۱)
موجود ہے لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا سخت گناہ ہے۔ مولانا موصوف خود
لکھتے ہیں صحابہ کے اعمال چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ماخوذ ہیں
اس لیے گو وہ بصراحت سنت میں شامل نہیں تو بھی سنت صحابہ سمجھ کر ان پر عمل
درست ہوگا۔ اور اگر سنت نبوی سے متعارض نہ ہوں تو وہ درست ہی ہوں
گے انہیں بدعت کہنا غلط ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ مترجم جلد اول ص۴۸)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے خود کیا پاک دامن ماہ کنعاں کا

مولانا موصوف کے دیگر کمالات کسی اور مجلس پر چھوڑتے ہیں۔ اِنْ اُرِیْدُ
اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ
وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ اب حافظ محمد قاسم خواجہ صاحب ہی بتائیں کہ اپنے استاذ
مکرم کے ان کمالات پر بھی کھلے دل سے وہ تبصرہ کریں گے یا نہ اگر جانبداری کی صورت ہو

تو یہ بتلائیں کہ آیا اہلحدیث کا یہی مسلک ہے کہ اپنے بزرگوں کے کمالات کو پوشیدہ رکھ کر دوسروں پر جھوٹے الزامات لگا کر نفرت کا بیج بویا جائے اور فقہائے کرام کی شان میں گستاخانہ و توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے ان کو بدنام کیا جائے۔ فوا اسفا

؎ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

خواجہ صاحب کے گستاخانہ الفاظ کے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں

(۱) کسی ستم ظریف کا مقولہ ہے کہ اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں اس ٹوٹکے کو حنفی علماء نے پیٹ بھر کر آزمایا ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص ۴)

(۲) اسی رسالہ کے ص ۸ پر انواع واقسام کے جھوٹ کے عنوان کے تحت کافی کچھ خواجہ صاحب نے زہر اگلا ہے۔

(۳) اس وقت میرے پیش نظر صرف ہدایہ نامی کتاب ہے۔ ۔ ۔ ۔ اس میں جو فقیہانہ خیانتیں اور جو چالاکیاں وعیاریاں کی گئیں ہیں۔ رسالہ ص ۹

(۴) جن کے ہاں اس کثرت سے جھوٹ بولا جاتا ہے ان سے کسی خیر کی امید اور ہدایت کی توقع رکھی جاسکتی ہے جب ان کے اکابر کے لیے جھوٹ بولنا مباح تھا تو ان کے اصاغر کے نزدیک کم از کم مستحب تو ضرور ہونا چاہیے جھوٹ کی ثقافت ان متاخرین کو اپنے متقدمین سے ورثہ میں ملی ہے الخ ص ۱۱۔

اس کے علاوہ خواجہ صاحب نے اس رسالہ کے متعدد مقامات میں صاحب ہدایہ کے لیے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جھوٹ۔ صریح جھوٹ۔ صریح بہتان۔ غلط بیانی۔ جھوٹ پر مواظبت۔ تحریف۔ جھوٹ سے استغفار چاہیے۔ مسلسل جھوٹ

پے درپے جھوٹ۔ گر جھوٹ میں برکت نہیں بسوذ تور۔ لگاتار جھوٹ خطرناک جھوٹ افترار۔ گر جھوٹ کا درشہ۔ شرم غرم جھوٹ ہی جھوٹ۔ اس قسم کے گستاخانہ الفاظ خواجہ صاحب نے نہایت بے دردی سے استعمال کئے ہیں راقم الحروف کو بھی حق پہنچتا تھا کہ وہ ان کے استاذ مولانا سلفی یا دیگر اکابر کے متعلق ایسے الفاظ ترکی بترکی استعمال کرے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ کمالات یا ادھام کے عنوان کے تحت ان کے ..... کو ذکر کیا ہے کیونکہ مقلد شتر بے مہار نہیں ہوتا اس لئے راقم الحروف نے اپنے غصہ کو پی کر نرم انداز میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔ مولانا سلفی لکھتے ہیں اس طرح غیر مقلد کا لفظ شتر بے مہار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (تحریک آزادی فکر ص۱۹۱) ظاہر ہے کہ شتر بے مہار نقصان ہی نقصان کرتا ہے اس سے بچنا پرہیز کرنا لازمی ہے ورنہ نقصان ظاہر ہے۔

ـــــہ شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے ناداں نہ بھول
خانۂ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

نوٹ: راقم الحروف سے اگر کسی جگہ کوئی سخت لفظ تحریر ہوا ہو اور قلم غیر مقلد بن گیا ہو تو بہ ردِ عمل کے طور پر ایسا ہوا ہوگا تاہم دوسرے طبع میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کو نرم کر دیا جائے گا۔

باب اوّل

اظہارِ حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہ الکریم ـــــ امابعد۔ برادرانِ اسلام! عرض یہ ہے کہ حال ہی میں ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام یوں ہے۔ حنفیوں کی معتبر کتاب "ہدایہ عوام کی عدالت میں" مصنف حافظ خواجہ قاسم خلیب جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرنوالہ نام پڑھ کر حیرت ہوئی کہ ایک خالص علمی کتاب کو عوام جہلاء کی عدالت میں پیش کرنا یہ تو بہت بڑی حماقت و جہالت ہے کیونکہ اہل علم کی علمی تحقیق کا فیصلہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں جو علم کی نعمت و دولت سے مالا مال ہوں اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا جواب نہایت تسلی بخش دیا جائے تاکہ عوام کے دلوں میں تذبذب اور وساوس شیطانی پیدا نہ ہوں۔

ہدایہ کی عبارات پر جتنے اعتراض کئے گئے ہیں راقم الحروف ان سب کا جواب تحریر کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس لیے راقم الحروف نے اپنی کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے پہلے حصہ میں سے ہے خواجہ صاحب کے اس بدنام رسالہ میں اٹھائے گئے چند اعتراضات کا جواب ہوگا اور دوسرے حصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ بقایا اعتراضات کا جواب دیا جائے گا اس لیے خواجہ صاحب سے ہم بلا تاخیر ہمکلام ہونا چاہتے ہیں سنیئے!

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ ہدایہ فقہ حنفیہ کی بہت مشہور معتبر اور قدیم کتاب ہے حنفی مدارس کے نصاب میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے اس کے مصنف کا نام اور کنیت ابوالحسن علی بن ابوبکر برہان الدین مرغینانی ہے یہ ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲)

الجواب

ہدایہ کے معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ صرف حنفی مدارس میں ہی نہیں پڑھائی جاتی بلکہ غیر مقلدین کے مدارس میں بھی اس کو خصوصیت سے پڑھایا جاتا ہے یہ نہایت ہی علمی و تحقیقی کتاب ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۱

خواجہ صاحب نے مؤلف ہدایہ کی وفات ۵۹۱ھ لکھی ہے جو کہ خالص جھوٹ ہے صحیح قول ہے کہ مؤلف ہدایہ کی وفات ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ میں ہوئی۔

(مقدمہ ہدایہ اخیرین ص۲)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: مقدمہ ہدایہ (از مولانا عبدالحی لکھنویؒ) کے مطابق بہت سی کتب کے علاوہ مصنف نے اولاً ہدایۃ المبتدی لکھی پھر اسی جلدوں میں اس کی شرح کفایۃ المنتہی کو قلمبند کیا اور پھر ہدایہ کی صورت میں اس کا اختصار کیا اس کتاب کو ۵۷۳ھ میں لکھنا شروع کیا اور یہ تیرہ برس میں مکمل ہوئی۔ ان تیرہ برسوں کے دوران میں مصنف نے مسلسل روزے رکھے اور کبھی ناغہ نہ کیا۔

(ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲)

الجواب

خواجہ صاحب نے یہ تو بتایا کہ ۵۷۳ھ میں مؤلف ہدایہ نے اپنی کتاب کو لکھنا شروع کیا لیکن اس کے آگے متصل ایک جملہ تھا وہ خواجہ صاحب نے چھوڑ دیا ہے اور وہ یوں ہے۔

وھو مقبول بین الناس من الخوص والعوام۔	کہ وہ ہدایہ عوام و خواص سب کے ہاں مقبول کتاب ہے۔

ؔ قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

خواجہ صاحب کا جھوٹ نمبر ۲

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ مصنف نے اولاً ہدایۃ المبتدی لکھی" یہ جھوٹ ہے مؤلف ہدایہ نے ہدایۃ المبتدی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں۔ مؤلف ہدایہ نے جو کتاب اولاً لکھی ہے اس کا نام ہے بدایۃ المبتدی۔ قارئین کرام۔ اندازہ کریں جس شخص کو کتابوں کا نام بھی صحیح نہ آتا ہو اس کو علمی میدان میں آنا کس طرح زیب دے سکتا ہے بلکہ یہی لوگ اپنی جماعت و مسلک کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔

ؔ اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان
طوق زرین ہمہ در گردن خر مے بینم

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں، اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا جب تک ہدایۃ زیر تصنیف رہی مصنف مرحوم متواتر سنت کی خلاف ورزی فرماتے رہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے علاوہ کبھی کسی ایک مہینہ کے روزے بھی مکمل نہیں رکھے (عن عائشہ بخاری، مسلم، عوام صہ۲)

الجواب

خواجہ صاحب چونکہ فقہ کے آپ دشمن ہیں قرآن و حدیث کو سمجھنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے ایک حدیث پکڑ کر فتویٰ جڑ دیا ہے حالانکہ کم علم کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے۔

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ اِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی و	حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے ہوں مگر شعبان و رمضان کے۔

ابن ماجة) مشکوۃ ص۱۷۹۔

قارئین کرام: خواجہ صاحب تو فتویٰ لگا کر فارغ ہو گئے۔ اب ان دو حدیثوں کے درمیان تعارض کا اٹھانا اور حدیث شریف پر عمل کرنا حنفیوں کی قسمت میں آیا ہے (الحمد لله على ذالك) اور تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعبان و رمضان کے مکمل روزے رکھتے تھے (جیسا کہ ام سلمہؓ نے گواہی دی ہے) اور کبھی رمضان کے علاوہ مکمل کسی ماہ کا روزہ نہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے گواہی دی ہے فلهذا مسلسل روزے چند سالوں کے رکھنا منع نہیں بلکہ ثواب و عین عبادت ہے خواجہ صاحب کا عبادت سے روکنا اور اس پر ناراض ہونا حماقت ہے۔

صوم الدھر صوم الدھر (ہمیشگی کا روزہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے چنانچہ تین آدمیوں کا واقعہ مشہور ہے جن میں سے ایک نے کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کر دیا تھا اس کے علاوہ بخاری شریف ص۲۶۵ جلد ۱ میں ہے۔

لَاصَامَ مَنْ صَامَ الْاَبَدَ مَرَّتَیْنِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث کے الفاظ سے ظاہری طور پر صوم الدہر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے مگر امت مسلمہ کے بہت سے جلیل القدر علماء صائم الدہر تھے مثلاً

(۱) حضرت عثمانؓ کے متعلق مروی ہے:

کان عثمان یصوم الدهر (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج۱ ص۵۶)

حضرت عثمانؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۲) امام شعبہؒ فرماتے ہیں:

کان ثابت یقرأ القرآن فی کل یوم ولیلۃ ویصوم الدهر (تهذیب التهذیب لابن حجرؒ ص۳ ۲۷)۔

حضرت ثابت تابعیؒ ہر ایک دن رات میں سارا قرآن ختم کرتے تھے اور ہمیشہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۳) مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔

کان شعبۃ یصوم الدهر (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۲۲)

امام شعبہؒ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۴) وکان ابن جریج یصوم الدهر الا ثلاثۃ ایام من الشهر (تهذیب ص۴۰۴)

حضرت ابن جریجؒ بھی صائم الدہر تھے مگر وہ ہر ماہ تین روزے نہیں رکھتے تھے۔

(۵) مبارکپوری صاحب غیر مقلد امام وکیعؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

فکان یصوم الدهر

پس وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے

ویختم القرآن کل لیلۃ — اور ہر رات میں قرآن مجید کا ختم کرتے
(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۳۶) — تھے یہی حوالہ تاریخ بغداد ص ۱۲ج ۲ میں بھی ہے

(۶) حضرت امام بخاریؒ بھی صائم الدہر تھے (میزان الکبریٰ ص ۴۴ جلد ۱ بحوالہ مقام ابو حنیفہ ص ۲۳ طبع اول)

(۷) مؤلف نتائج التقلید مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کے متعلق لکھتے ہیں،
"مدت مدید اور عرصہ بعید سے صائم الدہر ہیں صرف ایک ہی وقت شام کو کھایا پیا کرتے ہیں اور اول رات جاگنے کے باوجود ہمیشہ اپنی روزانہ منزل نماز تہجد ہی میں پورا کرتے ہیں سفر حضر میں آپ کی یہی عادت ہو رہی ہے" (نتائج التقلید ص ۳)

اس حوالہ سے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ روپڑی صاحب وصال کے روزے رکھا کرتے تھے حالانکہ وصال سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے تو نیک نفس شد والا معاملہ ہو گیا ہے۔ اور پھر سحری کھانے پینے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے

تسحروا فان فی السحور — تم سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت
برکۃ (بخاری ص ۲۵۷ ومسلم — ہے۔
ص ۳۵۰ ج ۱ ومشکوٰۃ ص ۱۷۵)

اور روپڑی صاحب غیر مقلد کا عمل اس صحیح اور صریح حدیث کے بھی خلاف ہے خواجہ صاحب فتویٰ لگائیے کہ مولانا روپڑی ہمیشہ سنت کی مخالفت کرتے رہے اور اسی حالت میں ان پر موت واقع ہوئی ہے اس طرح حضرت عثمانؓ حضرت ثابتؓ حضرت شعبہؒ حضرت ابن جریجؒ امام وکیعؒ امام بخاریؒ بھی سنت کے مخالفت کرتے رہے (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) نیز خواجہ صاحب کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ سنت کا مخالف محدث اور اہل سنت والجماعت میں سے ہو سکتا ہے یا نہیں اگر خواجہ صاحب میں کچھ غیرت ہو گی تو فتویٰ ضرور لگائے گا ورنہ گونگا شیطان سمجھا جائے گا (زد بدہ یا بد)

حدیث پاک کا مفہوم

خواجہ صاحب چونکہ فقہ کے دشمن ہیں اسلئے نہیں حدیث اب تک سمجھ آسکی اور نہ قیامت تک سمجھ آسکے گی اس لیے حدیث وقرآن کی فقہ (سمجھ) اللہ تعالیٰ نے احناف حضرات کی قسمت میں لکھ دی ہے (والحمد للہ علی ذالک) سنیئے صوم الدھر اور وصال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا بطور ترفق اور شفقت کے ہے تاکہ امت مرحومہ کے ساتھ آسانی کی جائے اور مشقت سے بچایا جائے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک چھوٹا بچہ قرآن مجید حفظ کرتا ہے اور زیادہ سبق لے کر محنت ومشقت اٹھا کر یاد کر لیتا ہے تو باپ کو رحم آتا ہے اور وہ بطور شفقت کے بیٹے کو زیادہ سبق لینے سے منع کرتا ہے مگر اس کے باوجود بیٹا زیادہ سبق لے کر قرآن مجید جلد حفظ کر لیتا ہے تو باپ اپنے بیٹے کو سینہ سے لگا کر چومتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور ناراض نہیں ہوتا یہی مثال صوم الدھر کے متعلق قیاس کر لیں۔ مگر غیر مقلدیت اور حدیث کی سمجھ دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے خواجہ صاحب کے استاذ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فرمایا کرتے تھے۔ غیر مقلد کا لفظ شتر بے مہار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (تحریک آزادی فکر ص۱۱۰)۔ فلھذا اُن کا مؤلف ہدایہ پر فتویٰ لگانا آسان نہیں ہے۔

رہبر روان رہِ الفت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

ایک اور مثال

بخاری شریف میں ہے کہ سات راتوں میں صرف ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرو (بخاری ۲ ص۷۵۶) امام بخاری تین۔ پانچ۔ سات مختلف روایتوں کی طرف اشارہ کر کے ترجیح سات والی کو دیتے ہیں۔ ترمذی شریف وغیرہ میں تین کی روایت بھی ہے مگر اس کے باوجود صحابہ کرام و تابعین عظام وغیرہم سے ایک رات میں کمل قرآن مجید ختم کرنے کا ذکر موجود

ہے مثلاً

(۱) حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ ایک رکعت میں سارا قرآن مجید ختم کیا کرتے۔
(ترمذی ص۱۲۳ جلد۲ ابواب القراءات وحلیۃ الاولیاء ص۵۷ جلد۱)

(۲) حضرت تمیم الداریؓ بھی ایک رکعت میں سارا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔
(کتاب الثقات لابن حبان ص۴۰ ج۲ تہذیب تاریخ ابن عساکر ص۳۹۵ ج۳ وطحاوی ص۲۹ ج۱ وتہذیب التہذیب ص۵۱۱ ج۱)

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ
(طحاوی ص۲۹۳ جلد۱ وقیام اللیل ص۶۳)

(۴) کان سعید بن جبیر	سعید بن جبیرؒ رمضان کے مہینہ
ختم القرآن فیما بین المغرب	میں مغرب اور عشاء کے درمیان
والعشاء فی رمضان۔	سارا قرآن مجید ختم کر دیتے
(کتاب الثقات لابن حبان ص۲۷۶ ج۴)	تھے۔

نیز ترمذی جلد۲ ص۱۲۳ وتہذیب ابن عساکر ج۶ ص۳۵۶ میں ہے کہ کعبۃ اللہ میں حضرت سعید بن جبیرؒ نے ایک رکعت میں سارا قرآن مکمل کیا۔

(۵) امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی کعبۃ اللہ میں !۔۔۔ ایک رات کے اندر سارا قرآن مجید ختم کیا ہے چنانچہ تہذیب ابن عساکر جلد۴ ص۳۵۷ میں ہے۔

وروی الخطیب ان مصعبا	خطیب بغدادیؒ نے روایت کیا
کان یقول ختم القرآن	ہے کہ مصعبؒ فرمایا کرتے تھے کہ
فی الکعبۃ اربعۃ من	کعبۃ اللہ میں چار اماموں نے قرآن
الائمۃ عثمان بن عفان و	مجید ختم کیا ہے حضرت عثمانؓ حضرت
تمیم الداری وسعید بن جبیر	تمیم داریؓ حضرت سعید بن جبیرؒ
وابوحنیفۃ۔	وامام ابوحنیفہؒ نے۔

(۶) امام شافعیؒ صرف رمضان مبارک کے مہینہ میں ساٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کر دیا کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ جلد اول صفحہ ۳۲۹) اور ایک مرتبہ انہوں نے ایک مسئلہ کی تلاش میں بیس مرتبہ اور تین دنوں میں نو مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا (مفتاح الجنۃ صفحہ ۱۹ للسیوطیؒ طبع مصر)۔

(۷) امام وکیعؒ کا ذکر صوم الدھر کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

(۸) امام المحدثین حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ دن رات میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے (تاریخ بغداد صفحہ ۱۴۱ و تہذیب الاسماء نووی صفحہ ۱۵۴)۔

(۹) حضرت امام بخاریؒ رمضان مبارک کے مہینہ میں ہر روز دن کو ایک ختم قرآن مجید کا کرتے تھے اور ایک ختم رات کو افطار کے وقت کرتے تھے (تاریخ بغداد صفحہ ۱۲ ج ۲ و طبقات الشافعیۃ الکبریٰ صفحہ ۹ ج ۲ والحطہ صفحہ ۲۲)۔

اب امام بخاریؒ نے اپنی بیان کردہ حدیث کے خلاف عمل کیا ہے جب امام بخاریؒ خود صحیح بخاری کے خلاف عمل کرتے ہیں تو غیر مقلدین پر کیا الزام لگایا جا سکتا ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں۔ خواجہ صاحب فتویٰ لگایئے ان صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ وغیرہم پر کہ انہوں نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کر کے حدیث شریف کی مخالفت کر کے مخالف سنت ہیں یا نہ؟ آپ کے بعض ظاہری بھائیوں نے تو تین رات سے کم میں قرآن مجید کے ختم کرنے کو حرام کہا ہے (حاشیہ بخاری صفحہ ۵۳ ج ۲)

(۱۰) ثابتؒ کا حوالہ بھی صوم الدھر کے ضمن میں گذر چکا ہے تلک عشرۃ کاملۃ۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھنا منقبت نہیں سنت کی مخالفت ہے سنت کی اس مخالفت سے عمل پر جو اثر پڑ سکتا ہے وہ تو ظاہر ہے صحت پر بھی

پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ اس سے کتاب بھی متاثر ہو سکتی ہے (عوام ص۳)

الجواب

خواجہ صاحب سے گزارش ہے کہ کیا یہ فتویٰ صرف مؤلف ہدایہ کے لیے مخصوص ہے یا دوسرے حضرات پر بھی لاگو ہوگا جو صائم الدھر تھے۔ ان حضرات کی صحت پر اثر پڑ سکتا ہے یا نہ اور پھر ان حضرات کی حدیث بیان کرنے پر بھی اثر پڑے گا یا نہ اور حضرت امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری وغیرہ پر بھی اثر پڑ سکتا ہے یا نہ۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۲

خواجہ صاحب نے اپنی جہالت ہمیشہ روزے رکھنا الخ سے جو صغریٰ و کبریٰ کی صورت میں نتیجہ اخذ کیا ہے صحیح نہیں کیونکہ صغریٰ ہی مسلم نہیں ہے کیونکہ تیرہ سال روزے رکھنے کو ہمیشہ سے تعبیر کرنا خالص جھوٹ ہے اور صائم الدھر کے لیے ہمیشہ روزے رکھنے والا اصطلاح استعمال کیا جا سکتا ہے جب کہ مؤلف ہدایہ صائم الدھر نہیں تھے۔

نوٹ : امام بخاریؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ہر حدیث لکھنے کے لیے غسل کر کے دو گانہ پڑھتے تھے کیا اس طرح کا عمل کسی حدیث یا صحابہؓ و تابعینؒ وائمہ اربعہؒ وغیرہم کے عمل سے ثابت ہے یا نہ اگر نہیں تو امام بخاریؒ پر کوئی فتویٰ لگ سکتا ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ خواجہ صاحب اس کی وضاحت ضرور کریں گے کیونکہ ان کو فتویٰ لگانے کا بڑا شوق ہے ورنہ گونگے شیطان بن جائیں گے۔

بلبل ہمہ تن خون شد و گل ہمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر این است بہار

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ احناف کے نزدیک فقہ حنفی کی کتابیں الہامی درجہ سے

بھی کچھ اونچا مقام رکھتی ہیں مثلاً۔

النظر فی کتب اصحابنا من غیر	فقہ حنفی کی کتابوں کو دیکھ لینا ہی رات
سماع افضل من قیام اللیل۔	بھر کی تہجد سے بہتر ہے۔ (در مختار مصری ص۲۹)

الجواب

دین کے مسائل کا علم حاصل کرنا عبادت سے بہتر ہے اس میں ذرا بھر شک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عبادت کا فائدہ صرف عابد کو پہنچتا ہے مگر علم کا فائدہ دنیا کے لوگوں کو پہنچتا ہے اور عالم اس علم کو عام کرتا ہے اس لیے شیطان عالم سے زیادہ ناراض ہوتا ہے جس طرح خواجہ صاحب ناراض ہو رہے ہیں حالانکہ خواجہ صاحب خود لکھتے ہیں اسی لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فقیہ واحد اشد علی	دین کی سمجھ رکھنے والا شیطان پر
الشیطان من الف عابد	ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہوتا ہے
(ترمذی)	(کراچی کا عثمانی مذہب ص۲۹)

پس معلوم ہوا کہ مسئلہ جو فقہ کے متعلق در مختار میں پیش کیا گیا ہے بالکل صحیح ہے بلکہ اس میں نرمی ہے بہتر یوں ہوتا کہ اس طرح کہا جاتا کہ فقہ کے مسائل کو دیکھنا اور مطالعہ کرنا ہزار تہجد سے بہتر ہے۔ شامی ص۲۹ میں ہے۔

اقول هذا اذا كان مع	میں (شامی) کہتا ہوں یہ دیکھنا جب
التفہم لما فی فصول	ہے کہ دیکھ کر مسائل کو سمجھے بھی جیسے
العلامی من المذهب لهم	کہ کتاب فصول العلامی میں ہے کہ
الزيادة على ما يكفيه	جس کا ذہن ایسا ہے کہ وہ اپنے فرض
قد رأت يصلى ليلاً وينظر	کے مسائل مطالعہ سے سمجھ لیتا ہے اور
فی العلم نهاراً فنظره فی العلم	اس کو رات میں تہجد پڑھنے سے بھی بہتر ہے

نھاراً ولیلاً	ہے اور دن کو علم کے مسائل پر نظر کرنی
افضل۔	ہی تو اس کا دن رات علمی مسائل پر نظر رکھنا اور مطالعہ کرنا افضل ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ نمبر ۱۲

فقہ کی کتابوں کا الہامی کتابوں (یعنی قرآن و حدیث) سے درجہ زیادہ بتانا خواجہ صاحب کا خالص جھوٹ ہے نیز در مختار کی عبارت میں صرف دیکھ لینا۔ کا لفظ بڑھانا بھی جھوٹ اور خیانت ہے اسی صفحہ میں اس کی تفصیل شرح میں موجود تھی جس کو خواجہ صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ حالانکہ نظر کرنے سے مراد مطالعہ کر کے مسائل کا سمجھنا ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ آگے لکھا ہے۔

تعلم الفقہ افضل من	کچھ قرآن پڑھ لینے کے بعد فقہ سیکھنا
تعلم باقی القرآن	باقی قرآن سیکھنے سے افضل ہے۔

آگے اس کی شرح میں لکھا ہے۔

تعلم بعض القرآن و	کسی نے کچھ قرآن پڑھ لیا۔ اب اگر
وجد فراغاً فالافضل	اسے فرصت ملے تو اس کے لیے فقہ کے
الاشتغال بالفقہ۔	ساتھ مشغول ہونا زیادہ افضل ہے
(ردالمحتار شامی)	(عوام ص۳)

الجواب

قرآن مجید کے تعلم (سیکھنے) سے مراد قرآن مجید کا حفظ کرنا ہے۔ اگر کوئی آدمی تنہا

قرآن مجید حفظ کرلے کہ نماز میں قراءت کرکے اس کی نماز میں قراءت کا فرض اور واجب ادا ہو جاتا ہے تو ثواب اگر فرصت ملے تو حفظ کرنے باقی قرآن سے مسائل کا جاننا ہو ہے کیونکہ حفظ کرنا قرآن مجید کا فرض عین نہیں ہے اور مسائل کا کسی حد تک معلوم کرنا فرض عین ہے یہی وجہ ہے کہ جاہل حافظ عالم دین کے برابر نہیں ہو سکتا اور شامی کی جو عبارت خواجہ صاحب نے نقل کی ہے اس کے آگے والی عبارت میں یہ وضاحت موجود ہے مگر خواجہ صاحب نے اس کو کاٹ دیا ہے اور پیش نہیں کیا ورنہ ان کی سازش کا سارا مکان ہی گر کر تباہ ہو جاتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے اتنی بڑی خیانت کا ارتکاب کیوں کیا ہے جواب یہ ہے کہ اس نے اپنے آقاؤں کی سنت کو برقرار رکھنا تھا اس لیے وہ ایسا کرنے میں مجبور تھے۔ شامی کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو

فی البزازیة تعلم بعض	بزازیہ میں ہے کہ کسی نے کچھ قرآن پڑھ
القرآن ووجد فراغاً	لیا ہے اور فرصت کو پالیا ہے تو
فالافضل الاشتغال	افضل ہے فقہ کے ساتھ مشغول ہونا
بالفقه لان حفظ القرآن	کیونکہ قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض
فرض کفایة وتعلم	کفایہ ہے اور فقہ کے ضروری
مالابد من الفقه فرض عین	مسائل کا سیکھنا فرض عین
(شامی ج ص)	ہے۔

جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی تھی اس کو قرآن مجید کے متعلق فرمایا:

فان کان معک	پس اگر تیرے پاس قرآن ہے
قرآن فاقرأ	تو پڑھ ورنہ الحمد للہ اللہ اکبر
والا فاحمد اللہ وکبرہ	اور لا الہ الا اللہ پڑھ کر رکوع

وعلّمہٗ شامل کرو۔ (مشکوٰۃ ص۶۷) کر۔

قارئین کرام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ تجھے قرآن مجید یاد نہیں فلہٰذا وضوء کر کے نماز پڑھنا بے کار ہے (معاذ اللہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا یاد کرنا فرض عین نہیں ہے مگر نماز کا پڑھنا فرض عین ہے۔ شامی کی عبارت سے مسئلہ واضح ہو گیا ہے فلہٰذا اب کسی مکار کا مکر و فریب نہیں چل سکتا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۵

خواجہ صاحب نے ردالمختار شامی کا حوالہ دیا ہے حالانکہ علامہ شامیؒ کی کتاب ردالمختار نہیں ہے بلکہ اس کا نام ردّالمحتار ہے یعنی المحتار رحا کے ساتھ ہے

فقہ کا سیکھنا واجب ہے

حدیث شریف میں ہے۔ طلب الفقہ حتم واجبٌ علی کل مسلم رفو: کنوزالحقائق ص۸۲، فقہ کا طلب کرنا ہر مسلمان پر یقینی طور پر واجب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ

خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (حدیث شریف) تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ اس حدیث کے تحت مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

قال الحافظ ان قیل	حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اگر
یلزم ان یکون المقری	یہ اعتراض کیا جائے کہ اس
افضل من الفقیہ قلنا	حدیث سے لازم آتا ہے کہ مقری

لکن ذلک. لما طعن بذالک
کانوا فقہاء النفوس لانہم
کانوا اھل اللسان فکانوا
یدرون معانی القراءت
بالسلیقۃ اکثر مما یدریہا
من بعدھم بالاکتساب فکان
الفقہ لہم سجیۃ فمن کان
فی مثل شانھم شارکھم
فی ذلک لا من کان قارئاً
او مقرئاً محضاً لا یفہم شیئاً
من معانی ما یقرأہ او یقرئہ
(تحفۃ الاحوذی ص۳ تا
ص۵۳).

(قرآن پڑھانے والے) کی شان
فقیہ (دین کے مسائل سمجھنے والے)
سے زیادہ ہے تو ہم جواب میں کہیں
گے ایسا نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں
فقہا کو خطاب کیا گیا ہے جو عربی جاننے
والے تھے اور قرآن کے معانی کے عالم تھے
کیونکہ یہ اپنے اندر سے قرآن کے معانی
کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جو
بعد میں آئے اور محنت سے حاصل کیا پس
فقہ اس میں مضمر ہے پس جو ایسا ہوگا
وہ اس فضیلت میں شامل ہو جائے
گا نہ محض وہ شخص جو پڑھتا پڑھاتا ہے
مگر معانی قرآن سے جاہل ہے۔

خواجہ صاحب معلوم ہوا فقہ کا دشمن ہرگز بہتر اور اچھا شخص نہیں ہو سکتا اس لیے آپ فقہ کی دشمنی سے توبہ کر لیں۔ فقہ کی فضیلت اور فقہاء کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں لیکن یہ مقام اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ فقہاء کی حدیث بعض محدثین کی حدیث سے بہتر ہے امام وکیعؒ کا فیصلہ (معرفۃ علوم الحدیث ص۱۱ و کتاب الاعتبار ص۱۵)۔

امام اعمشؒ کا فیصلہ

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلۃ (جامع بیان العلم ص۱۳۲ ج۲، الخیرات الحسان ص۶۱)؛ اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم محدثین پنساری ہیں۔

امام احمدؒ امام احمدؒ کی خدمت میں ایک سائل نے حرام و حلال کے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحم کرے کسی اور سے پوچھ لے سائل نے کہا حضرت ہم تو آپ سے ہی اس کا جواب پوچھنا چاہتے ہیں امام احمدؒ نے فرمایا:

سل عافاك الله غيرنا	اللہ تعالیٰ تجھے عافیت عطا فرمائے
سل الفقهاء سل ابا ثور	کسی اور سے پوچھ لے فقہاء سے
(تاریخ بغداد ص۶۶ جلد ۶)	پوچھ۔ امام ابو ثورؒ سے پوچھ۔

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ بڑے بڑے محدث بھی اس میں فقہاء کے محتاج ہیں۔ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرنا خالہ جی کا گھر نہیں کہ ہر ننھو پھتو فقہاء پر اعتراض کرتا پھرے اللہ تعالیٰ فتنہ پرور لوگوں کے فتنہ اور فساد سے بچائے آمین۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

فلعنة ربنا اعداد رمل	على من رد قول ابى حنيفه

ترجمہ: جو امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے اس پر ریت کے ذروں برابر خدا کی لعنت ہو۔ (در مختار ص۶۳ جلد ۱)

یہ الگ بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے تین تہائی سے زیادہ مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے (در مختار ص۶۳ جلد ۱) (عوام ص۳)

الجواب

محترم خواجہ صاحب! رد اور اختلاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا تو ایسی جاہلانہ بات نہ کرتے اور پھر اس کے تحت شرح کو بھی پڑھتے کی

تکلیف گوارا کر لیتے تو یہ رسوائی نہ اٹھانا پڑتی۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

ای علی من رد ما قاله	یعنی اس شخص پر لعنت ہو جو امام
من الاحکام الشرعیة	صاحبؒ کے ان اقوال کو جس میں
مختفرا بها فان ذالك	احکام شرعیہ بیان کئے گئے ہیں
موجب للطرد والابعاد	حقارت کے طور پر رد کرتا ہے
لا لمجرد الطعن فی	کیونکہ یہ لعنت و رحمت سے
استدلال لان الائمة	دوری کا سبب ہے مطلق طعن مراد
لم تزل یرد بعضهم	نہیں کیونکہ ائمہ کرامؒ ایک دوسرے
قول بعض ولا بمجرد	کے استدلال کو رد کرتے رہتے ہیں اور
الطعن فی الامام نفسه لان	امام صاحبؒ کی ذات میں بھی مطلق
غایته المحرومیة فلا یوجب	طعن مراد نہیں کیونکہ اس کا انتہائی
اللعن الخ	درجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حرام کا
(شامی ص ۴۴)	مرتکب ہوگا نہ لعنت کا۔

امام اعظمؒ کے گستاخ کا حشر برا ہوتا ہے

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعینؒ سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لیے کتب متعلقہ الماری سے نکالیں اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آ گیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکا یک میرے

سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہو گیا بس اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت صاحب سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ نے منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۔ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑنا بے سود ہے (تاریخ اہلحدیث صـ۲۲۷)

(۲) مولانا میر سیالکوٹی صاحب غیر مقلد تاریخ اہلحدیث صـ۴۲۵ میں عنوان قائم کرتے ہیں استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ بعنوان کے حالات میں صـ۴۳۷ میں لکھتے ہیں آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

(۳) مولانا داؤد غزنوی غیر مقلد کی سوانح میں ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا داؤد (.) نے سامعین (جو اکثر و بیشتر اہلحدیث تھے) کو سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلا وجہ نہیں ہے میں خود دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے (داؤد غزنوی صـ۱۳۷ تا صـ۵۵ مکتبہ غزنویہ ۴ شیش

محل رود لاہور

(۴) ائمہ کرام کا احترام۔ ائمہ کرام کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے درد ناک لہجے میں فرمایا۔ مولوی اسحٰق جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہؒ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو تو امام ابوحنیفہؒ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کے عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ یا خذ بہ العلم انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ (داؤد غزنوی ص۱۳۶ تا ص۱۳۷)

(۵) مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں۔ اور ہمارے مدرسہ کا حال سنئے ایک روز حضرت والد بزرگوار (مولانا عبد الجبار غزنویؒ) کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد صاحب کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہو گیا اس کو حلقہ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا اور فرمائے۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہوگا ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب علم مرتد ہو گیا ہے۔ اعاذنا اللہ من سوء الخاتمہ۔ (داؤد غزنوی ص۳۷۳)

(۶) جناب ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں: ایک مضمون میں اپنے ذہنی موقف کی وضاحت

کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کے بارے جو شخص دل میں سوء ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے (داؤد غزنوی ص۳۷۸)

(۷) مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں (حاشیہ تاریخ اہلحدیث میر سیالکوٹی ص۴۷۸)

خواجہ صاحب! ان واقعات کی روشنی میں شعر فلعنۃ ربنا الخ ہمارے رب کی لعنت ہو۔ کا مطلب سمجھ گئے ہو یا نہیں۔ اگر نہیں سمجھے تو

ع چشمہ آفتاب را چہ گناہ

یہ شعر حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف منسوب ہے (عمدۃ الرعایہ وغیرہ) جو حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں اور استاذ کی بے قدری و بے عزتی کرنے والا شخص مخلص شاگرد کے ہاں مردود شمار کیا جاتا ہے چنانچہ انجیات بعد الممات ص۱۲۶ میں ہے میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس سرہم اور ان کے خاندان کا بہت ادب کرتے اکثر قرآن و حدیث کے ترجمے کے موقع پر فرماتے مجھے اس کا موافق ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے ہیں جس پر کوئی آزاد طبع طالب علم

اگر کہہ دیا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا۔ جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود۔ کیا یہ حضرات گھس کے بیٹے تھے ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے۔ خواجہ صاحب۔ مردود وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کیا جاوے جیسے شیطان مردود اور یہی معنی شعر مذکور کے ہیں تو بتایئے شاہ ولی اللہ صاحبؒ شاہ عبدالعزیزؒ و شاہ محمد اسحٰقؒ کی بہت سی باتوں سے اختلاف کر کے آپ اور آپ کے اساتذہ مردود ہو گئے یا نہ نیز یہ بتائیں کہ شیخ الکل کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ اگر سچی ہے تو پھر اگر یہی بات کوئی حنفی کہہ دے یعنی امام ابوحنیفہؒ و صاحبینؒ کے اقوال پیش کرے اس پر کوئی غیر مقلد شخص اعتراض کر دے کہ ان کی بات حجت نہیں قرآن و حدیث پیش کر و اس کے جواب میں حنفی یہ کہہ دے مردود کیا یہ حضرات قرآن و حدیث کے خلاف کہتے تھے تو اس حنفی کی بات بھی سچی ہو گی یا نہ

ع تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۶

خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ یہ الگ بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے تین تہائی سے زیادہ مسائل میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے۔ (در مختار ص ۲۲ جلد ۱) خواجہ صاحب کا یہ کہنا خالص جھوٹ ہے در مختار میں یہ حوالہ موجود نہیں ہے جھوٹ بولنے میں خواجہ صاحب کو لذت آتی ہے۔

؎ جھوٹ بولنے سے جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کی احناف پر خصوصی شفقت

مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

وأن مخالفتهما إن ما هما غير متعينة حتى بالغ الإمام الغزالي في أنهما خالفا أبا حنيفة في ثلثي مذهبه۔ (مقدمہ شرح وقایہ ص)

یعنی صاحبینؒ کی مخالفت امام صاحبؒ سے مسائل میں بہت زیادہ ہے حتی کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب المنخول میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ امام صاحبؒ کے مذہب کے دو تہائی میں مخالف ہیں۔

المنخول نامی کتاب امام غزالیؒ کی نہیں

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

وكذلك وقع في المنخول المنسوب للامام الغزالي حجة الاسلام ذكر اشياء ومن ذلك وانما قلنا المنسوب لانه لم يصح نسبة جميع ما في هذا الكتاب اليه فيحتمل ان تكون الالفاظ الشنيعة اختلقت عليه بدليل انه مدحه في كتاب احياء علوم الدين المتواتر عنه بما يليق بكمال ابي حنيفة رحمه الله

اور اس طرح المنخول جو امام غزالیؒ کی طرف منسوب کی گئی اس میں بھی ایسی باتیں ہیں جن سے امام اعظمؒ کی توہین لازم آتی ہے اور ہم نے المنخول کو منسوب الی الغزالی اس لئے کہا ہے کہ اس کتاب میں تمام باتیں صحیح نہیں ہیں پس احتمال ہے کہ کسی نے گھڑ کر امام غزالیؒ کے سر تھوپ دی ہوں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام غزالیؒ نے امام اعظمؒ کی تعریف اپنی مشہور و متواتر کتاب احیاء العلوم میں کی ہے جزاہ اللہ خیرا

(الخیرات الحسان ص١٦)	کہ لائق ہے۔

نیز علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ لکھتے ہیں:

وایضاً فان النسخة	اور نیز میں (ابن حجرؒ) نے جو
التی رأیتها مکتوب	نسخہ المنخول کا دیکھا ہے اس
علیها ان هذا الکتاب	پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کتاب تصنیف
تصنیف محمود الغزالی	ہے محمود غزالی کی اور محمود غزالی
ومحمود هذا لیس	یہ امام غزالی وہ نہیں جن کا لقب
بحجة الاسلام ومن	حجۃ الاسلام ہے اور اسی نسخہ
ثمه کتب علی حاشیة	کے حاشیہ پر لکھا ہوا تھا یہ شخص
تلك النسخة هذا الشخص	معتزلی ہے اس کا نام محمود غزالی
معتزلی اسمه محمود الغزالی	ہے یہ امام غزالی نہیں جو حجۃ
ولیس هو حجة الاسلام۔	الاسلام ہے۔

(الخیرات الحسان ص…)

نوٹ: امام غزالیؒ کا نام محمد ہے تو محمود غزالی سے محمد غزالی بنا لیا گیا۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون، غزالی مرحوم کی تشنیعیں احناف حضرات پر بہت سی ہیں یہاں ان میں سے ایک ابھی ذکر ہوا ہے مولانا لکھنویؒ کے حوالہ سے المنخول کا حوالہ غیر مقلدین حضرات نے بھی دیا ہے (دیکھئے فتاویٰ علمائے حدیث ص١٩٥/١١ والاصلاح ص٣٥ مولانا محمد گوندلوی وحقیقۃ الفقہ ص١٢٢) شیعہ حضرات بھی امام اعظمؒ کی تنقیص میں المنخول سے کئی عبارتیں نقل کرتے رہتے ہیں [illegible]

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ امام مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ حنفی ہوں گے (عوام ص٣)

الجواب

خواجہ صاحب نے اس کا حوالہ فقہ حنفی کی کتاب سے دینے کے بجائے خان صاحب بریلوی اور خواجہ غلام فرید صاحب کا نام لے کر حوالہ دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کے دال میں کوئی کالا کالا ہے اور وہ یہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے رد المحتار صفحہ ۲۳ تا صفحہ ۲۴ میں اس حوالہ کی خوب تردید کی ہے مگر مؤلف حقیقۃ الفقہ نے پوری بےحیائی کا مظاہرہ کیا ہے اور حقیقۃ الفقہ صفحہ ۱۴۰ میں اس حوالہ کا ذکر کر دیا ہے اور حضرت خضر حوالہ درمختار صفحہ ۲۳ جلد اول دے دیا ہے حالانکہ درمختار میں خضر علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

شریعت بل خواجہ صاحب نے شریعت بل پر بھی اعتراض کیا ہے جو محض ضد و عناد و خواہش نفسانی کی دلیل ہے کیونکہ خواجہ صاحب کی جماعت اہل حدیث کا ایک گروہ بھی اس کی تائید کرنے والا تھا۔

فقہ حنفی خواجہ صاحب لکھتے ہیں اپبلک لاء ملک میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ ملک کی غالب اکثریت کے عقائد و مسلک کے مطابق فقہ حنفی ہونا چاہیئے (مولانا زاہد الراشدی بحوالہ نوائے وقت ۸۶-۲-۲۴ عوام صفحہ ۷) . خواجہ صاحب بات تو صحیح ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کی فقہ نافذ کرنی چاہیے پہلے تو یہ اس لیے غلط ہے کہ آپ کی جماعت کے چند افراد کسی خاص خاص ضلع میں ہیں اور باقی عظیم پاکستان میں ان کا وجود نہیں دوسرے غیر مقلدین کے علماء نے جو فقہ پیش کی ہے مثلاً فقہ محمدیہ کلاں۔ ہدیۃ المہدی نزل الابرار دلیل الطالب۔ عرف الجادی وغیرہ ان میں ایسے گندے مسائل مذکور ہیں جن کو غیر مقلدین حضرات خود بھی قبول نہیں کرتے تعجب ان حضرات کے اکابر نے یہ گند پیش کیا ہے آن کے اصاغر سے کون سی اچھائی کی امید کی جا سکتی ہے۔

مودودی صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں! افسوس کہ مسلکاً خالص حنفی ہونے کی وجہ سے سید ابوالاعلیٰ مرحوم بھی اسی خیال کے حامی تھے (عوام ص۶۔)

الجواب

خواجہ صاحب! مودودی صاحب نے جو بات کی ہے وہ جمہوری تقاضوں کے مطابق کہی ہے باقی خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ مودودی صاحب خالص حنفی تھے یہ جھوٹ ہے وہ حنفی دیوبندی بریلوی اہلحدیث وغیرہم کو جاہلیت کی پیداوار اور شیطان کی نسل کہتے تھے (دیکھئے خطبات حصہ اول ص۱۲۷ و رسائل مسائل ص۲۵۲ ج ۲ طبع سوم ۱۹۶۲ء) خواجہ صاحب کے استاذ محترم لکھتے ہیں۔ مجھے مولانا مودودی سے تعجب نہیں وہ جب بھی علم کی ان متعارف راہوں سے گزرے انہوں نے ٹھوکر کھائی۔ متعہ کا مسئلہ مسلک اعتدال حیات مسیح۔ دجال وغیرہ میں ان کی جدت طرازیاں کامیاب ثابت نہیں ہوئیں۔ ان کے رہوارِ قلم کی جولانیوں کا میدان دوسرا ہے (فتاویٰ سلفیہ ص۱۲۳) ان کا مسلک اعتدال تھا (لَا إِلَىٰ هٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هٰؤُلَاءِ) اور احناف کے عقائد و مسائل کا اختلاف کرنے والا کیسے خالص حنفی بن سکتا ہے۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۸

فلہذا خواجہ صاحب کا مودودی صاحب کو خالص حنفی لکھنا بھی جھوٹ ثابت ہوا

ع دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید

خضر بھی شاگرد تھے

خواجہ صاحب نے یہ عنوان قائم کرکے جو اعتراض کیا ہے اس کی تردید فتاوی شامی ص۱۴۲ میں موجود ہے۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں۔ "قرآن کی مانند" پھر لکھتے ہیں بالخصوص ہدایہ کی شان میں مقدمہ میں یہ شعر درج ہے ؎

ان الہدایۃ کالقرآن قد نسخت ۔۔۔ ما صنفوا قبلہا من الشرع من کتب

بے شک ہدایۃ قرآن کی طرح ہے اس نے تمام سابقہ مذہبی تصنیفات کو منسوخ کر ڈالا ہے (عوام ص۴۰)

غیر مقلدین کی طرف سے احناف پر یہ اعتراض بار بار کیا جاتا ہے گویا غیر مقلدین کے ہاں یہ بہت وزنی اعتراض ہے حالانکہ حقیقت میں اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں جانا۔ شیخ استاذ مکرم دام مجدہم مقام ابوحنیفہ طبع اول ص۲۳۵ (طبع ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۲ء) میں نتائج التقلید ص۴۴ کے حوالے سے اس اعتراض کو نقل کر کے اس کے جواب سے فارغ ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد جونا گڑھی نے بھی ہدایت محمدی ص۴ میں اس اعتراض کو دھرایا ہے حقیقۃ الفقہ ص۱۹۶ میں بھی اس اعتراض کو بڑی شد و مد سے ذکر کیا گیا ہے اس لئے ہم اس کا اپنے انداز میں جواب دینا چاہتے ہیں۔

الجواب

اصل بات اور متن جس کو بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے ہمارے شیخ مکرم لکھتے ہیں مؤلف مذکور نے جو عبارت نقل کی ہے انتہائی جرأت اور جسارت سے کام لیا ہے کیونکہ اصل الفاظ فی الشرع من کتب نہیں بلکہ فی الفقہ ہی دیکھا ہے یہ یا تو مؤلف مذکور کی اپنی ذاتی تحریف ہے اور یا کہیں کسی رسالے سے غلط لکھا ہوا گھسیٹ دیا ہے۔ (مقام ابوحنیفہ ص۲۳۵) لیکن یہ شعر ہدایہ اخیرین کے مقدمہ ص۳ میں اس طرح موجود ہے جس طرح مولف نتائج التقلید نے پیش کیا ہے۔

مولانا لکھنوی مرحوم کی دوسری خصوصی شفقت احناف پر | مؤلف نتائج التقلید وغیرہ

کی جسارت اور جرأت کے پشت پناہ مولانا لکھنوی مرحوم ہیں مولانا لکھنوی مرحوم نے امام عماد الدینؒ کے دو شعر بحوالہ حاشیہ ھدایہ بعلامۃ الھداد ذکر کرکے پھر لکھتے ہیں۔ ولغیرہ ؎

ان الھدایۃ کالقرآن قد نسخت   ما صنفوا قبلھا فی الشرع من کتب

ترجمہ:۔ اور امام عماد الدینؒ کے سوا کسی اور کا قول ہے کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے۔ بے شک منسوخ کر دیا ہدایہ نے ان کتابوں کو جو اس سے پہلے شریعت کے مسائل میں لکھی گئی ہیں۔

قارئین کرام! مولانا لکھنوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر کسی مجہول شخص کا ہے جس کا نام مولانا کو معلوم نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل الفاظ فی الفقہ کے تھے جس کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ ہدایہ نے فقہ حنفی کی ان کتابوں کو جو اس سے پہلے لکھی گئی تھیں منسوخ کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ ان میں ایسے دلائل عقلیہ موجود نہیں تھے جیسا کہ ہدایہ میں تھے اس لیے ہدایہ نے اس سے بے نیاز کر دیا ہے سادہ قرآن مجید پہلی کتابوں توراۃ زبور انجیل کو منسوخ کر دیا تھا فلہٰذا اس تشبیہ میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور اگر فی الشرع کا لفظ ہو تب بھی اس سے مراد شریعت کے مسائل فقہیہ ہی مراد ہوں گے مگر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اصل لفظ فی الفقہ کے ہیں۔

ٹھوس ثبوت

مولانا مرزا حیرت دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ہدایہ کی نسبت حاجی خلیفہ یہ لکھتا ہے۔ ہدایہ نے اپنی سابق کی فقہی کتابوں کو اس طرح منسوخ کر دیا۔ جس طرح قرآن نے نازل ہو کے گذشتہ انبیاء کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اس کے فقہی قواعد کو یاد کرے کیونکہ زندگی میں بھی قواعد اس کی رہنمائی کریں گے (حیات طیبہ ص۳۹۸ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

پس عبارت ہذا سے ثابت ہوا کہ مولانا لکھنوی مرحوم نے فی الشرع کا لفظ لکھ کر احناف پر خصوصی شفقت کا مظاہرہ کیا ہے اور غیر مقلدین حضرات نے بھی مولانا ہی کے

حوالہ سے اپنا کام چلایا ہے دیکھئے حقیقۃ الفقہ۔ ہدایت محمدی اور خواجہ کی عوام ساتی سی بات تھی جس کو جنگ بنا دیا گیا۔

ہدایہ اور اس کے مؤلف کا مقام

مولانا لکھنوی مرحوم لکھتے ہیں۔

(۱) صاحب الهداية كان	صاحب ہدایہ امام ہیں فقیہ ہیں
إماما فقيها حافظا محدثا	حافظ محدث مفسر جامع علوم
مفسرا جامعا للعلوم	ضابط للفنون متقن (مضبوط)
ضابطا للفنون متقنا	محقق نظار (مناظر اعلیٰ درجہ)
محققا نظارا زاهدا ورعا	زاہد ورع (پرہیزگار) بارع
بارعا فاضلا ماهرا أصوليا	(بلند اقران سے) فاضل ماہر
أديبا شاعرا لم تر العيون	اصولی ادیب شاعر ہے علم و ادب
مثله في العلم والأدب	میں ان جیسا آنکھوں نے نہیں دیکھا
وله اليد الباسطة في الخلاف	اختلافی مسائل میں ان کا ہاتھ کشادہ
والباع الممتد في المذهب	ہے اور مذہب میں ان کے معلوم
تفقه على الأئمة المشهورين	بارہ چلے ہوئے ہیں مشہور اماموں سے
(الفوائد البهية ص۱۴۱)	صاحب ہدایہ نے فقہ کے مسائل سیکھے ہیں

(۲) حافظ عبدالقادر القرشی الجواہر المضیئہ میں صاحب ہدایہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی العلامۃ المحقق (مقدمہ نصب الرایہ ص۱۳)

(۳) خواجہ صاحب کے استاذ محترم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی لکھتے ہیں۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ علامہ کاسانی مؤلف البدائع والصنائع اور علامہ سرخسی قاضی خان لیسکی ابن قدامہ، ابن تیمیہ۔ علامہ ابواسحٰق، ابراہیم بن علی بن یوسف صاحب مہذب

اس طرح زرقانی۔ اور باجی۔ ابن رشد۔ شاطبی وغیرہم سب اپنے ائمہ کے مذاہب کو حدیث کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں ان کے طریق استدلال سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر ان کے محقق ہونے میں شبہ نہیں کیا جاسکتا (تحریک آزادی فکر صفحہ ۱۹۱)

(۴) مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد فرماتے ہیں۔ اور بصورت فقدان نص اجتہاد کی ضرورت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے شریعت اسلامی عالمگیر اور تا قیام قیامت قائم نہ رہ سکے گی۔ اور یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ فقہ حنفی میں کتاب ہدایہ میں مسائل فقہیہ کی اسناد میں روایات سے جو ثبوت پیش کیا ہے اور ان کی تائید میں اصولی و معقولی باتیں سمجھائی ہیں۔ اس میں امام برہان الدین مرغینانی مصنف ہدایہ کی سعی معاذ اللہ بے سود گنی جائے گی اور یہ بات سوائے کسی جاہل اور بے سمجھ کے کون کہے گا (تاریخ اہلحدیث صفحہ ۱۴۰)

(۵) غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے پچاس ساٹھ برس سے زیادہ اپنے ذمہ صرف قرآن وحدیث اصول حدیث اور ہدایہ کو خاص کر لیا تھا (الحیات بعد الممات صفحہ ۱۴۲)

(۶) علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ۔ مؤلف ہدایہ کی بے حد تعریف کرتے تھے آپ سے کسی عالم نے پوچھا فتح القدیر شرح ہدایہ جیسی کتاب آپ تصنیف کرسکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا ہدایہ جیسی کتاب تحریر کرسکتے ہیں تو انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ ہدایہ جیسی چند سطریں بھی میں نہیں بناسکتا۔

(مقدمہ نصب الرایہ صفحہ ۱۲)

راقم الحروف کی پہلی حالت

راقم الحروف طالب علمی کے دور میں جب ہدایہ پڑھتا تھا اور صاحب ہدایہ جہاں حدیث پیش کرتے ہیں تو بعض مقامات میں وہاں بین السطور لکھا ہوتا تھا ہذا

حدیث راقم اس کے متعلق استاد سے پوچھتا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو وہ فرماتے تھے کہ یہ حدیث کتب حدیث میں نہیں ملی تو راقم حیران ہو جاتا تھا کہ جب حدیث کی کتابوں میں حدیث نہیں تو صاحب ہدایہ کس طرح پیش کر دیتے ہیں مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کا حاشیہ اور بین السطور پڑھ کر راقم الحروف کافی حد تک صاحب ہدایہ کے متعلق یہ نظریہ قائم کر چکا تھا کہ صاحب ہدایہ کو فن حدیث سے کوئی تعلق نہیں (معاذ اللہ) یہ تو مولانا لکھنوی کے حاشیہ کا فیض تھا اور جب حافظ ابن حجرؒ کے الدرایہ کا مطالعہ کیا تو اس میں حافظ صاحبؒ بعض اوقات فرما جاتے ہیں لم اجدہ کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی اور پھر نصب الرایہ علامہ زیلعیؒ کا مطالعہ کیا تو اس سے پتہ چلا کہ صاحب ہدایہ نے جو احادیث ہدایہ میں بیان کی ہیں وہ اکثر احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں صرف چند احادیث ایسی ہیں جو نہیں مل سکیں علامہ عینیؒ و حافظ ابن ہمامؒ کو بھی وہ احادیث نہیں مل سکیں راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوا کہ چند چیزیں جو ان حضرات کو نہ مل سکی تھیں اس عاجز کو حدیث کی کتابوں سے مل گئی ہیں اس سے صاحب ہدایہ کا وقار راقم الحروف کے دل میں بہت بڑھ گیا ہے۔

وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کسی ستم ظریف کا مقولہ ہے اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں۔ اس ٹوٹکے کو حنفی علماء نے پیٹ بھر کر آزمایا ہے۔ انہوں نے فقہ حنفی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔ جیسے منزل من اللہ قرآن و حدیث نہ ہوں بلکہ قدوری اور ہدایہ ہوں۔ یہ ان کا تکیہ کلام ہے کہ فقہ حنفی کی کتابیں قرآن و حدیث کا نچوڑ ہیں عطر ہیں۔ عرق ہیں خلاصہ ہیں ست ہیں حاصل ہیں وغیرہ۔ اب قرآن و حدیث کو پڑھنے کی ضرورت نہیں نہ انہیں نافذ کرنے کی ضرورت ہے فقط فقہ حنفی کو نافذ

ہونا چاہیے یہی قرآن و حدیث ہے (عوام ص۵)

الجواب

خواجہ صاحب نے جو مقولہ ذکر کیا ہے کہ، اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں۔ اس پر خود خواجہ صاحب کا عمل ہے اور اس مقولہ کے تحت خواجہ صاحب نے عمل کرتے ہوئے یہ جھوٹا رسالہ لکھا ہے جو قارئین کے پیش نظر ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۵

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ اب قرآن و حدیث کو پڑھنے کی ضرورت نہیں الخ

یہ خواجہ صاحب کا خالص جھوٹ ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) علماء احناف نے ہمیشہ قرآن و سنت پر عمل کیا ہے اور پاکستان کی اسمبلی میں ہمیشہ یہی مطالبہ ہوا کہ قرآن و سنت کو نافذ کرو چنانچہ سنہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہی بات منظور ہوئی اور شریعت بل میں بھی قرآن و سنت کے نافذ کرنے کا مطالبہ موجود ہے خواجہ صاحب کا اتنا بدترین جھوٹ بولنا ان کے بددیانت ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں "گھر کے بھیدی"۔ اس کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ فقہائے حنفیہ کا تعلق حدیث سے ہمیشہ ہی کم رہا ہے (عوام ص۵)

الجواب

خواجہ صاحب نے اسی صفحہ میں پھر فتاوی شامی کا نام رد المختار۔ خاء کے ساتھ لکھا ہے اور اس کی تردید پہلے ہم کر چکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو کبھی تو غیر مقلدین حضرات غیر مقلد لکھ دیتے ہیں اور کبھی حنفی اور گھر کا بھیدی (العجب ثم العجب) خواجہ صاحب امام اعظم و صاحبین کے بعد احناف حضرات کے دو گروہ ہیں (۱) فقہیوں کا

(۲) فقہاء کا۔ محدثین میں شمار ہوتا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ القاضی البصری امام ابویعلی الموصلیؒ (صاحب مسند ابویعلی) امام وکیعؒ (شیخ الشافعیؒ) امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ۔ ملک الحفاظ امام یحییٰ بن معینؒ امام طحاویؒ۔ امام ابوالبشر الدولابی (صاحب کتاب الکنیٰ) امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ علامہ زیلعیؒ حافظ ابن ہمامؒ علامہ ماردینیؒ (صاحب الجوہر النقی) علامہ عینیؒ محدث علامہ محمد طاہر پٹنیؒ محدث علی المتقی (صاحب کنز العمال) وغیرہم اور فقہاء کرام میں پھر دو گروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جو حدیث کے دلائل سے بھی واقف ہے دوسرا وہ ہے جو واقف نہیں یا وقوف کمزور ہے فلہذا اس سے مطلقاً احناف مراد نہیں کہ وہ بالکل حدیث سے ناواقف ہیں۔

اسی طرح محدثین کرامؒ کے بھی کئی گروہ ہیں۔

(۱) جھوٹی اور سچی حدیثوں میں تمیز کر سکنے والے۔

(۲) جھوٹی اور سچی حدیثوں میں تمیز کر سکنے کے باوجود ہر قسم کی رطب ویابس روایات میں تمیز نہ کر سکنے والے۔ جب محدثین کرام ایک درجہ کے نہیں ہو سکتے تو فقہاء کرام کس طرح ایک درجہ کے ہو سکتے ہیں۔ جب ادنیٰ درجے کے محدثین کے عیوب کا الزام اعلیٰ درجے کے محدثین پر نہیں لگایا جا سکتا تو ادنیٰ درجے کے فقہا کا الزام اعلیٰ درجے کے فقہاء پر کیسے لگایا جا سکتا ہے البتہ محروم البصیرت شتر بے مہار آدمی اگر ایسا نتیجہ اخذ کرتا ہے تو اس کا قصور بھی نہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی خصوصی شفقت ۲

علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

وهو حنفي شيخ لمحمد	شیخ علی متقی حنفی ہیں محدث
طاهر صاحب مجمع البحار	محمد طاہر مؤلف مجمع البحار کے
وهو ايضاً حنفي كما صرح	شیخ ہیں اور محدث محمد طاہرؒ بھی
به هو بنفسه في	حنفی ہے جیسا کہ اس نے خود
رسالة خطية وسها	اپنے ایک قلمی رسالہ میں صراحت
مولانا عبد الحی رحمه الله	سے لکھا ہے مولانا عبدالحیؒ کا
تعالیٰ حيث عدّه من	ان کو شافعیوں میں شمار کرنا
الشافعية ومن مصنفات	سہو ہے اور ان کے شیخ کی تصنیفات
شيخه (كنز العمال)	میں سے کنز العمال (حدیث میں)
(فيض الباري ص۴۲۳ ج۱)	ہے۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ حنفی ہدایہ وغیرہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لا يعتمد على الاحاديث	فقط ان کتابوں میں مذکور ہونے
المنقولة فيها اعتماداً كلياً	کی وجہ سے احادیث پر پورا
ذلك يجزم بورودها	اعتماد اور یقین نہیں کر لینا

ولتبرتها بمجرد وقوعها	چاہیے کیونکہ بہت سی معتبر
فیها فکم من احادیث ذکرت	کتابیں موضوع روایات سے
فی الکتب المعتبرة وهی موضوعة	پڑ ہیں۔

(مقدمہ عمدۃ الرعایہ مطبع یوسفی ص ۱۳ (ع و م ص ۶)

الجواب ۔

روایات کا پرکھنا محدثین کرامؒ کے اصولوں کے مطابق یہ الگ فن ہے صحاح ستہ کی بعض کتب میں بھی بعض جھوٹے اور وضاع قسم کے راوی موجود ہیں جن کی نشاندہی ہم کبھی کریں گے (انشاء اللہ تعالیٰ) تو کیا آپ کے اصول کے مطابق جو آپنے اپنے غیر مقلدین بھائیوں یعنی منکرین حدیث سے لیا ہے صحاح ستہ کا اعتبار نہیں ہو گا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) مولانا لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں:

وبعض الشافعیة طعنوا علی	اور بعض شافعیوں نے صاحب
صاحب الهدایة بانه اورد	ہدایہ پر طعن کیا ہے کہ اس نے
فیها الاحادیث التی لیست	ہدایہ میں ایسی احادیث کا ذکر کیا
بتلک وحال هذا الاعتراض	ہے جو صحیح نہیں یہ اعتراض کرنا
الوقوف بجلالة قدره	ان کا محض عدم واقفیت کی
وعدم الاطلاع علی	بناء پر ہے کہ وہ صاحب ہدایہ
فخامة علمه وقد خرج	کی قدر و علمیت کا مقام معلوم نہ
احادیثه الشیخ محی الدین	کرسکے حالانکہ صاحب ہدایہ کی
عبد القادر بن محمد القرشی	حدیثوں کی باقاعدہ تخریج کی
المصری وسماه العنایه	ہے شیخ محی الدین عبد القادر
بمعرفة احادیث الهدایه	بن محمد القرشی المصریؒ المتوفی سنہ ۷۷۵ھ

وتوفی سنۃ خمس وسبعین
وسبعمائۃ والشیخ علاء
الدین وسماہ الکفایۃ
فی معرفۃ احادیث
الھدایۃ والشیخ جمال الدین
بن عبد اللّٰہ ابن یوسف
الزیلعی سماہ نصب الرایہ
لاحادیث الھدایہ ولخصہ
احمد بن علی بن
حجر عسقلانی المتوفی
سنۃ اثنتین وخمس
وثمان مائۃ وسماہ
الدرایہ فی منتخب
احادیث الھدایہ کذا فی
کشف الظنون۔
(مقدمہ ھدایہ اخیرین ص۳)

نے اور نام رکھا اس کتاب
کا العنایہ بمعرفۃ احادیث
الہدایہ اور تخریج کی ہے
شیخ علاء الدینؒ نے اور نام رکھا
اس کا الکفایۃ فی معرفۃ احادیث
الہدایہ اور شیخ جمال الدین بن
عبد اللہ علامہ زیلعیؒ نے اس
کا نام نصب الرایہ رکھا اور
نصب الرایہ کا خلاصہ کیا حافظ
ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ
نے اور نام رکھا اس کا الدرایۃ
جیسا کہ کشف الظنون
میں ہے۔

مولانا لکھنویؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہدایہ کی احادیث حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور اس کی باقاعدہ محدثین کرامؒ نے تخریج کی ہے اور شافعیہ کا طعن صاحب ہدایہ پر درست نہیں۔

ے یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی
زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کچھ تو پوچھو سوال کیا ہے

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب مولانا لکھنوی کا حوالہ باین الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں۔

ومن الفقہاء من لیس	ان فقہاء کو صرف فقہی مسائل
لہم حظ الا ضبط المسائل	اکٹھے کرنے سے دلچسپی تھی بغیر اس کے
الفقہیۃ من دون المہارۃ	کہ انہیں علم حدیث کی بھی کچھ مہارت اور
فی الروایات الحدیثیۃ۔	تجربہ ہو۔

(ایضاً ص۱۲) (عوام ص۶ تا ص۸)

الجواب

خواجہ صاحب جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے من الفقہاء کا ترجمہ آپ نے بالکل غلط کیا ہے من الفقہاء کا ترجمہ ان فقہاء نہیں جیسا کہ آپ نے ترجمہ کیا ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہیں فقہاء میں سے بعض ایسے ہیں کیونکہ من تبعیضیہ داخل ہے تو مطلب یہ ہوا کہ بعض فقہاء ایسے ہیں نہ کل فقہاء ایسے ہیں جیسا کہ آپ نے ترجمہ میں گڑبڑ کر کے تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ نمبر ۹

یہ خواجہ صاحب کا جھوٹ نمبر ۹ ثابت ہوا (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب نے مولانا لکھنوی سے ایک حوالہ نقل کیا ہے جس کا ترجمہ خواجہ صاحب نے یوں کیا ہے۔ صاحب ہدایہ کو دیکھو جو جلیل القدر حنفیوں میں سے ہیں اور رافعی شارح وجیز کو دیکھو جو بزرگ شافعیوں میں سے ہیں باوجود اتنے مشہور اور قابل اعتماد ہونے کے انہوں نے اپنی کتابوں میں ایسی روایات درج کر دی ہیں جن کا نام ونشان تک نہیں تھا شیخ عبدالحق حنفی دہلوی فرماتے ہیں، مصنف ہدایہ ضعیف مدخیں بیان

کرتے ہیں غالباً انہیں علم حدیث سے کوئی سروکار نہیں تھا (شرح سفر السعادہ) عوام ص۷

الجواب

مصنف ہدایہ کے متعلق ایسی بات کہنا درست نہیں صاحب ہدایہ کی چند روایتیں ایسی ہیں جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کو نہیں مل سکیں باقی سب ذخیرہ احادیث کا مشہور کتابوں میں موجود ہے اور جو روایتیں ابن حجرؒ وغیرہ کو نہیں مل سکیں ان میں سے بھی بعض راقم الحروف کو مل گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ہدایہ بلند پایہ محدث ہے بلکہ حافظ الدنیا ہے۔ باقی رہا ضعیف حدیثیں بیان کرنا تو اگر اس سے یہ مراد ہو کہ صاحب ہدایہ نے تمام حدیثیں یا اکثر حدیثیں ضعیف بیان کی ہیں تو یہ بالکل غلط ہے اور اگر اس سے یہ مراد ہو کہ بعض حدیثیں ضعیف بیان کی ہیں تو یہ درست ہے مگر کیا کیا جائے کہ بعض حدیثیں تو صحاح ستہ میں بھی ضعیف ہیں تو کیا صحاح ستہ والوں کو علم حدیث سے کوئی سروکار نہیں تھا۔
(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب ملا علی قاریؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ ہدایہ میں اوہام کی کثرت ہے جن کا ذکر علامہ عبد القادر حنفی نے اپنی کتاب عنایہ میں بھی کیا ہے (طبقات، بحوالہ الفوائد البہیہ مطبع یوسفی ص۴۲، عوام ص۷)

الجواب

خواجہ صاحب جب ملا علی قاریؒ و علامہ عبد القادر حنفیؒ وغیرہما نے ان اوہام کو بیان کر دیا ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے ان کے بیان کرنے یا اشارہ کرنے کی شاید سستی شہرت مطلوب ہوگی محترم! غلطی کا ہو جانا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات ہے مثلاً ایک حافظ قرآن مجید تراویح میں سناتا ہے اس کو غلطی لگ جاتی ہے مگر دوسرا حافظ اس غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو وہ غلطی رواج نہیں پا سکتی اسی طرح جہاں صاحب ہدایہ سے غلطی ہوئی ہے اس پر تنبیہ کر دی گئی ہے اس پر عمل حنفیوں نے نہیں کیا فلتبہ

آپ کا یہ شر انگیز بیان قابل مذمت ہے

حفاظ حدیث سے اغلاط کا صدور

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

فليس من شرط الثقة	پس ثقہ راوی کی یہ شرط نہیں کہ
ان لا يغلط ابداً فقد	اس سے غلطی کا کبھی صدور نہ
غلط شعبة و مالك	ہوا ہو بے شک امام شعبہ و
و ناهيك بهما ثقة و	مالک سے بھی غلطی کا صدور ہوا ہے
نبلا۔	اور ان کا ثقہ و جلیل القدر ہونا تجھے
(سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۲۴۶)	کافی و مسلم ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

فارني اماماً من الكبار	مجھے بڑے محدثین ائمہ میں سے
سلم من الخطاء والوهم	کوئی ایسا امام دکھاؤ جس سے
فهذا شعبة وهو في	وہم اور خطا نہ ہوئی ہو یہ شعبہ
الذروة له اوهام وكذلك	چوٹی کے محدث ہیں اور ان سے کئی
معمر والاوزاعي ومالك	اغلاط ہوئے ہیں اور اسی طرح معمر
رحمة الله عليهم۔	اور اوزاعی و امام مالک سب سے
(سیر اعلام النبلاء ج۷ ص۳۶)	اوہام و اغلاط ہوئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے یہاں تک فرما دیا ہے۔

من لا يخطئ في الحديث	جو محدث حدیث میں غلطی نہیں
فهو كذاب۔	کرتا وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا)
(الکامل لابن عدی ج۱ ص۱۱۳)	ہے۔

امام بخاریؒ امام بخاریؒ جرح کے مقتدٰی ہیں مگر ان سے بھی بہت سے اوہام و اغلاط ہوئے ہیں۔ تاریخ کبیر میں راویوں کے سلسلہ میں جو اُن سے اوہام واقع ہوئے ہیں اس پر امام ابو حاتمؒ نے کڑی نکتہ چینی کی ہے حتی کہ ان کے بیٹے عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ نے ان اغلاط کو خطاء البخاری کے نام سے کتاب مرتب کر کے جمع کر دیا ہے اور دوسرے ائمہ رجال نے بھی موقعہ بموقعہ ان اغلاط پر تنبیہ کی ہے۔

وہم ۱ : حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :

نافع بن الحارث. حدثنا عنه زياد بن المنذر قال البخاري لم يصح حديثه وهو كوفي (الى) ولكن قول البخاري ههنا انه كوفي يرد عليه لان ابا داؤد بصري (لسان الميزان ص ۱۴۵ ج ۶)	نافع بن الحارث ابو داؤد ایک راوی ہے اس سے زیاد بن المنذر راوی نے حدیث بیان کی ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں یہ کوفی ہے لیکن امام بخاریؒ کا اس مقام پر اس کو کوفی کہنا مردود ہے کیونکہ ابو داؤد بصری ہے کوفی نہیں

وہم ۲ : امام بخاریؒ نے ایک راوی محمد بن عمران نامی پر جرح کی ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں :

كذا سماه البخاري وهو احمد بن عمران (ميزان الاعتدال ص ۴۲ ج ۲)	امام بخاریؒ نے اس کا اس طرح نام لیا ہے حالانکہ اس کا نام احمد بن عمران ہے۔

وہم ۳ : ایک راوی ہے حرام بن حکیم جو ایک حدیث ذکر کرتا ہے لیکن

درجے والے ایک راوی نے اس حدیث کی دوسری سند میں غلطی سے اس کا نام حرام
بن معاویہ کہہ دیا ہے، تو امام بخاریؒ نے ان کو دو مرد الگ الگ سمجھ کر دو راوی سمجھ
لئے ہیں چنانچہ علامہ محمد احمد شاکر غیر مقلد فرماتے ہیں :

فظنهما البخاری رجلین
قال الخطیب و وهم
البخاری فی فصله بین
حرام بن حکیم و بین
حرام بن معاویة لانه
رجل واحد (تعلیقات
شاکر علی الترمذی ص۹۳)

امام بخاریؒ نے ان کو دو شخص سمجھ
لیا ہے خطیب بغدادیؒ فرماتے
ہیں کہ حرام بن حکیم و حرام بن معاویہ
کے الگ کرنے اور دو راوی سمجھنے
میں امام بخاریؒ سے بھول ہوئی ہے
کیونکہ یہ ایک شخص
ہے۔

وہم ۲ ؛ عطاءؒ فرماتے ہیں ،

قال عطاء التی کانت
رسول الله صلی الله
علیه وسلم لا یقسم لها
بلغنا : انها صفیة وکانت
آخرهن موتا ماتت
بالمدینة متفق علیه
و قال رزین قال غیر
عطاء هی سودة وهو اصح
(مشکوٰۃ ص۲۷۸)

عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ زوجہ
جس کی آپ باری مقرر نہیں کرتے
تھے وہ صفیہؓ تھیں اور سب
ازواج مطہرات میں سے آخر
میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں (بخاری
و مسلم) اور محدث رزینؒ نے کہا
کہ عطاءؒ کے علاوہ دوسرے حضرات
سودہؓ کے متعلق کہتے ہیں اور یہی
زیادہ صحیح ہے۔

اسے بخاری ومسلم کی روایت میں دو وہم واقع ہوئے ہیں۔

(۱) حضرت صفیہؓ کی باری مقرر نہیں تھی۔

(۲) اور یہ کہ حضرت صفیہؓ سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔ حالانکہ صحیح یوں ہے کہ حضرت سودہؓ کی باری مقرر نہیں تھی کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی تھی اور حضرت صفیہؓ آخر میں فوت نہیں ہوئی کیونکہ وہ ۵۰ھ میں فوت ہوئی ہیں جبکہ حضرت سودہؓ ۵۵ھ میں اور حضرت عائشہؓ ۵۷ھ میں حضرت ام سلمہؓ ۶۲ھ میں فوت ہوئیں۔

وہم ۵: بخاری شریف ص ۴۸۹/۱ میں ہے۔ عن مجاھد عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسی وموسی (الحدیث) ابن عمر لکھا گیا ہے اور بخاری شریف کے تمام نسخوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے حالانکہ ابن عمر کے بجائے ابن عباس صحیح ہے دیکھئے فتح الباری وعینی وغیرہ۔

وہم ۶: بخاری شریف ص ۱۹۱/۱ میں حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعض ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم میں سے پہلے کون آپ کو ملے گا آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ تم میں سے لمبا ہوگا تو ازواج مطہرات نے لکڑی لے کر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے اور سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا ہوا بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ اس لمبائی سے مراد صدقہ خیرات کرنا ہے اور حضرت سودہؓ ہم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے جا ملیں اور صدقہ و خیرات کے ساتھ بہت رکھتی تھیں۔ امام بخاریؒ نے اسی سند سے یہ حدیث تاریخ صغیر ص ۲۸ میں بھی ذکر فرمائی ہے اور اس سے پہلے ایک سند سے یوں بیان فرمایا ہے:

حدثنا یحیی بن سلیمان ۔۔۔ کہ سعید بن ابی ہلال کہتا ہے

ثنا ابن وهب عن عمرو عن سعيد ابن ابی هلال قال توفيت سودة زوج النبی صلی الله عليه وسلم فی زمن عمر۔

کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی ہے۔

لیکن یہ سند منقطع ہے کیونکہ سعید بن ابی ہلال کی ولادت سنہ ۷۰ھ میں ہے (تہذیب ص ۹۵ ج ۴) جس نے حضرت عمرؓ کا دور تو کجا حضرت امیر معاویہؓ کا دور بھی نہیں پایا اس لیے یہ روایت قابل اعتماد نہیں امام بخاریؒ نے اسی تاریخ صغیر کے اسی صفحہ پر اس سے پہلے متصل سند سے بیان کیا ہے۔

ان عبد الرحمن بن ابزی اخبره انه صلی مع عمر علی زينب يعنی ابنة جحش فكانت اول نساء النبی صلی الله عليه وسلم موتا بعده۔

حضرت عبد الرحمن بن ابزیؓ فرماتے ہیں کہ اس نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حضرت زینب بنت جحش کا جنازہ پڑھا پس یہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلی زوجہ مطہرہ تھیں وفات کے لحاظ سے

یہ سند متصل ہے اور اہل سیر کے موافق ہے تاریخ صغیر کے حاشیہ پر غیر مقلد محشی مولانا عبد الشکور اثری صاحب لکھتے ہیں:

وقع هذا الحديث فی كتاب الزكوة من البخاری ايضاً لكن فی رواية مسلم مصرح انها زينب وهو المعروف عند اهل العلم وعليه

بخاری کتاب الزکوۃ میں بھی یہ حدیث موجود ہے لیکن مسلم کی روایت میں صراحۃً موجود ہے کہ سب سے پہلے فوت ہونے والی ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب ہیں اور اہل

الاتفاق اهل السیر مصرح — علم کے ہاں یہی مشہور ہے اور اسی پر
به النووی وسبقه الی — اہل تاریخ کا اتفاق ہے امام نووی نے
نقل الاتفاق ابن بطال۔ — اسکی تصریح کی ہے اور اس سے پہلے
ابن بطال نے۔

وہم ۷: بخاری شریف کتاب الطلاق ص ۷۹۱ ج ۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور اس نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ حضرت سودہؓ کو ملا کر حضرت حفصہؓ کے خلاف پارٹی بنائی۔ حالانکہ یہ روایت درست نہیں اور بخاری ص ۷۹۲ ج ۲ میں بھی اس طرح غلط منقول ہے حالانکہ صحیح یوں ہے کہ حضرت عائشہ کی پارٹی میں حضرت حفصہؓ شامل تھیں بلکہ اصل پروگرام بنانے اور سوچنے والی ہی یہی دو تھیں اور شہد کا شربت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کے گھر پیا تھا دیکھئے صحیح بخاری ص ۷۹۲ ج ۲ نیز ان دو پارٹیوں کا ذکر بخاری ص ۲۵۱ ج ۱ میں بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ شربت پینے کا واقعہ حضرت حفصہؓ کے گھر نہیں ہوا تھا۔

وہم ۸: بخاری شریف ص ۲۸۵ ج ۱ میں ہے۔
حتی اتی سوق بنی — یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ
قینقاع فجلس بفناء — علیہ وسلم بازار بنی قینقاع میں
بیت فاطمة۔ — تشریف لے گئے پس حضرت فاطمہؓ
کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا گھر سوق بنی قینقاع میں نہیں تھا امام مسلم نے صحیح روایت کیا ہے ثم انصرف حتی اتی فناء فاطمة (صحیح مسلم ص ۲۸۳ ج ۲) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوق قینقاع سے واپس آ

کہ حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں تشریف لائے۔

وہم ۹ : بخاری شریف ص ۵۷۳/۲ میں ہے۔

قتل حمزۃ طعیمۃ بن عدی	کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی
بن الخیار۔	بن الخیار کو قتل کیا تھا۔

الخیار غلط ہے صحیح یوں ہے طعیمۃ بن عدی بن نوفل چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ وھو وھم والصواب ابن نوفل کما سیأتی فی غزوۃ احد ۱۲ فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری: یہ غلطی ہے درست یوں ہے کہ بن عدی بن نوفل ہے جیسا کہ عنقریب غزوہ احد میں اس کا ذکر آئے گا۔

وہم ۱۰ : امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص ۶۴۹/۲ میں حضرت ابن عمرؓ سے نِسَاۗؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ کی تفسیر میں نقل کیا ہے قال یأتیھا فی کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ عورتوں کی دبر فی جائز ہے (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اور خود امام بخاریؒ نے مارے شرم کے فی کے آگے دُبُرِھا کا لفظ نہ ذکر کرکے جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ابن عمرؓ کی روایت غلط تھی تو اس کا ذکر امام بخاریؒ نے کیوں کیا ہے اگر صحیح تھی تو پھر دبر کے لفظ چھوڑنے اور شرم اور عار محسوس کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جب کہ امام بخاریؒ بہت سے مقامات میں اس قسم کے الفاظ ذکر کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے مثلاً

(۱) صحیح بخاری ص ۳۷۸/۱ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عروہ کافر کو یوں کہا تھا: امصص بظر اللات (لات بُت کے بظر کو چوس) علامہ قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں البظر بفتح الباء وسکون الظاء المعجمۃ قطعۃ تبقی بعد الختان فی فرج المرأۃ (قسطلانی ص ۲۶۲/۲) بظر اس ٹکڑے کو کہتے ہیں

جو عورت کی شرمگاہ میں غسل کرنے کے بعد باقی رہ جاتا ہے۔

(۲) حضرت عبدالرحمن بن زبیر کے واقعہ میں ہے کہ اس کی عورت نے اپنے خاوند کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کرتے ہوئے کہا

وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ   نہیں ہے اس کے پاس مگر مثل

الْهُدْبَةِ (صحیح بخاری ص۸۶۲)   ہدبہ کے۔

ھدبہ کہتے ہیں کہ کپڑے کے کنارہ کو لپیٹا جائے جب اس کو کھڑا کیا جائے تو نیچے گر جاتا ہے تو اس عورت نے اپنے خاوند کے آلہ تناسل کو ہدبہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن زبیر نے اس عورت کے جواب میں کہا كَذَبَتْ وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَأَنْفُضُهَا نَفْضَ الْأَدِيمِ وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيدُ رِفَاعَةَ (صحیح بخاری ص۸۶۲) اس عورت نے جھوٹ بولا ہے خدا کی قسم یا رسول اللہ میں اس کو ایسے جھنجوڑتا ہوں جیسے چمڑے کو دباغت کے وقت نچوڑا جاتا ہے لیکن یہ نافرمان ہے رفاعہ پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے۔

(۳) صحیح بخاری ص۱۰۹۵ ج۲ میں ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں:

فَنَأْتِي عَرَفَةَ تَقْطُرُ   پس عرفہ کو ہم اس حالت میں

مَذَاكِيرُنَا الْمَذْيَ۔   آئے کہ ہمارے آلہ تناسل مذی بہا رہے تھے

ان چند مثالوں سے ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ اس قسم کے خطرناک الفاظ کے بیان کرنے سے ہرگز نہیں گھبراتے اور اس مقام میں دبر کے لفظ بیان کرنے سے جو گھبرا رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی دبر زنی کرنا بے حیائی کا کام ہے للہذا اس فعل ناپسندیدہ سے گھبرا رہے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے امام بخاریؒ کس چیز کی تعلیم دے رہا ہے

ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک حنفی نے اہلحدیث لڑکی سے نکاح کیا وہ لڑکی ہر وقت خاوند کو بخاری شریف پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی رہتی تھی ایک دفعہ

خاوند نے اس لڑکی کو کہا کر آج ذرا اُلٹی لیٹ جا میں نے تیری دبر زنی کر کے بخاری شریف پر عمل کرنا ہے اس عورت نے کہا کہ بخاری میں کیا یہ بات موجود ہے تو خاوند نے بخاری کا یہ صفحہ کھول کر علامہ وحید الزمان غیر مقلد کا ترجمہ اردو بخاری پڑھ کر سنایا عورت کہنے لگی مجھے معاف کر دو آئندہ بخاری پر عمل کرنے کے لیے میں تجھے تنگ نہیں کروں گی۔

بہر حال امام بخاریؒ نے مرفوع حدیثوں کے مقابلہ میں ایک موقوف اثر کو لے کر احتجاج کر کے سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے جب کہ اس موقوف اثر میں بھی اضطراب ہے حضرت ابن عمرؓ سے اس فعل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی مسلم بھی اس فعل کا ارتکاب کرے گا۔ (احکام القرآن للجصاصؒ ص ۳۵۲/۱ وتلخیص الحبیر ص ۱۸)

وہم ۵۱: بخاری شریف ص ۶۹۹/۲ میں ہے کہ حضرت حسانؓ بن ثابت حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگ کر ان کے پاس تشریف لائے تو مسروقؒ فرماتے ہیں:

قلت تدعين مثل هذا	میں نے حضرت عائشہؓ کو کہا ایسے
يدخل عليك وقد	شخص کو تو اپنے پاس چھوڑتی ہے
انزل الله والذي	جس کے بارے میں یہ آیت نازل
تولّٰى كبره منهم	ہوئی ہے اور وہ شخص جس نے بڑا بوجھ
له عذاب عظيم	بہتان کا اٹھایا اس کے واسطے بڑا عذاب
فقالت واي عذاب	ہے حضرت عائشہؓ نے جواب میں کہا اس
اشد من العمى	سے بڑا عذاب کیا ہو کہ یہ اندھا ہو گیا ہے
وقد كان يرد عن رسول	لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الله صلى الله عليه وسلم.	سے دفاع کرتا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ص ۲۷۲/۳ میں فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ اس آیت کا مصداق رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے مجاہدؒ کے علاوہ بہت

سے محدثین ومفسرین نے بھی تفسیر کی ہے اور پہلے ٦٩ ج ٣ ہیں حدیث کے اندر صراحۃً گزرا کہ اس آیت سے مراد عبداللہ بن ابی ہے اور ایک قول یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت حسانؓ بن ثابت ہیں۔

وهو قول غريب	اور یہ تفسیر ضعیف ہے اگر یہ
ولولا انه وقع	بخاری میں نہ ہوتی تو اس کے بیان
في صحيح البخاري مما	کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہ تھا کیونکہ
تدل على ايراد ذالك	حضرت حسانؓ ان صحابہ کرامؓ میں
لما كان لايراده كبير	سے ہیں جن کے بہت فضائل و
فائدة فانه من	مناقب اور خصوصیات بیان کی گئی
الصحابة الذين لهم	ہیں اور حضرت حسانؓ کے مناقب
فضائل ومناقب ومآثر	میں سے یہ بھی ہے کہ وہ شعروں
احسن مآثره انه كان	کے ذریعے سے رسول اللہ صلی
يذب عن رسول الله صلى الله	اللہ علیہ وسلم سے دفاع کرتا
عليه وسلم بشعره وهو	تھا اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا ان کا
الذي قال له رسول الله صلى الله	مقابلہ کر جبرائیل تیرے ساتھ
عليه وسلم هاجهم وجبريل معك	ہے۔

امام بخاریؒ سے زبردست بھول واقع ہوئی ہے کہ عبداللہ بن ابی کو چھوڑ کر اس آیت سے حضرت حسانؓ مراد لے لیا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ صحابہ کرامؓ کو بھلائی واچھائی سے ذکر کرنا چاہیے یہی اہلسنت والجماعت کا اصول و ضابطہ ہے اور ایسی باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے جن میں صحابہؓ کی توہین نکلتی ہو۔

وہم ۱۲ : عطاء الخراسانی کو امام بخاریؒ نے ضعیف راویوں میں درج کیا ہے دیکھئے کتاب الضعفاء الصغیر للامام البخاریؒ ص۲۷ وتہذیب التہذیب ص۲۱۲ لیکن امام بخاریؒ نے پھر اس کی حدیث صحیح بخاری میں دو مقام پر درج کر دی ہے چنانچہ بخاری شریف ص۷۳۲ سورۃ نوح میں ہے

حدثنا ابراھیم بن موسیٰ قال اخبرنا ھشام عن ابن جریج وقال عطاء عن ابن عباس۔ اس عطاء سے مراد عطاء خراسانی ہے۔

دلیل ۱ : علامہ شعیب الارنؤوط غیر مقلد لکھتے ہیں :

بل ھو عطاء الخراسانی	بلکہ یہ عطاء خراسانی ہے محدث
فقد اخرج عبد الرزاق	عبد الرزاقؒ نے اپنی تفسیر میں
الحدیث فی تفسیرہ عن	اس کو اس سند سے بیان کیا ہے
ابن جریج فقال اخبرنی	عن ابن جریج فقال اخبرنی
عطاء الخراسانی عن ابن	عطاء الخراسانی عن ابن
عباس (حاشیہ سیر اعلام النبلاء ص۸۶)	عباس۔

دلیل ۲ : علامہ قسطلانیؒ شارح بخاری بھی اس مقام میں عطاء سے مراد الخراسانی لیتے ہیں (حاشیہ بخاری ص۷۳۲)

دلیل ۳ : امام بخاریؒ کے استاد محترم فرماتے ہیں :

قال علی بن المدینی فی	امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں اپنی
العلل سمعت ھشام	کتاب العلل میں کہ میں نے ہشام
بن یوسف قال قال لی	بن یوسف سے سنا اس نے
ابن جریج سألت عطاء	کہا کہ مجھے ابن جریج نے بتایا کہ میں
یعنی ابن ابی رباح عن	نے عطاء بن ابی رباح سے تفسیر

التفسير من البقرة و آل عمران فقال اعفني من هذا! فقال هشام فكان بعد اذا قال عطاء عن ابن عباس قال الخراساني قال هشام فكتبنا حينا ثم مللنا قال علي بن المديني يعني كتبنا انه عطاء الخراساني قال علي وانما كتبت هذه القصة لان محمد بن ثور كان يجعلها عطاء عن ابن عباس فيظن من حملها عنه انه ابن ابي رباح. (تهذيب صـ۲۱۳ تا صـ۲۱۴)

سورۃ بقرہ وسورہ آل عمران کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ مجھے معاف کردو۔ ہشامؒ کہتے ہیں کہ ابن جریجؒ اس کے بعد جب عطاء عن ابن عباس کہتے تو الخراسانی کا لفظ بھی ساتھ ہی ذکر کرتے۔ ہشامؒ کہتے ہیں پہلے تو ہم عطاء عن ابن عباس لکھتے رہے بعد میں ہم نے عطاء الخراسانی لکھنا شروع کر دیا۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ میں نے اس لیے لکھ دیا ہے کہ محمد بن ثور عطاء عن ابن عباس کی سند سے روایت بیان کرتا ہے اس سے لینے والا یہ گمان نہ کرے کہ عطاء سے مراد یہاں ابن ابی رباح ہے۔

امام بخاریؒ نے بھی یہ سند ہشام عن ابن جریج وقال عطاء عن ابن عباس سے بیان کی ہے: در یہی ہشام بن یوسف تو ہے جس نے سارا قصہ کھول کر رکھ دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

دلیل ۲: ابو مسعود دمشقیؒ نے بھی امام بخاریؒ کی ان دو حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ابن جریج عن عطاء الخراسانی سے ہیں

اور ابن جریجؒ نے عطاء خراسانی سے حدیث نہیں سُنی ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مولف ابو مسعود دمشقی کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں عطاء الخراسانی واقع ہے اور امام بخاریؒ کا بھول جانا یقینی ہے کیونکہ عطاء الخراسانی نے ابن عباسؓ سے نہیں سُنا اور ابن جریجؒ نے تفسیر عطاء الخراسانی سے نہیں سنی فلہذا یہ دونوں حدیثیں دو جگہ میں منقطع ہیں اور امام بخاریؒ نے گمان کیا ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہو گا (تہذیب صـ۲۱۳)

حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کو اس وہم سے بچانے کی کوشش کی ہے مگر یہ کوشش ان کی احتمالی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی سیر اعلام النبلاء میں پہلے (ع) کا رمز لکھ کر یعنی صحاح ستہ کا راوی ہے عطاء الخراسانی پھر اس کا مرجوح ہونا ذکر کیا ہے لیکن بغیر دلیل کے ان صریح دلائل کی موجودگی میں محض احتمالی چیز سے انکار کرنا مکابرہ ہے اور بخاری صـ۹۴۶ جلد ۲ میں بھی اس سند سے ایک روایت مروی ہے۔ جب ہشام نے خود فیصلہ کر دیا ہے جیسا کہ علی بن المدینیؒ نے کتاب العلل میں نقل کیا ہے تو اس ہشام کی سند سے عطاء بن ابی رباح کا احتمال نکالنا کسی طرح بھی صحیح نظر نہیں آتا ہاں ہشام بن یوسف کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت ابن جریجؒ عن عطا کرتا تو احتمال نکالا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی احتمال تھا۔

وہم <u>۱۳</u>: امام بخاریؒ نے صحیح بخاری صـ۸۴۷ جلد ۲ میں حدیث نقل کی ہے۔

لا یتمنّین احدکم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الموت من ضرٍّ اصابہٗ	کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی
فان کان لابد فاعلاً	تمنا نہ کرے کسی دکھ کی وجہ سے
فلیقل اللّٰھم احینی	جو اسے پہنچا ہو اگر تمنا کرنی ضروری

ما كانت الحيوة   بھی ہو جائے تو یوں کہے کہ اے اللہ
خيراً لي وتوفني   تو مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی
اذا كانت الوفاة   میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دے اگر
خيراً لي.   موت میرے حق میں بہتر ہو۔

لیکن امام بخاریؒ کو جب حاکم بخارا وغیرہ سے تکلیف پہنچی تو آپ نے موت کی دعا کی اور اس حدیث کو بھلا دیا۔ موت کی دعا کا ذکر تاریخ بغداد صـ۳۴ وطبقات الشافعیۃ الکبری صـ۱۳ میں موجود ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ کے لیے یہ تاویل کی گئی ہے کہ یہ تکلیف ان کو دین کی وجہ سے پہنچی تھی اس لیے ان کے لیے موت کی دعا مانگنا جائز تھا مگر اس کے باوجود نواب صدیق حسن خاں صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

ولكن كان ينبغي له ان   اور لیکن امام بخاریؒ کے لیے مناسب
يدعو بهذا الدعاء الجائي   یہ تھا کہ وہ اس آگے والی دعا جو
عن النبي صلى الله عليه   حدیث میں آرہی ہے سے دعا کرتے
وسلم لا بتلك المقالة   نہ اس مقالہ سے جو انہوں نے دعا
والجواد قد يكبو والسيف   مانگی ہے اور سوار کبھی گر جاتا ہے
قد ينبو - ونزل الابطال بالعلو   اور تلوار نشانے سے چوک جاتی
المأثور من الادعية (الحطة ذكر صـ۱۴۳)   ہے۔

وہم ۱۲: مقسم عن ابن عباس کی سند سے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں روایت لی ہے لیکن اس کے باوجود امام بخاریؒ نے ضعفاء راویوں میں بھی ذکر کیا ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

والعجب ان البخاري اخرج   تعجب کی بات ہے کہ امام بخاریؒ
له في صحيحه وذكره   نے مقسم کی سند سے صحیح بخاری

فی کتاب الضعفاء	میں روایت ذکر کی ہے اور اس راوی
(میزان ص۲۶۸ ج۱)	کو کتاب الضعفاء میں بھی ذکر کردیا ہے

وہم ۱۵ : ایوب بن صالح بن عائذ کو امام بخاریؒ نے ارجاء کی وجہ سے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے لیکن اس کے باوجود صحیح بخاری میں اس کی روایت درج کردی ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں :

وکان من المرجئة	امام بخاریؒ نے کہا ہے ایوب بن
قاله البخاری واورده	عائذ مرجیہ گروہ میں سے ہے اور
فی الضعفاء لارجائه	ارجاء کی وجہ سے امام بخاریؒ نے
والعجب من البخاری	اس کو ضعفاء میں داخل کیا ہے اور
یغمزه وقد احتج به لکن	تعجب تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس راوی
له عنده حدیث	کو ضعیف بھی قرار دیتا ہے اور صحیح بخاری
(میزان ص۲۰۹ ج۱)	میں اس سے حجت بھی پکڑتا ہے لیکن
	بخاری میں اس راوی کی ایک حدیث ہے

وہم ۱۶ : امام بخاریؒ ایک مجہول راوی الحکم بن عتیبۃ بن نہاس کوفی اور مشہور امام حکم بن عتیبہؒ کو ایک شخص بتاتا ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

وقد جعل البخاری هذا	اور بے شک امام بخاریؒ اس مجہول
والحکم بن عتیبة	راوی اور مشہور امام حکمؒ کو ایک
الامام المشهور واحدًا	ہی شخص سمجھتا ہے پس امام بخاریؒ
فعد من اوهام البخاری	کے یہ اوہام میں شمار کیا گیا
(میزان ص۵۷۷ ج۱)	ہے۔

وہم ۱۷ : نعیم بن حماد المروزی الفرضی الاعور سے امام بخاریؒ نے صحیح

بخاری میں دو مقام پر اخراج کیا ہے دیکھئے صحیح بخاری ص ۲ ج ۱ و ص ۴۴۳ ج ۱ حالانکہ یہ راوی سخت قسم کا ضعیف ہے حتی کہ جھوٹی حدیثیں بھی بنا لیا کرتا تھا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں روی عنہ البخاری مقروناً (تہذیب ص ۴۵۸ ج ۱۰) کہ امام بخاری نے نعیم بن حماد سے مقروناً یعنی متابعۃً روایت لی ہے یعنی احتجاج نہیں کیا۔ لیکن ابن حجرؒ کی یہ بات درست نہیں خود حافظ صاحب نے اپنی بات کی تردید مقدمہ فتح الباری میں کر دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ لقیہ البخاری ولکنہ لم یخرج عنہ فی الصحیح سوی موضع او موضعین وعلق لہ اشیاء اخر (مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۷)؛ امام بخاریؒ کی ملاقات نعیم بن حماد سے ثابت ہے لیکن امام بخاریؒ نے اس سے ایک یا دو مقام میں احتجاج کیا ہے اور باقی روایتیں کچھ معلق ہیں علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

قالوا ان نعیم بن	بعض حضرات نے کہا ہے کہ
حماد من رجال	نعیم بن حماد بخاری کی معلق روایتوں
تعلیقات البخاری لکن	کے راویوں میں سے ہے لیکن یہ
سانید یرد ہذا	سند ان لوگوں کی تردید کرتی ہے
الاسناد فانہ وقع	کیونکہ یہاں مسنداً ہے اس کے
ہہنا فی المسند ایضاً	علاوہ امام حاکمؒ نے مستدرک کتاب
علی ان الحاکم صرح	الجنائز میں تصریح کی ہے کہ امام
فی مستدرکہ فی کتاب الجنائز	بخاریؒ نے نعیم بن حماد کے ساتھ
ان البخاری احتج بنعیم	احتجاج کیا ہے پس بعض حضرات
حماد فطاح ما احتالوا بکونہ	کا حیلہ ناکام ہو گیا جو نعیم کو تعلیقاً
من رجال التعلیقات وقد	کے راویوں میں سے شمار کرتے ہے

تکلمنا فی نعیم بن حماد
هذا اثران ابن الجوزی
ادخل هذا الحدیث
فی الموضوعات الخ
(فیض الباری صـ۲۰ جلد ۴)

تھے اور ہم نے نعیم پر اپنے مقام میں
جرح نقل کی ہے پھر ابن الجوزیؒ
نے تو بخاری کی اس روایت کو
موضوع (من گھڑت) روایتوں
میں شمار کیا ہے۔

محدث ابو الفتح الازدیؒ فرماتے ہیں:

قالوا کان یضع الحدیث
فی تقویة السنة
وحکایات مزورة فی
ثلب ابی حنیفة کلها
کذب۔
(تهذیب صـ۴۶۲ ج۱۰)

محدثین کرامؒ نے فرمایا ہے کہ نعیم
بن حماد سنت کو رواج دینے کے لیے
جھوٹی حدیثیں بھی از خود گھڑ لیا
کرتا تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی تنقیص
میں جھوٹی حکایتیں بھی بنا لیا کرتا تھا

امام ابو بشر دولابیؒ فرماتے ہیں:

نعیم یروی عن ابن
المبارك قال النسائی
ضعیف وقال غیره
کان یضع الحدیث
فی تقویة
السنة وحکایات
فی ثلب ابی
حنیفة کلها

نعیم بن حماد عبد اللہ بن مبارکؒ
سے روایت کرتا ہے یعنی ابن
المبارک کا شاگرد ہے امام نسائیؒ
فرماتے ہیں کہ یہ نعیم ضعیف ہے
اور نسائی کے علاوہ بعض کہتے ہیں
کہ یہ نعیم سنت کو تقویت پہنچانے
کے لیے جھوٹی حدیثیں گھڑ لیا کرتا
تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی تنقیص

كذب | کرنے کیلئے حکایتیں بھی بیان کرتا تھا جو
(تھذیب ج۱۰ ص۴۶۱ تا ص۴۶۲) | سب جھوٹ پر مبنی ہیں۔

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد محدث سے ابن الجبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

(كَانَ نُعَيْمٌ) يضع	نعیم سنت کی تقویت میں حدیثیں
الاحاديث فى	بنا لیا کرتا تھا اور جھوٹی
تقوية السنة وحكايات	حکایتیں بھی امام ابوحنیفہ
مزورة فى ثلب نعمان،	نعمانؒ کی عیب گوئی
كلها كذب	میں جو سب کی سب
غاية السئول فى	جھوٹ ہیں۔
رواة الستة الاصول)	

(تاریخ اہل حدیث ص۷۲)

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں:

عند نعيم نحو عشرين	نعیم بن حماد کے پاس بیس
حديثاً عن النبى	حدیثیں ہیں کہ وہ رسول اللہ
صلى الله عليه وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
ليس لها اصل	منسوب کرتا ہے جن کی اصل نہیں
(تھذیب ج۱۰ ص۴۶۱)	(یعنی جھوٹی و باطل ہیں)

نعیم بن حماد نے ایک حدیث یوں گھڑی ہے (ترجمہ ملاحظہ کرو)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تمام فرقوں میں میری امت کے حق میں زیادہ

فتنہ گروہ جماعت ہوگی جو امور کو اپنے رائے سے قیاس کرے گی پس وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دے گی۔ (تاریخ بغداد ص۳۰۹ جلد ۱۳ و میزان ص۲۶۸ جلد ۴)
محمد بن علی المروزیؒ کہتے ہیں میں نے اس حدیث کے بارے میں محدث یحییٰ بن معین سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا (لیس لہ اصل) اس کا کوئی ثبوت نہیں میں نے پوچھا اس حدیث کا راوی نعیم بن حماد کیسا ہے تو امام یحییٰ نے فرمایا ثقہ ہے میں نے کہا ثقہ کس طرح باطل وجھوٹی روایت کرسکتا ہے (کیف یحدث ثقۃ بباطل) تو یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ اس پر حدیث رل مل گئی ہے۔ محدث ابوزرعہؒ فرماتے ہیں میں نے محدث دحیمؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو محدث دحیمؒ نے کہا اس حدیث کی سند مقلوب (یعنی بگاڑ دی گئی) ہے محدث ابوزرعہؒ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معینؒ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو منکر (ضعیف واوپری) قرار دیا میں نے کہا کہ پھر یہ کہاں سے لائی گئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نعیم کو اس میں اشتباہ واقع ہوا ہے محدث عبدالغنی المصریؒ فرماتے ہیں:

کل من حدث بہ	کہ عیسیٰ بن یونس سے جس نے
عن عیسیٰ بن یونس	بھی نعیم بن حماد کے علاوہ
غیر نعیم بن حماد	روایت لی ہے تو وہ نعیم ہی
فانما اخذہ من	کے طریق سے ہے اور اس
نعیم وبھذا الحدیث	حدیث کی وجہ سے نعیم بن حماد
سقط نعیم عند	کا وقار بہت سے محدثین اہل
کثیر من اھل العلم بالحدیث	علم کی نظروں میں گر گیا مگر
الا ان یحییٰ بن معین	اس کے باوجود یحییٰ بن معین

لم یکن ینسبہٗ الی الکذب	پھر بھی نعیم کو جھوٹ کے ساتھ
بل کان ینسبہٗ الی الوھم	منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ وہم و خطاء
(تھذیب ص۴۶۰ ج۱۰)	کی طرف منسوب کرتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ کا جو نعیم بن حماد کے بارے میں حسن ظن تھا جس کی وجہ سے وہ نعیم کو ثقہ کہتے تھے بعد میں وہ ختم ہو گیا تھا چنانچہ صالح بن محمد الاسدیؒ فرماتے ہیں،

وسمعت یحیی بن	میں نے یحییٰ بن معین سے سُنا
معین سئل عنہ فقال	جب ان سے پوچھا گیا نعیم کے
لیس فی الحدیث	بارے میں تو انہوں نے فرمایا کہ
بشئ۔	حدیث میں یہ کچھ بھی نہیں
(تھذیب ص۴۶۱ ج۱۰)	(یعنی صفر ہے)

علامہ ذہبیؒ۔ احمد بن عبدالرحمٰن بن وھب المصری کے ترجمہ میں اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

فھذا انما یعرف بنعیم بن	پس یہ حدیث نعیم بن حماد عن
حماد عن عیسی وسرقہٗ منہ	عیسیٰ کے طریق سے ہی پہچانی گئی
سوید بن سعید وعبدالوھاب	ہے باقی سوید بن سعید و
بن الضحاک والحکم بن المبارک	عبدالوہاب بن الضحاک والحکم
الخاشتی (میزان ص۱۲۳ ج۱)	بن المبارک سب چور ہیں۔

اور علامہ ذہبیؒ سوید بن سعید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عدی وھذا	حضرت ابن عدیؒ فرماتے ہیں
انما یعرف بنعیم	یہ حدیث صرف نعیم بن حماد عن

بن حماد عن عیسیٰ	عیسیٰ کے طریق سے مروی ہے (یعنی
(میزان صفحہ ۲۶۹ ج ۴)	اس حدیث کا بانی صرف نعیم ہے)

یہ وہ حدیث ہے جس کو غیر مقلدین حضرات فقہ حنفیہ کی مذمت میں جھوم جھوم کر گاتے ہیں اور سر دھڑ کی بازی لگا کر اپنے رسالوں اور کتابوں میں بھی لکھ دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت کرتے ہیں کیونکہ ان کا آقا نعیم بن حماد بھی سُنت کی تقویت میں اور قیاس ورائے کی مذمت میں جھوٹی روایتیں بنایا کرتا تھا۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں :

وھو مع امامتہ منکر	اور وہ نعیم باوجود امام ہونے
الحدیث (اي) وقال	کے منکر الحدیث (ضعیف) ہے اور
النسائیؒ ضعیف وقال	امام نسائیؒ نے بھی ضعیف کہا ہے
ابوسعید بن یونس روی	اور محدث ابو سعید بن یونسؒ نے کہا
احادیث مناکیر۔	کہ اس نے منکر حدیثیں روایت
(تذکرۃ الحفاظ ص ۲ ج ۲)	کی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں،

وعاء من اوعیۃ	علم کے برتنوں میں سے ایک برتن
العلم ولا یحتج بہ	تھا مگر حجت کے قابل نہیں ہے۔
(تذکرۃ الحفاظ ص ۲ ج ۲)	

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے الامراء من قریش۔ (کہ امراء یعنی حاکم وقت قریش کے قبیلہ سے ہوں گے)۔ جس کی سند یوں ہے شعیب عن الزھری کان محمد بن جبیر یحدث عن معاویۃ" مگر نعیم بن حماد نے اس حدیث

کی سند یوں بنا دی ہے عن ابن المبارک عن الزھری عن محمد بن جبیر عن معاویۃ ۔ محدث صالح بن محمد الاسدیؒ فرماتے ہیں کہ نعیم بن حماد نے ایک تو یہ غلطی کی ہے کہ روایت منقطع تھی کیونکہ زہری نے جب کسی استاد سے روایت نہیں سنی ہوتی تو یوں بیان کرتے ہیں۔ کان فلان یحدث جیسے یہاں اس سند میں کان محمد بن جبیر یحدث کہا ہے مگر نعیم نے اس کو عن محمد بن جبیر بنا کر متصل کر دیا ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اس حدیث کو ابن المبارک سے روایت کر دیا ہے محدث الاسدیؒ فرماتے ہیں :

ولیس لھذا الحدیث	اور اس حدیث کا عبد اللہ بن
اصل من ابن المبارک	مبارکؒ سے کوئی ثبوت نہیں ہے
ولا ادری من این جاء بہ	اور میں نہیں جانتا کہ نعیم بن حماد کہاں
نعیم وکان نعیم	سے ایسی روایتیں لیتا ہے اور نعیم
یحدث من حفظہ	اپنے حافظہ سے روایت کرتا ہے
وعندہ مناکیر کثیرۃ	اور اس کے پاس ایسی ڈھیروں
لا یتابع علیھا	روایتیں ہیں جن پر متابعت
(تھذیب ص۴۶۱ ج ۱۰)	نہیں کی گئی ۔

محدث ابو زرعہ الدمشقیؒ فرماتے ہیں :

عرضت علی دحیم حدیثا	میں نے محدث دُحیمؒ پر حدیث
حدثنا نعیم بن حماد	پیش کی جو کہ نعیم بن حماد نے
عن الولید بن مسلم عن	ولید بن مسلم عن ابن جابر عن
ابن جابر عن ابن ابی زکریا	ابن ابی زکریا عن رجاء بن
عن رجاء بن حیوۃ عن	حیوۃ عن النواس ابن سمعان

النواس ابن سمعان اذا تکلم الله بالوحی فقال ذحیو لا اصل لہٗ۔ (میزان ص۲۶۸ تا ص۲۶۹)	کے طریق سے بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے تو دحیم نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (یعنی باطل ہے)

امام احمدؒ نے اگرچہ اس کو ثقہ کہا تھا لیکن بعد میں اس کی مذمت کرتے تھے چنانچہ تہذیب ص۴۶۱ جلد ۱۰ میں ہے۔

ثم ذمہٗ بانہ کان یروی عن غیر الثقات۔	پھر امام احمد نے مذمت کی کیونکہ نعیم غیر ثقہ راویوں سے روایت کرتا تھا

نعیم کی بات میں تعارض

علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص۲۹۶ جلد۴ میں لکھتے ہیں۔

وقال نعیم بن حماد سمعت ابن عیینۃ یقول لقد اتی هشام امراً عظیماً بروایتہ عن الحسن فقیل لنعیم لم قال لانہ کان صغیراً قلت بل صار رجلاً تاماً وقد بلغنا عن نعیم بن حماد ایضاً عن ابن عیینۃ قال کان هشام اعلم الناس بحدیث الحسن۔

ترجمہ: نعیم بن حماد نے کہا کہ میں ابن عیینہؒ سے سنا وہ کہتے تھے ہشام بن حسانؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کرکے بہت خطرناک کام کا ارتکاب کیا ہے نعیم بن حماد سے پوچھا گیا کہ کیوں تو اس نے کہا چونکہ ہشام چھوٹا تھا حسن بصریؒ کے دور میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں چھوٹا نہ تھا بلکہ پورا کامل مرد تھا اور ہمیں نعیم بن حماد عن ابن عیینہ کے طریق سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ہشام لوگوں سے زیادہ حسن بصریؒ کی حدیث کو جانتا تھا۔

یہ ہے نعیم بن حماد کی حالت کبھی ہشام بن الحسن کی حدیث کو خطرناک کہتا ہے اور خواہ مخواہ ہشام کو طفل مکتب قرار دے کر اس کی حدیث کو رد کرنا چاہتا ہے اور کبھی اعلم الناس بنا دیتا ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

امام اعظم و نعیم بن حماد

امام اعظم جہمیہ معطلہ وغیرہ فرقوں کے سخت دشمن تھے حتی کہ جہم بن صفوان کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کافر تک کہہ دیا ہے چنانچہ حوالے ملاحظہ ہوں۔

حوالہ ۱ : الحمانیؒ کہتے ہیں :

سمعت ابا حنیفة یقول	میں نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا
جهم بن صفوان	وہ فرماتے تھے کہ جہم بن صفوان کافر
کافر۔	ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۴۲ / ۱۳)

حوالہ ۲

قال ابو حنیفة اتانا	امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ہمارے
من المشرق رأیان	پاس مشرق کی جانب سے دو
خبیثان جهم معطل	خبیث نظریے آئے ہیں ایک جہم
ومقاتل مشبه۔	کا جو تعطیل باری تعالیٰ کا قائل ہے
(تاریخ بغداد ص ۱۶۴ / ۱۳)	دوسرا مقاتل بن حیان کا جو تشبیہ باری تعالیٰ کا قائل ہے۔

حوالہ ۳

عن ابی یوسف ان ابا حنیفة	امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے
کان یذم جهما و	کہ امام ابو حنیفہؒ جہم بن صفوان

يعيب قوله. (تاريخ بغداد ص ۳۷۴ ج ۱۳)

کی مذمت کرتے تھے اور اس کے قول و نظریہ کو برا سمجھتے تھے اور اس پر عیب لگاتے تھے۔

حوالہ ۴

بشر بن الوليد قال سمعت ابا يوسف يقول قال ابو حنيفة صنفان من شر الناس بخراسان الجهمية والمشبهة (تاريخ بغداد ص ۳۷۴ ج ۱۳)

بشر بن الولید کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سُنا وہ کہتے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا خراسان میں دو گروہ مخلوق خدا میں سے بدترین لوگ ہیں جہمیہ اور مشبہہ فرقہ

حوالہ ۵

محمد بن سابق يقول سألت ابا يوسف فقلت اكان ابو حنيفة يقول القرآن مخلوق قال معاذ الله ولا انا اقوله فقلت اكان يرى رأي جهم قال معاذ الله ولا انا اقوله رواته ثقات.

محمد بن سابق کہتے ہیں میں نے امام ابو یوسفؒ سے سوال کیا کہ کیا امام ابو حنیفہؒ قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا معاذ اللہ اور نہ میں مخلوق ہونے کا قائل ہوں پھر میں نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہؒ جہم بن صفوان کے نظریہ کو قبول کرتے تھے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا معاذ اللہ اور نہ میں جہم کے نظریہ کا قائل ہوں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اس

(كتاب الاسماء والصفات للبيهقي ص۲۵۱)

حکایت کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

حوالہ ۶: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

كلمت ابا حنيفة رحمه الله سنة جرداء في ان القرآن مخلوق ام لا فاتفق رأيه ورأيي على ان من قال القرآن مخلوق فهو كافر قال ابو عبد الله رواة هذا كلهم ثقات (كتاب الاسماء والصفات ص۲۵۱)

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پورا سال مکالمہ کیا اس بارے میں کہ قرآن مجید مخلوق ہے یا نہ پس ان کی اور میری رائے اس بات پر متفق ہوگئی کہ جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے امام حاکمؒ فرماتے ہیں اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام اعظمؒ سے اس قسم کے اور بھی چند حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر بحث طویل ہو جائے گی امام ابو یوسفؒ کے نظریہ کی صراحت بھی آگئی ہے! امام محمدؒ کا ایک حوالہ بھی گوش گذار کرلیں۔

الحارث ابن ادريس يقول سمعت محمد بن الحسن الفقيه يقول من قال القرآن مخلوق فلا تصل خلفه (كتاب الاسماء والصفات ص۲۵۲)

الحارث بن ادریس کہتے ہیں میں نے امام محمد بن الحسن الفقیہ سے سنا وہ فرماتے تھے جو شخص قرآن کو مخلوق کہتا ہے پس اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو (کیونکہ نماز نہیں ہوتی

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ہمارے ائمہ ثلاثہؒ نے جہمیہ فرقہ کے خلاف حق بات کی اشاعت کرکے جہمیہ کی کمر توڑ دی تھی اب جہمیہ فرقہ

لے انتقام لینے کے لیے اپنا ایک جہمی نوح (الجامع کا منشی (کاتب) بنا دیا کیونکہ وہ بھی جہمیہ کے سخت دشمن تھے یہ نوح الجامع امام اعظمؒ کے فقہ میں شاگرد ہیں اس طرح اس جہمی کو عبد اللہ بن مبارکؒ تلمیذ امام اعظمؒ کا بھی شاگرد بنا دیا گیا تاکہ یہ جہمی تقیہ کر کے ان حضرات کے ساتھ رہے اور امام اعظمؒ اور ان کے ساتھیوں کو کچھ مرد دلانہ کے بعد ان حضرات کو بدنام کر سکے چنانچہ وہ جہمی نعیم بن حماد ہے چنانچہ میزان الاعتدال صـ۲۶۷ـ میں ہے

قال صالح بن مسمار	صالح بن مسمارؒ فرماتے ہیں میں
سمعت نعیماً یقول انا	نے نعیم بن حماد سے سُنا وہ خود
کنت جہمیاً فلذالک	کہتا ہے میں جہمی تھا اس لیے
عرفت کلامھم	جہمیہ کی کلام کو پہچان لیتا ہوں
فلما طلبت الحدیث	جب حدیث میں نے طلب کی
عرفت ان امرھم	تو معلوم ہوا کہ جہمیہ کا معاملہ تعطیل
یرجع الی التعطیل۔	کی طرف لوٹتا ہے۔

اس حوالہ سے واضح ہوا کہ نعیم بن حماد جہمی تھا جس کا اس نے خود اقرار کیا ہے وَالْمَرْءُ یُؤْخَذُ بِاِقْرَارِہٖ البتہ اس حوالہ سے ساتھ ساتھ اس کا رجوع بھی ثابت ہوتا ہے مگر رجوع درست ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ جو کسی فرقہ کا دشمن ہوتا ہے وہ دشمن کے مخالفین سے محبت قائم کرتا ہے نہ کہ دشمنی تو نعیم بن حماد اگر صحیح معنی میں جہمیہ کا دشمن ہو گیا تھا تو امام ابو حنیفہؒ و صاحبینؒ سے اس کو سخت محبت ہوتی کیونکہ اول واصل دشمن جہمیہ کے تو یہی حضرات تھے مگر نعیم نے امام اعظمؒ و امام محمدؒ وغیرہ کے خلاف سخت نفرت پھیلانے کے لیے جھوٹے قصے اور واقعات گھڑ گھڑ کر بدنام کرنے کی کوشش کی ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

وقال العباس بن مصعب	اور العباس بن مصعب فرماتے
جمع کتباً علی محمد بن	ہیں کہ نعیم بن حماد نے محمد بن الحسنؒ
الحسن و شیخہ و کتباً	اور ان کے شیخ امام ابوحنیفہؒ اور
فی الرد علی الجھمیۃ	جہمیہ کے رد میں کتابیں جمع (یعنی
(تھذیب صفحہ ۴۶۰)	تصنیف) کی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا جہمیہ کا نام بطور دھوکہ کے تھا اصل مقصد جہمیہ کے دشمن امام اعظمؒ و امام محمدؒ وغیرہ کو بدنام کرنا مقصود تھا بلکہ الٹا ان ہی حضرات پر بھی ہوسکے الزام لگایا گیا جس طرح کرادیا واللہ ساری زندگی توحید کے اثبات و شرک کے رد میں خرچ کرلے ہیں لیکن جب وفات پاجاتے ہیں تو شیطان ان حضرات کے مزار پر شرک کراتا ہے یہ شیطان کی طرف سے ایک قسم کا بدلہ و انتقام ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو نعیم بن حماد مخلوق کہتا تھا جیسا کہ اس کا ذکر عنقریب آرہا ہے۔

امام اعظمؒ کے خلاف ایک جھوٹی حکایت

حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال کنت عند سفیان فنعی النعمان فقال الحمد للہ کان ینقض الاسلام عروۃ عروۃ ما ولد فی الاسلام مولود اشأم منہ (تاریخ صغیر صفحہ ۱۷۴) امام بخاریؒ اپنے شیخ حضرت نعیم بن حماد کے طریق سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ امام سفیان ثوریؒ کو جب امام ابوحنیفہؒ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمانے لگے کہ الحمد للہ اچھا ہوا کہ مرگیا ہے وہ تو اسلام کی کڑیوں کا حلقہ ایک ایک کرکے توڑتا تھا اسلام میں اس سے کوئی بڑا بدبخت پیدا ہی نہیں ہوا یہ جھوٹی روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ نعیم کے بارے میں جو محدث دولابیؒ وابوالفتح الازدیؒ نے جرح کی تھی وہ بالکل درست تھی مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی

غیر مقلد نے تاریخ اہلحدیث ص۶۱ تا ص۶۳ میں اس روایت کے بارے میں جواب دیا ہے اور اس کو جھوٹا ثابت کیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء مولانا داؤد غزنوی غیر مقلد نے مولانا سیالکوٹی کے اس مضمون کو نہایت پسند کیا ہے چنانچہ داؤد غزنوی ص۳۳۶ تا ص۳۴۲ میں ملاحظہ کریں۔ حافظ ابن حجرؒ نے وضع حدیث کے الزام سے بچانے کے لیے نعیم بن حماد کے لیے بڑی کوشش کی ہے مثلاً یہ کہ ابن عدیؒ نے دولابی کا تعاقب کیا ہے کہ نعیم بن حماد چونکہ اہل الرائے وغیرہ کا سخت دشمن تھا دولابی اس لیے اس پر جرح کرتا ہے مگر محدث ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

الحدیث الثالث روت	تیسری حدیث ابیؓ کی عورت ام
ام الطفیل امرأۃ ابی	الطفیلؓ نے روایت کی ہے کہ
انھا سمعت رسول	اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	وسلم سے سنا وہ ذکر کرتے تھے کہ
یذکر انہ رأی ربہ	انہوں نے اپنے رب عزوجل کو
عزوجل فی المنام فی	خوبصورت شکل میں نوجوان نورانی
احسن صورۃ شابا	سبز لباس میں پاؤں میں سونے
منورا فی خضر فی	کی جوتی تھی اور چہرے پر سونے
مجلیہ نعلان من	کے پروانے تھے کی حالت
ذھب وعلی وجھہ	میں دیکھا ہے۔ اس حدیث کو
فراشان من ذھب ھذا	نعیم بن حماد روایت کرتا ہے
الحدیث یرویہ نعیم	اور امام ابن عدیؒ نے کہا ہے
بن حماد قال ابن عدی	کہ نعیم بن گھڑت روایتیں بنایا
کان یضع الحدیث	کرتا تھا اور امام احمدؒ سے نعیم

وسئل الامام احمد فاعرض	کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے
بوجهه عنه وقال حديثه	اپنا چہرا پھیر کر کہا اس کی حدیث
منکر مجهول۔	منکر اور مجہول ہوتی ہے۔

(دفع شبهة التشبيه ص۳۱)

معلوم ہوا امام ابن عدیؒ نے بھی بعد میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ یہ وضّاع (من گھڑت روایت بنانے والا) ہے یہ من گھڑت روایتیں اور حکایتیں اس کے جھوٹے ہونے کا واضح ثبوت ہیں کیا تمام روایات وحکایات میں اس کو وہم ہی ہوتا رہا ہرگز نہیں بلکہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور مکار ومنصوبہ باز تھا۔ چلو حافظ صاحب ابن حجرؒ کی بات بھی تسلیم کر لیں کہ یہ کذاب نہیں تھا بلکہ وہمی وخطاء کار تھا تو کثیر الخطاء راوی بھی ضعیف ہوتا ہے چنانچہ حافظ صاحبؒ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں صدوق یخطئ کثیرا (تقریب ص۳۵۹) سچا تھا بہت خطا کرتا تھا حافظ صاحبؒ تلخیص الحبیر ص۴ میں حدیث بیان کر کے کہتے ہیں وفی الاسناد نعیم بن حماد اور اس کی سند میں نعیم بن حماد واقع ہے۔ یعنی مشہور ضعیف ہے صرف نام بتا دینا ہی کافی ہے۔ تو بہر حال نعیم بن حماد اس قابل نہیں تھا کہ اس سے صحیح بخاری جیسی عظمت وشان والی کتاب میں احتجاج کیا جاتا (فانا للہ وانا الیہ راجعون)

سوال: امام بخاریؒ بہت جلیل القدر محدث ہیں ان سے نعیم کے حالات کیسے پوشیدہ رہے؟

الجواب

ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ یہ کذاب اور وضاع لوگ بظاہر بڑے نیک سیرت ہوتے ہیں ان کی نیکی سے دھوکہ لگ جاتا ہے۔ نصر بن باب ابو سہل خراسانی ایک راوی ہے محدث یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں کذابٌ خبیث عدو اللہ (بہت بڑا جھوٹا خبیث اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) امام ابو خیثمہؒ بھی فرماتے ہیں کذاب ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں یرمونہٗ

بالکذب (محدثین کرام اسے جھوٹا کہتے ہیں) امام ابو زرعہؒ امام ابو داؤدؒ امام نسائیؒ سب اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں دیکھئے تاریخ بغداد ص۲۷ جلد ۱۳ تا ص۲۸ مگر امام احمدؒ فرماتے ہیں یہ راوی کذاب نہیں بلکہ ثقہ ہے (میزان ص۲۵ و مسند احمد ص۲۱ جلد ۳) تو دوسرے محدثین کرامؒ پر اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی مگر امام احمدؒ کو معلوم نہ ہو سکا۔

دوسری مثال: ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی المدنی ایک راوی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں نہ دین میں ثقہ ہے نہ حدیث میں ثقہ ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ قدری (تقدیر کا منکر) معتزلی جہمی ہر قسم کی بلا اس میں موجود تھی بشرؒ بن المفضل فرماتے ہیں میں نے فقہاء سے اس کے بارے میں پوچھا تو سب نے کہا کہ یہ کذاب ہے محدث یحییٰؒ بن سعید القطانؒ بھی اس کو کذاب کہتے ہیں محدث یحییٰ بن معین اور علی بن المدینیؒ بھی کذاب کہتے ہیں ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا محدث بزارؒ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی حدیث بنایا کرتا تھا مگر اس کے باوجود امام شافعیؒ اس کو ثقہ فی الحدیث مانتے ہیں محدث ساجیؒ نے امام شافعیؒ کی طرف سے یہ تاویل کی ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کی حدیث فرائض و احکام میں نقل نہیں کی صرف فضائل و مناقب میں نقل کی ہے ابن حجرؒ فرماتے ہیں هذا خلاف الموجود المشهود ساجی کی یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے جو امام شافعیؒ کی کتابوں میں موجود ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۱۵۸ تا ص۱۶۱) امام نسائیؒ فرماتے ہیں:

والكذابون المعروفون	اور مشہور کذاب جو جھوٹی حدیثیں
بوضع الحديث على رسول	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الله صلى الله عليه وسلم	کی طرف نسبت کرنے میں مشہور
اربعة. ابن ابي يحيى بالمدينة	ہیں چار ہیں ان میں سے مدینہ
(كتاب الضعفاء والمجروحين ص۳۰)	شریف میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ہے

نعیم بن حماد اور خلق قرآن کا مسئلہ

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ محدث مسلمہ بن قاسم فرماتے ہیں:

وله مذاهب سوء	اور نعیم بن حماد کا قرآن مجید
فی القرآن کان	کے بارے میں برا نظریہ تھا
یجعل القرآن قرآنین	یہ قرآن مجید کو دو قرآن بناتا تھا
فالذی فی اللوح	پس وہ جو لوح محفوظ میں ہے
المحفوظ کلام الله تعالی	وہ کلام اللہ ہے اور جو لوگوں کے
والذی بایدی الناس	پاس موجود ہے یہ مخلوق ہے
مخلوق۔ (تهذيب ص ۴۶۲ ج ۱۰)	(یعنی یہ کلام اللہ نہیں ہے)

برادران اسلام کو معلوم ہو چکا ہے کہ اصل اس فتنہ کا بانی جہم بن صفوان وغیرہ تھا امام اعظمؒ اور آپ کے اصحابؒ و دیگر علماء کرامؒ کے تعاون سے اس فتنہ کو ختم کر دیا گیا لیکن خلیفہ مامون کے دور میں پھر معتزلہ نے اس کا قرب حاصل کرکے یہ مسئلہ اس کے ذہن میں ڈال کر اس فتنہ کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا کہ مامون سرکاری طور پر قانون بنانے پر آمادہ ہو گیا کہ اس قرآن کو مخلوق و حادث کہا جائے اور جو آدمی اس عقیدہ کا اقرار نہیں کرتا اس کو سزا دی جائے علماء کرام کے لیے بہت امتحان آزمائش کا دور شروع ہو گیا۔ بعض علماء نے تو تقیہ کرکے اقرار کر لیا کہ قرآن مخلوق و حادث ہے کلام اللہ نہیں (معاذ اللہ) بعض علماء کرامؒ نے تاویل کر کے جان چھڑائی اور یوں کہا کہ لفظنا بالقرآن مخلوق (ہمارے الفاظ جو قرآن کی تلاوت کے وقت نکلتے ہیں یہ مخلوق ہیں) یہ تاویل صحیح تھی مگر اس دور میں مناسب نہیں تھی چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس تاویل کی سختی سے تردید کی اور کہا کہ اس طرح دشمن کو چور دروازے سے داخل ہونے کا موقعہ مل جائے گا اور اس طرح قرآن

کی عظمت و قدر ختم ہو جائے گی اور قرآن مجید کی توہین کر کے یہ تاویل کی جائے گی کہ ہم نے مخلوق الفاظ کی توہین کی ہے یہ کلام اللہ کی توہین نہیں ہے محدث محمد بن یحییٰ الذہلیؒ نے بھی امام احمدؒ کی حمایت کی اور اس قسم کی تاویل کرنے والوں سے سلام و کلام بند کرنے کا فتویٰ دیا امام احمدؒ کے بیٹے عبداللہؒ لکھتے ہیں :

سألت ابی قلت ان	میں نے اپنے باپ امام احمدؒ سے
قوماً یقولون لفظنا	پوچھا کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ ہمارے
بالقرآن مخلوق فقال	جو قرآن مجید پڑھتے وقت نکلے
هم جهمية وهم الشر	ہیں یہ مخلوق ہیں تو امام احمدؒ نے فرمایا یہ
ممن یقف هذا القول جهم	لوگ جہمیہ ہیں اور بہت زیادہ بُرے ہیں ان
(کتاب السنہ ص۳۵)	لوگوں سے جو ایسی کلام بولنے سے توقف
	کرتے ہیں (یعنی جواب نہیں دیتے)

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

قلت وقد کان داؤد	میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ داؤد ظاہری
اراد الدخول علی الامام	نے امام احمدؒ کے پاس جانے کا
احمد فمنعه وقال	ارادہ کیا تو امام احمدؒ نے روک دیا
کتب الی محمد بن یحییٰ	اور فرمایا کہ مجھے محمد بن یحییٰ الذہلیؒ
الذهلی فی امره انه	نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ
زعم ان القرآن محدث	قرآن کو حادث کہتا ہے پس یہ
فلا یقربنی فقیل یا	قریب نہ آئے امام احمدؒ سے
ابا عبد الله انه ینتفی	کہا گیا کہ وہ اس قول کا انکار کرتا
من هذا وینکره فقال محمد	ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ محمد بن

یعنی اسحاق منبل (میزان ص ۱۵/۲)   یعنی اس سے بہت زیادہ سمجھ

داؤد ظاہری کا عقیدہ یہ تھا القرآن محدث (قرآن حادث ہے) ولفظی بالقرآن مخلوق (اور میرا لفظ تلاوۃ قرآن کے وقت مخلوق ہے) (میزان ص ۱۵/۲)

قال داؤد اما الذی فی   داؤد ظاہری نے کہا جو لوح محفوظ

اللوح المحفوظ فغیر مخلوق   میں قرآن ہے وہ مخلوق نہیں اور

واما الذی بین الناس   جو لوگوں کے درمیان موجود ہے

مخلوق (میزان ص ۱۶/۲)   یہ مخلوق ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

قلت هذا ادل شئی علی   میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں یہ بات

جهله بالکلام فان جماهیرهم   داؤد ظاہری کی کلام اللہ سے

ما فرقوا بین الذی   ناواقفیت اور جہالت پر زیادہ

فی اللوح المحفوظ وبین   دلالت کرنے والی ہے کیونکہ

الذی فی المصاحف   جمہور محدثینؒ نے لوح محفوظ

فان الحدث لازم   اور جو لوگوں کے درمیان میں

عندهم لهذا ولهذا   موجود ہے اس میں کوئی فرق

وانما یقولون القائم   نہیں کیا کیونکہ اس کا حادث

بالذات المقدسة   ہونا لازمی ہے وہ صرف یہ

غیر مخلوق لانه من   بات کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی

علم اللہ تعالی والمنزل   ذات کے ساتھ جو کلام موجود

الینا محدث ویستون   ہے وہ غیر مخلوق ہے کیونکہ وہ

کقوله تعالی ما یأتیهم   اللہ تعالیٰ کے علم میں سے ہے

من ذکر من	ہماری طرف نازل کردہ حادث ہے
ربہم محدث	اور وہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول پڑھتے
والقرآن کیفما	ہیں ترجمہ: نہیں آتا ان کے پاس
تلی او کتب او سمع	کوئی ذکر ان کے رب کی طرف سے نیا۔
فھو وحی اللہ	اور قرآن مجید جیسے بھی پڑھا جائے اور
وتنزیلہ غیر مخلوق	لکھا جائے پس وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے
(میزان ص ۲۶۹)	اور منزل من اللہ ہے جو غیر مخلوق ہے

علامہ ذہبی کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ نعیم بن حماد بھی جاہل ہے کیونکہ وہ بھی لوح محفوظ والے قرآن کو کلام اللہ کہتا ہے اور تقسیم کرتا ہے لیکن جب حکومت کی طرف سے اس سے قرآن مجید مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے تو اس نے توقف اختیار کیا اور جواب نہ دیا جس کی وجہ سے اس کو گرفتار کیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ اس کی موت بھی وہیں واقع ہوئی۔

امام اعظمؒ کی گستاخی کی سزاء

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

وکان مقیداً محبوساً	جب نعیم بن حماد پر موت واقع
لامتناعہ من القول	ہوئی تو یہ قید خانہ میں ہتھکڑیوں سے
بخلق القرآن فجر	جکڑا ہوا تھا کیونکہ قرآن کو مخلوق
باقیادہ فالقی فی	کہنے کے بارے میں جواب نہ دیتا
حفرۃ ولم یکفن	تھا تو صاحب ابن ابی دؤاد کے
ولم یصل علیہ فعل	حکم سے اس کو کھینچ کر ایک گڑھے
ذالک بہ صاحب ابن	میں ڈال دیا گیا نہ تو اس کو کفن

ابی دؤاد ۔ دیا گیا اور نہ نماز جنازہ پڑھی
(تاریخ بغداد ص ۲۴۳/۱۴) گئی ۔

برادران اسلام کو معلوم ہو چکا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ کی حقیقت کیا ہے تو ایک گروہ علماء کا ایسا بھی تھا جو اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرتا تھا تا کہ خاموشی میں چھٹکارا مل جائے مگر ایسے لوگ نہ تو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول تھے اور نہ عند اللہ اور نہ حکومت کی سزا سے بچ سکے امام احمد امام محمد ذہلی وغیرہ حضرات نے اس مسئلہ میں نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا اور امام احمد نے تو کمال ہی کر دیا کہ مامون کے دور میں تکالیف برداشت کرتے کرتے المعتصم کا دور آ گیا تو اس میں آپ پر ظلم و تکلیف کو بڑھا دیا گیا یہاں تک کہ الواثق کا دور آ گیا اس میں تو آپ پر ظلم و تکالیف کی انتہا کر دی گئی بالآخر ایک عالم دین عبد اللہ بن محمد الاذرمی (جن کا ترجمہ و قصہ تہذیب التہذیب ص ۵ ج ۶ میں موجود ہے) زنجیروں و ہتھکڑیوں سے جکڑا ہوا واثق خلیفہ کے سامنے احمد بن ابی دواد کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے لایا گیا تو اس عالم دین نے احمد بن ابی دواد جو سرغنہ تھا بدعتی فرقہ کا اور اسی نے ہی سارا فساد برپا کیا ہوا تھا اور واثق وغیرہ کا قاضی تھا سے پوچھا کہ اس خلق قرآن کے مسئلہ کا رسول اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا یا نہیں احمد بن ابی دواد نے کہا ہاں اس عالم دین نے پھر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں کوئی سختی کی تھی اور لوگوں کو اس خلق قرآن کے ماننے پر مجبور کیا تھا یا لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا احمد بن ابی دواد جواب نہ دے سکا اور حواس باختہ ہو گیا اس عالم دین نے کہا جس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختی نہ کریں تم کیوں سختی کرتے ہو واثق خلیفہ یہ بات سن کر ہنس پڑا اور کھڑا ہو کر منہ بند کر کے گھر چلا گیا اور وہاں پاؤں پھیلا کر کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اجازت تھی کہ وہ اس مسئلہ سے خاموش رہیں اور کیا ہمیں اجازت نہیں پس اس عالم دین کو

تین سَو دینار دینے کا حکم کیا اور یہ کہ اس کو واپس اپنے شہر پہنچایا جائے اور اس کے بعد کسی شخص کو بھی امتحان میں نہیں ڈالا واثق کا دوست قاضی احمد بن ابی دواد اسی دن سے واثق سے ناراض ہو گیا۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۳۴۲ عربی) بہرحال یہ مسئلہ بہت تفصیل ہے بتانا یہ ہے کہ نعیم بن حماد کا نظریہ بھی گڑبڑ تھا اسی نعیم بن حماد پر امام بخاریؒ کا بہت اعتماد تھا یہاں تک کہ صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیا ہے اور امام اعظمؒ کے متعلق نعیم بن حماد کی جھوٹی باتوں کا اعتبار کر کے امام اعظمؒ کے متعلق امام بخاری کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے (آمین) امام بخاریؒ کے ایک استاذ علی بن المدینی ہیں جو پہلے قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے اور بدعتیوں کے سرغنہ احمد بن ابی دُواد سے یارانے قائم کر رکھے تھے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ص۳۶۲۔

احمد بن ابی دُواد	احمد بن ابی دواد القاضی بغض رکھنے
القاضی جهمی بغیض	والا جہمی تھا سنہ ۲۴۰ھ میں ہلاک
هلك سنة اربعین	ہوا ہے بہت کم مشائخ نے
ومائتین قل ما روی	کوئی روایت کی ہے۔

(میزان ص۹۷)

نیز علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقد ترکه ابراهیم الحربی	حضرت ابراہیم حربیؒ نے علی بن
وذالك لميله الى احمد	المدینی کو ترک کر دیا تھا یعنی اس
بن ابی دواد فقد كان	سے روایت لینی چھوڑ دی تھی کیونکہ
محسنا اليه وكذا امتنع	اس کی احمد بن ابی دُواد سے صحبت
مسلم من الروایة	تھی وہ ابن ابی دُواد (علی بن المدینی)
عنه فی صحیحه	پر احسان کرتا تھا اس وجہ سے

ابی دؤاد۔
(تاریخ بغداد ص۲۱۴/۱۲)

دیا گیا اور نہ نماز جنازہ پڑھی
گئی۔

برادران اسلام کو معلوم ہو چکا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ کی حقیقت کیا ہے تو ایک گروہ علماء کا ایسا بھی تھا جو اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرتا تھا تاکہ خاموشی میں چھٹکارا نصیب ہو جائے مگر ایسے لوگ نہ تو عندالناس مقبول تھے اور نہ عنداللہ اور نہ حکومت کی سزا سے بچ سکے امام احمدؒ امام محمد ذہلی وغیرہ جانے اس مسئلہ میں نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا اور امام احمدؒ نے تو کمال ہی کر دیا کہ مامون کے دور میں تکالیف برداشت کرتے کرتے المعتصم کا دور آگیا تو اس میں آپ پر ظلم و تکلیف کو بڑھا دیا گیا یہاں تک کہ الواثق کا دور آگیا اس میں تو آپ پر ظلم و تکالیف کی انتہا کر دی گئی بالآخر ایک عالم دین عبداللہ بن محمد الاذری (جن کا ترجمہ وقصہ تہذیب التہذیب ص۲۰۵ ج۱ میں موجود ہے) زنجیروں و ہتکڑیوں سے جکڑا ہوا واثق خلیفہ کے سامنے احمد بن ابی دؤاد کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے لایا گیا تو اس عالم دین نے احمد بن ابی دؤاد جو سرغنہ تھا بدعتی فرقہ کا اور اسی نے ہی سارا فساد برپا کیا ہوا تھا اور واثق وغیرہ کا قاضی تھا سے پوچھا کہ اس خلق قرآن کے مسئلہ کا رسول اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا یا نہیں احمد بن ابی دُؤاد نے کہا ہاں اس عالم دین نے پھر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں کوئی سختی کی تھی اور لوگوں کو اس خلق قرآن کے ماننے پر مجبور کیا تھا یا لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا احمد بن ابی دُؤاد جواب نہ دے سکا اور جواس باختہ ہو گیا اس عالم دین نے کہا جس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختی نہ کریں تم کیوں سختی کرتے ہو واثق خلیفہ یہ بات سن کر ہنس پڑا اور کھڑا ہو کر منہ بند کر کے گھر چلا گیا اور وہاں پاؤں پھیلا کر کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اجازت تھی کہ وہ اس مسئلہ سے خاموش رہیں اور کیا ہمیں اجازت نہیں پس اس عالم دین کو

تین سو دینار دینے کا حکم کیا اور یہ کہ اس کو واپس اپنے شہر پہنچایا جائے اور اس کے بعد کسی شخص کو بھی امتحان میں نہیں ڈالا واثق کا دوست قاضی احمد بن ابی دواد اسی دن سے واثق سے ناراض ہو گیا۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۳۴۲ عربی) بہر حال یہ مسئلہ بہت تفصیل ہے بتانا یہ ہے کہ نعیم بن حماد کا نظریہ بھی گڑبڑ تھا اسی نعیم بن حماد پر امام بخاریؒ کا بہت اعتماد تھا یہاں تک کہ صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیا ہے اور امام اعظمؒ کے متعلق نعیم بن حماد کی جھوٹی باتوں کا اعتبار کر کے امام اعظمؒ کے متعلق امام بخاریؒ کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے (آمین) امام بخاریؒ کے ایک استاذ علی بن المدینی ہیں جو پہلے قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے اور بدعتیوں کے سرغنہ احمد بن ابی دُواد سے یارانہ قائم کر رکھا تھا علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ص۳۴۲۔

احمد بن ابی دُواد	احمد بن ابی دواد القاضی بغض رکھنے
القاضی جهمی بغیض	والا جہمی تھا سن ۲۴۰ھ میں ہلاک
هلك سنة اربعين	ہوا ہے بہت کم لوگوں نے اس سے
ومائتين قل ما روى	کم روایت کی ہے ۔

(میزان ص۹۷)

نیز علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقد ترکه ابراهيم الحربي	حضرت ابراہیم حربیؒ نے علی بن
وذالك لميله الى احمد	المدینی کو ترک کر دیا تھا یعنی اس
بن ابي دواد فقد كان	سے روایت لینی چھوڑ دی تھی کیونکہ
محسنا اليه وكذا امتنع	اس کی احمد بن ابی دُواد سے محبت
مسلم من الرواية	تھی وہ ابن ابی دُواد (علی بن المدینی)
عنه في صحيحه	پر احسان کرتا تھا اس وجہ سے

لهذا المعنى ۔ امام مسلم نے جو امام بخاری کے شاگرد بھی
(میزان ص۱۴۰) ہیں علی بن المدینی کی روایت صحیح مسلم میں نہیں کی

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں قد بدت منه هفوة ثم تاب منها (میزان ص۴۰) علی بن المدینی سے غلطی صادر ہو گئی تھی پھر اس سے تائب ہو گئے تھے۔ علی بن المدینی خود بتاتے ہیں۔ خفت القتل وَلَوْ اَنِّیْ ضُرِبْتُ سَوْطًا لَمِتُّ (میزان ص۱۴۱) میں (علی بن المدینی) قتل سے ڈر گیا (اس لئے انکا عقیدہ قبول کر لیا تھا) اور اگر مجھے ایک چابک بھی مارا جاتا تو میں مر جاتا۔ قربان جائیے امام احمدؒ و امام اعظمؒ پر جنہوں نے کوڑے کھا کر حق سے اعراض نہیں کیا۔ امام بخاریؒ ان لوگوں میں سے تھے جو لفظی بالقرآن مخلوق کہہ کر جان چھڑا گئے تھے۔ امام بخاریؒ حکومت کی اس سزا سے جان چھڑا کر خراسان چلے گئے وہاں محمد بن یحییٰ الذہلیؒ سے حدیث پڑھی مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔ دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام (بخاریؒ) صاحب کے یہاں پہنچے اتفاق سے وہی صورت پیش آگئی جس کا انہیں خوف تھا ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا کہ یا ابا عبداللہ، قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں کیا وہ مخلوق ہیں سوال کے اصلی الفاظ یہ تھے لفظی بالقرآن مخلوق، امام صاحب ساکت رہے پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا امام صاحب نے پھر سکوت کیا تیسری بار مجبور ہو کر جواب دیا کہ

القرآن کلام اللہ	قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے لیکن
غیر مخلوق و لفظی	جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے
بالقرآن الفاظنا	ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں اور ہمارے
والفاظنا من	الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہے
افعالنا و افعالنا	اس لیے ہمارا ایک فعل ہے اور ہمارے

مخلوقة۔ افعال مخلوق ہیں۔

امام بخاری نے ان مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا ظاہر ہے کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے تو کلام خدا کی ایک صفت ہے اور خدا کی صفت کیونکر مخلوق ہو سکتی ہے۔ اور اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں تو وہ چونکہ مخلوق کا ایک فعل ہے لہٰذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں لیکن اس دقیق جواب کو عوام نہ سمجھ سکے اس لیے اس واقعہ کو اس قدر بڑھایا اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہر دل عزیزی میں فرق آگیا اور امام ذہلی کا کردار بھی آگ میں روغن کا کام دے گیا امام ذہلی کو اس مسئلہ میں اہتمام درجہ کا اہتمام تھا وہ قائل تھے کہ جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق کا قائل نہیں وہ اور اس کے ملنے والے قابل ملاقات نہیں جو لوگ دقیقہ سنج تھے وہ اس جواب کی تہ کو پہنچ گئے اور پیشتر سے زیادہ امام المحدثین کی وقعت کرنے لگے چنانچہ امام مسلم کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنی مجلس میں منادی کرا دی ہے کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو تو امام مسلم سخت برآشفتہ ہوئے اور تمام نوشتے اونٹوں پر لدوا کر واپس کر دیئے جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلم بند کی تھیں امام مسلم کے سوا تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں لوگوں نے اکر عرض کی آپ اس قول سے رجوع کیجئے (تمام شہر آپ کا مخالف ہے) امام صاحب نے فرمایا بھلا مجھ سے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اگر کوئی چیز مجھے اپنے قول سے پھیر سکتی تو وہ دلیل ہی ہے امام صاحب کے اس استقلال اور ثبات قدمی پر لوگ مایوس واپس ہوئے (سیرۃ البخاری صفحہ ۲۵۰ تا صفحہ ۲۵۱)

مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد نے اس کلام میں تضاد بیانی سے کام لیا ہے۔ پہلے یوں لکھا جو لوگ دقیقہ سنج تھے وہ اس جواب کی تہ کو پہنچ گئے اور پیشتر سے زیادہ امام

الترمذی کی وقعت کرنے لگے پھر بعد میں یوں لکھا امام مسلم کے سوا تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔ پھر بعد میں یوں لکھ دیا۔ لوگوں نے اگر عرض کی آپ اس قول سے رجوع کیجئے (تمام شہر آپ کا مخالف ہے)۔ معلوم ہوتا ہے یہ غیر مقلد کوئی مخبوط الحواس آدمی ہے۔

مخبوط الحواسی کا ایک عجیب واقعہ

مؤلف موصوف سیرۃ البخاری ص۱۷۲ میں بخاری شریف کی عربی شروح و حواشی کا تعارف کراتے ہوئے ص۱۷۲ میں دوسرے نمبر پر شرح المہلب کا تعارف یوں کراتے ہیں شرح المہلب۔ مہلب بن ابی صفرہ الازدی المتوفی سنہ۔ علاوہ شرح کے مہلب نے صحیح بخاری کی تجرید بھی کی ہے۔

تبصرہ مہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ کو شارح بخاری بنانا عجیب قسم کی حماقت ہے کیونکہ مہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ کے متعلق امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

باب مہلب، ۲۱۲۲۔ مہلب	کہ مہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ
بن ابی صفرہ ابو سعید	نے حضرت سمرۃؓ و حضرت
الازدی سمع سمرۃ	ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث
وابن عمر روی عنہ	کو سنا ہے اور مہلب سے
ابو اسحٰق وسماک بن	ابو اسحٰق تابعیؒ و سماک بن
حرب و عمر بن	حرب تابعیؒ و عمر بن سیفؒ
سیف (التاریخ الکبیر للبخاریؒ	نے حدیث کی سماعت کی
قسم ۲ ج ۴ المجلد الثامن ص۲۵)	ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کا شاگرد شارح بخاری کیسے بن گیا۔ امام بخاریؒ کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے جب کہ مہلب بن ابی صفرہ

الازدی کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی پیدائش فتح کہ سنہ ۸ھ یا اس سے بھی پہلے کی ہے اور اس کی وفات سنہ ۸۲ھ یا ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں واقع ہوئی ہے (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۲۰) حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس مہلب نے حضرت عمرؓ کو بھی پالیا تھا مگر حدیث کی سماعت نہیں کر سکا حضرت عمرؓ نے اس کے والد ابو صفرہؓ کو کہا تھا هٰذا سَیِّدُ وُلْدِكَ یعنی المہلب (یہ مہلب تیرے بیٹوں میں سے سردار ہے) (تہذیب صفحہ ۳۲۳ جلد ۱۰) اگویا اس غیر مقلد یتیم فی العلم نے سبق البخاری لکھ کر غیر مقلدین کے دلوں کو جیت لیا ہے (چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ) بہر حال بخاری شریف کا شارح اگر کوئی المہلب ہے تو وہ ابن صفرہ الازدی نہیں کوئی اور ہوگا جو امام بخاریؒ کے بعد پیدا ہوا ہوگا۔

توبرادران اسلام! اصل بات چل رہی تھی کہ امام بخاریؒ نے جو لفظی بالقرآن مخلوق کا نعرہ لگایا جو در اصل صحیح تھا مگر اس دور میں خطرناک تھا۔ معتزلہ و جہمیہ اس سے اپنی تائید نکالتے تھے اس لیے امام احمدؒ کا فتویٰ ایسے الفاظ کہنے والے کے بارے میں بہت سخت تھا جیسا کہ گذر چکا ہے اور اسی لیے آپ کے شیخ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللہ غیر	قرآن کلام اللہ ہے جو مخلوق
مخلوق ومن زعم	نہیں اور جو آدمی یہ نظریہ رکھے
لفظی بالقرآن مخلوق	کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے پس
فھو مبتدعٌ ولا یجالس	وہ بدعتی ہے نہ تو ایسے شخص کی
ولا یکلم ومن ذھب	مجلس میں بیٹھا جائے اور نہ اس
بعد ھٰذا الی محمد	سے کلام کی جائے اور جو آدمی
بن اسمٰعیل فاتھموہٗ	اس فیصلہ کے بعد بھی امام بخاریؒ

فانہ لا یحضر مجلسہ	کی مجلس میں جائے وہ متہم ہے
الا من کان علی مذہبہ	کیونکہ امام بخاریؒ کی مجلس میں وہی
(مقدمہ فتح الباری ص ۲/۲۴۳ شرکۃ	حاضر ہوگا جو اس کے اس عقیدہ
مکتبہ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی	کا قائل ہوگا۔
واولادہ بالمصر)	

اس لیے امام بخاریؒ کے شیخ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ نے امام بخاریؒ کو اپنے شہر نیشاپور سے نکلوادیا تھا چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں :

قال الذھلی لا یساکننی ھذا	امام ذہلیؒ نے کہا یہ شخص جائے
الرجل فی البلد فخشی	پاس اس شہر میں نہ ٹھہرے
البخاری وسافر۔	پس امام بخاریؒ ڈر گئے اور سفر
(مقدمہ فتح الباری ص ۲/۲۴۳)	کر کے چلے گئے۔

امام ذہلیؒ نے امام ابوحاتمؒ و امام ابوزرعہؒ کو بھی اس واقعہ سے باخبر کر دیا چنانچہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتمؒ لکھتے ہیں :

ابی وابازرعۃ ترکا حدیثہ	کہ میرے باپ ابوحاتمؒ اور
عند ما کتب الیھما محمد	ابوزرعہؒ نے امام بخاریؒ سے حدیث
بن یحیی النیسابوری انہ	لینا چھوڑ دیا تھا جب امام محمد بن یحییٰ
اظھر عندھم ان لفظہ	نیشاپوری ذہلیؒ نے ان کی طرف
بالقرآن مخلوق۔	لکھا کہ امام بخاریؒ نے ان کے سامنے
(کتاب الجرح والتعدیل ل ۱-۸۶	اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ لفظی بالقرآن
قسم ۲ ج ۳ ص ۱۹۱)	مخلوق ہے۔

امام ابوحاتمؒ امام بخاریؒ کے استاذ بھی تھے چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں :

(الطبقة الرابعة) رفقائه في الطلب ومن سمع قبله قليلاً كمحمد بن يحيى الذهلي وابي حاتم الرازي الخ. (مقدمہ فتح الباری ص۱۶۵ جلد۲)

چوتھا طبقہ امام بخاریؒ کے مشائخ میں سے ان حضرات کا ہے جو امام بخاریؒ کے طلب حدیث میں ساتھی بھی رہے اور کچھ مدت قبل اس کے ان سے امام بخاریؒ نے کچھ حدیث کا سماع بھی کیا ہے جیسے محمد بن یحییٰ الذہلیؒ اور ابو حاتم الرازیؒ۔

بعد میں امام بخاریؒ نے لفظی بالقرآن والے نظریہ کی تردید کر دی تھی اور فرمایا کہ میں اس کا قائل نہیں ہوں (مقدمہ فتح الباری ص۲۴۳)

امام ذہلیؒ اور صحیح بخاری شریف

امام بخاریؒ نے اپنے شیخ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ سے صحیح بخاری شریف کے متعدد مقامات میں احتجاج کیا ہے لیکن بڑے عجیب انداز سے چنانچہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

روى عنه الجماعة سوى مسلم ولم يصرح البخاري به بل يقول ثنا محمد وتارة ثنا محمد عبد الله وتارة محمد بن خالد ولم يقل في موضع ثنا

کہ امام ذہلیؒ سے صحاح ستہ والوں سے امام مسلمؒ کے سوا سب نے روایت حدیث کی ہے لیکن امام بخاریؒ پوری تصریح نہیں کرتے کبھی حدثنا محمد کہہ دیتے ہیں (یعنی باپ کا نام ساتھ ذکر نہیں کرتے) اور کبھی حدثنا محمد بن عبد اللہ کہہ دیتے ہیں (یعنی باپ کا نام چھوڑ کر دادا کا نام ذکر کر دیتے ہیں) اور کبھی حدثنا محمد بن خالد کہہ

محمد بن یحییٰ۔	دیتے تھے میں دوسرے کو بھی [illegible]
(تہذیب ص۵۱۲ ج۹)	بلکہ نام ذکر کرتے تھے لیکن کبھی حدثنا محمد بھی نہیں کہتے۔

نیز حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وعنه البخاری	کہ امام ذہلیؒ سے امام بخاریؒ روایت
ویدلسه والاربعة	لیتے ہیں اور تدلیس کرجاتے تھے اور امام
(لسان المیزان ص۴۳ ج۵)	ترمذیؒ و امام نسائیؒ و امام داؤدؒ و
	امام ابن ماجہؒ بھی روایت لیتے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

شیخ البخاری احد الائمة	امام ذہلیؒ۔ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں اور
المرضیین (تاریخ البغداد ص۴۱۵ ج۳)	عراق کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔

نوٹ: امام مسلمؒ نے اپنے شیخ امام ذہلیؒ سے حدیث صحیح مسلم میں ذکر نہیں کی۔ کیونکہ امام ذہلیؒ نے امام بخاریؒ پر فتویٰ لگایا تھا اور امام بخاریؒ سے بھی حدیث صحیح مسلم میں ذکر نہیں کی کیونکہ انہوں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

(قلت) وقد انصف مسلم	امام مسلمؒ نے بے شک انصاف
فلم یحدث فی کتابه عن	سے کام لیا ہے کہ انہوں نے اپنی
هذا ولا عن هذا۔	کتاب صحیح مسلم میں ان دونوں سے حدیث
(مقدمہ فتح الباری ص۴۹۳ ج۲)	نہیں لی۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وفی الزهرة روی عنه	کہ الزہرہ کتاب میں ہے کہ امام
البخاری اربعة وثلاثین	بخاریؒ نے امام ذہلیؒ سے ۳۴ حدیثیں

حدثنا (تهذیب ص۵۳)   روایت کی ہیں۔

بخاری شریف ص۹۰ میں حدثنی محمد ثنا احمد بن سعید۔ اس محمد سے مراد بقول علامہ قسطلانیؒ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ ہیں (قسطلانی ص۲۳۸ جلد ۹) اور بخاری شریف ص۷۶۶ جلد ۲ میں حدثنی محمد، قال حدثنا احمد بن شبیب اس محمد سے مراد بقول علامہ کرمانیؒ محمد بن یحییٰ الذہلی ہیں (حاشیہ بخاری) بخاری شریف ص۱۰۳۵ جلد ۲ باب رقیۃ العین میں ہے حدثنا محمد بن خالد میں محمد بن خالد سے مراد امام محمد بن یحییٰ الذہلیؒ ہیں۔ علامہ ذہبیؒ سیر اعلام النبلاء ص۲۸۳ ج۱۲ میں یہ حدیث امام بخاریؒ کی سند سے روایت کرتے ہیں پھر ص۲۸۴ جلد ۱۲ میں رقمطراز ہیں:

محمد بن خالد	محمد بن خالد کے نام میں امام بخاریؒ
دلس اسمہ البخاری	نے تدلیس سے کام لیا ہے اور محمد
ونسبہ الی جد ابیہ	کو باپ کے دادا کی طرف منسوب
وھو الامام محمد	کر دیا ہے اور یہ محمدؒ مشہور امام محمد بن
بن یحییٰ بن	یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد الذہلیؒ ہیں
عبد اللہ بن خالد الذہلی	جنہوں نے امام زہریؒ کی حدیثوں کو
الذی صنف حدیث الزہری	جمع کر کے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

مزید اور مقامات بخاری شریف میں جہاں امام ذہلیؒ کی روایت موجود ہے حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کر دیئے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ و علامہ ذہبیؒ نے امام بخاریؒ کے لیے مدلس کا لفظ بھی بول دیا ہے حالانکہ تدلیس کرنا بعض محدثین کرامؒ کے ہاں سخت قسم کا جرم ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وکیف یظن بشعبۃ	کہ امام شعبہؒ کے متعلق تدلیس کا
التدلیس (الی) وھو	کیسے گمان کیا جا سکتا ہے در آں

القائل لأن ازنی	حالانکہ وہ خود کہتا ہے یہ کہ میں
احب الی من ان	زنا کر لوں تو تدلیس کرنے
ادلس۔	سے اچھا ہے (یعنی تدلیس زنا سے
(طبقات المدلسین ص۲)	بھی بری ہے)

بعض محدثین کرام نے تدلیس کو کذب قرار دیا ہے دیکھئے (الکامل لابن عدی ص۳۴ جلد۱) لیکن تدلیس کی بھی کئی قسمیں ہیں اور ہر مدلس کا حکم ایک جیسا نہیں ہوتا! امام بخاریؒ ان مدلسین میں ہرگز شمار نہیں ہو سکتے جو ضعیف ہیں گرچہ بعض حضرات نے مطلقاً تشدد کیا ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ جیسی ہستی کے متعلق تدلیس کا لفظ بالکل مناسب نہیں تھا۔

قارئین کرام! جن حضرات سے لفظی بالقرآن مخلوق کے الفاظ نکل گئے تھے ان حضرات سے ایک سخت قسم کی خطاء بھی صادر ہوئی ہے علامہ خطیب بغدادیؒ نقل کرتے ہیں کہ:

فسئل عن القرآن	داؤد ظاہری سے قرآن کے
فقال القرآن الذی قال	بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا وہ
الله تعالیٰ لا یمسه	قرآن جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے
الا المطهرون وقال	فرمایا ہے کہ اس کو پاکیزہ اشخاص
فی کتاب مکنون غیر مخلوق	ہی ہاتھ لگاتے ہیں اور فرمایا کہ وہ
واما الذی بین ظهرانینا یمسه	قرآن پوشیدہ کتاب میں ہے وہ غیر
الحائض والجنب فهو مخلوق قال القاضی	مخلوق ہے اور وہ قرآن جو ہمارے
ابن کامل هو کفر بالله صح الخبرین	سامنے ہے جس کو حیض والی عورت
رسول الله صلی الله	اور جنبی انسان ہاتھ لگاتے ہیں
علیه وسلم	پس یہ مخلوق ہے قاضی ابن کامل

انہ نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو الخ ملخصاً۔ (تاریخ بغداد صفحہ ۳۶۵)

نے فرمایا کہ ایسی بات کرنا کفر ہے صحیح حدیث میں ہے کہ مسافر دار الحرب کی طرف قرآن مجید ساتھ نہ لے جائے تاکہ کفار بے حرمتی نہ کر سکیں۔

قاضی ابن کامل ؒ کے اس قول ھُوَ کُفْرٌ بِاللّٰہِ سے یہ مراد ہے کہ ایسی بات کرو ناشکری ہے اور ناشکری پر بھی کفر کا لفظ بولا جاتا ہے اور قرآن پاک کو حائض جنبی ہاتھ لگائیں یہ بے ادبی ہے اور ایسا نظریہ قرآن پاک کو مخلوق کہنے کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ قاضی ابن کامل امام حاکمؒ کا استاد ہے۔ پورا نام یوں ہے ابوبکر احمد بن کامل بن خلف القاضی (مستدرک صفحہ ۵۶۰ جلد ۴)

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

باب تقضی الحائض المناسک کلہا الا الطواف (بخاری شریف صفحہ ۴۴ جلد ۱) حیض والی عورت تمام مناسک حج ادا کر سکتی ہے مگر طواف نہیں کر سکتی۔ اسی باب کے تحت حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ اِبْرٰھِیْمُ لَا بَأْسَ اَنْ تَقْرَأَ الْآیَۃَ وَلَمْ یَرَ ابن عباس بِالْقِرَاءَۃِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا۔ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ۔ (بخاری)

ابراہیم (نخعیؒ) کوئی حرج نہیں سمجھتے اگر ایک آیت قرآن کی پڑھی جائے (یعنی جنبی پڑھ لے) اور حضرت ابن عباسؓ تو جنبی کے لیے قراءۃ قرآن کی مطلقاً حرج نہیں سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔

امام بخاریؒ نے حیض وجنابت کو ایک درجہ میں رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ جنبی کا ذکر اس بات کے تحت کر دیا ہے لیکن امام بخاریؒ کو کوئی حدیث صحیح صریح یا ضعیف نہیں مل سکی جس میں جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ہو لیکن چونکہ آپ کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جنبی اور حیض و نفاس والی عورت پڑھ سکتی ہے تو آپ نے اس کے جواز کے لیے کئی دلائل دینے کی کوشش کی ہے

دلیل ملا کا جواب

ابراہیم نخعیؒ تابعی ہیں ان سے مختلف روایتیں کی گئی ہیں۔

(۱) حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث عن همام البصري عن حماد عن ابراهيم قال اربعة لا يقرؤن القرآن عند الخلاء وعند الجماع والجنب والحائض الا الجنب والحائض فانهما يقرآن الآية ونحوها۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱ طبع حیدرآباد دکن)

ابراہیمؒ فرماتے ہیں چار آدمی قرآن نہ پڑھیں ایک پیشاب و پاخانہ کرنے والا (قضاء حاجت کے وقت) اور جماع کرنے والا جماع کے وقت اور جنبی اور حائضہ عورت مگر جنبی و حائضہ ایک آیت یا مثل اس کے پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) حدثنا جرير عن مغيرة عن ابراهيم قال لا يقرأ القرآن ولا آية وقال انه اذا قرأ صلى۔ (ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱)

ابراہیمؒ فرماتے ہیں جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا حتیٰ کہ ایک آیت بھی منع ہے اور ابراہیمؒ نے فرمایا جب انسان قرأت کر سکتا ہے تو نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۳) حدثنا وكيع عن شيبان

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

عن ابراهيم قال تقرأ مادون الآية ولا تقرأ آية تامة (ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱)

کہ حیض والی عورت آیت سے کم پڑھ سکتی ہے اور پوری آیت نہیں پڑھ سکتی۔

(۴) حدثنا ابو خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء وعن حماد عن ابراهيم وسعيد بن جبير فی الحائض والجنب یستفتحون رأس الآیة ولا یتمون آخرها (ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱ ودارمی ص۱۹۹)

عطاءؒ و ابراہیمؒ وسعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حائضہ وجنبی آیت کے ابتدائی حصہ کو پڑھ سکتے ہیں لیکن آیت نہیں پڑھ سکتے۔

(۵) اخبرنا محمد بن یوسف حدثنا سفیان قال بلغنی عن ابراهيم وسعید بن جبیر انما قالا لا یقرأ الجنب والحائض آیة تامة یقرأان الحرف (سنن الدارمی ص۱۹۹ ج۱ تا ص۱۸۹)

حضرت ابراہیمؒ وحضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے تھے کہ جنبی اور حائضہ پوری آیت نہیں پڑھ سکتے آیت کا کچھ حصہ پڑھ سکتے ہیں۔

یہ سب روایتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کردی گئی ہیں تاکہ امام بخاریؒ کے اس قول کی حقیقت واضح ہو جائے جو انہوں نے حضرت ابراہیمؒ کی طرف منسوب کیا ہے پہلی ایک روایت کے سوا باقی سب میں قراءۃ قرآن سے جنبی وحائضہ کو منع کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ شاذ ہے صحیح روایتوں کے خلاف ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس روایت کی سند کو چھپا دیا ہے کیونکہ حماد بن ابی سلیمانؒ ان کی شرط پر نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں ان سے مسنداً کوئی روایت نہیں لی ہاں تعلیقاً

ہے نیز حمادؒ کی روایت جو چوتھے نمبر پر ہم نے ذکر کی ہے اس میں جنبی و حائضہ دونوں کو ذرہ ذرہ قرآن سے منع کیا گیا ہے کہ پوری آیت نہیں پڑھ سکتے۔ فلہٰذا امام بخاریؒ کی یہ دلیل قرآن کے لیے کچھ فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکی ہے

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دلیل ۲ ابن عباسؓ کے نظریہ کا جواب

اس کی سند امام بخاریؒ نے بیان نہیں کی

البتہ حافظ ابن حجرؒ نے ابن ابی شیبہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں نقل کی ہے۔

فقال ابن ابی شیبة فی	محدث ابن ابی شیبہؒ نے اپنی
المصنف حدثنا الثقفی عن	سند سے ابن عباسؓ سے نقل کیا
خالد عن عکرمة عن ابن	ہے کہ وہ جنبی کے لیے ایک دو
عباس انه کان لا یری باساً	آیتیں پڑھنے میں حرج نہیں
ان یقرأ الجنب الآیة	سمجھتے تھے

والآیتین۔ (تغلیق التعلیق علی الصحیح البخاری ص۱۷۱ المجلد الثانی)

محشی نے نیچے تعلیق میں اس حوالہ کی یوں نشاندہی کی ہے۔

(فی مصنفه ۱/۱۰۲ کتاب الطہارات۔ من رخص للجنب ان یقرأ القرآن)

لیکن یہ حوالہ درست نہیں اس لیے کہ مصنف ص۱۰۲ میں یہ روایت صرف عکرمہؒ سے ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام موجود نہیں ہے معلق (محشی) نے بھی پوری نظر ابن ابی شیبہ پر جمائی نہیں اور حوالہ ص۱۰۲ کا دے دیا ہے۔ اور حافظ صاحبؒ پر تو تعجب نہیں کیونکہ وہ عجلت میں ایسا کبھی کبھار کر جاتے ہیں جس کی بعض مثالیں ہم نے نور الصباح

فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح میں عرض کر دی ہیں البتہ ایک اور نئی مثال گوش گذار فرمالیں۔ حافظ صاحب حضرت ابن عمرؓ سے ترک رفع یدین کی روایت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومما یدل علی ضعفه	اور اس روایت کے ضعیف
ما رواه البخاری فی	ہونے پر وہ روایت دلالت
جزء رفع الیدین عن	کرتی ہے جو امام بخاریؒ نے جزء
مالک ان ابن عمر کان	رفع یدین میں امام مالکؒ سے
اذا رأی رجلاً	روایت کی ہے کہ بے شک حضرت
لا یرفع یدیه اذا رکع	ابن عمرؓ جب کسی آدمی کو دیکھتے
واذا رفع رماه	کہ وہ رکوع کرتے وقت اور سر
بالحصی.	اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں
(فتح الباری ص۳۶۲ ج۲)	کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے۔

حالانکہ یہ روایت جزء رفع یدین میں امام مالکؒ کی سند سے ہرگز نہیں بلکہ اس کی سند یوں ہے۔ حدثنا الحمیدی انبانا الولید بن مسلم قال سمعت زید بن واقد یحدث عن نافع ان ابن عمرؓ۔ ایک غالی قسم کے غیر مقلد نے بھی حافظ صاحبؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے یہی بات یوں ہی لکھ دی ہے۔ روی البخاری فی جزء رفع الیدین عن مالك ان ابن عمر الخ (التنکیل فی تانیب الکوثری من الاباطیل ص۲۷ ج۲)

بہر حال حضرت ابن عباسؓ سے قراءۃ قرآن کرنے کی جنبی کے لیے اجازت کی کوئی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں اور جزء رفع یدین جو منسوب ہے امام بخاریؒ کی طرف اس میں کنکریاں مارنے والی روایت کا جواب نور الصباح میں راقم الحروف

ذکر کر چکا ہے۔ حافظ صاحب نے تغلیق التعلیق ص۱۷۱ المجلد الثانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ ایک روایت اس طرح نقل کی ہے۔

ابن عباس یقول لا بأس	حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں
ان یقرأ الجنب	کوئی حرج نہیں ہے کہ جنبی ایک
الآیة ونحوھا۔	آیت اور مثل اس کے پڑھے۔

الجواب

حافظ صاحبؒ نے محنت تو بڑی کی ہے لیکن روایت ایسے راویوں سے نقل کر دی ہے جن میں بعض تو مجہول ہیں اور بعض جھوٹے قسم کے راوی بھی موجود ہیں چنانچہ اس سند میں ابو عتبہ ثنا بقیۃ سے مراد احمد بن الفرج ابو عتبہ الحمصی ہے جو بقیۃ بن الولید سے روایت کرتا ہے۔ محدث محمد بن عوف الطائی فرماتے ہیں۔

وَلَيْسَ لَهٗ فِی حَدِیْثِ	کہ ابو عتبہ راوی کی اپنے استاذ
بقیۃ اَصْلٌ ھُوَ فِیْھَا	بقیہ سے روایتیں بے اصل ہوتی
اَکْذَبُ الْخَلْقِ۔	ہیں وہ ان روایتوں میں تمام مخلوق
(تھذیب لابن حجرؒ ص۶۷)	سے زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔

افسوس کہ جان بوجھ کر حافظ صاحب نے ایک جھوٹی دمن گھڑت روایت امام بخاریؒ کے قول کی تائید میں نقل کر دی ہے۔ (معاذ اللہ ونستعینہٗ)

تیسری دلیل اور اس کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔

الجواب

اس حدیث سے گویا امام بخاریؒ نے یوں استدلال کیا ہے کہ ذکر عام ہے جو قرآن کو بھی شامل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔

کوئی وقت مستثنیٰ نہیں فلہذا جنابت کی حالت میں بھی قراءۃ قرآن جائز ہوگی مگر یہ استدلال نہایت درجہ کا ضعیف ہے۔ "ماروں گھٹنہ پھوٹے آنکھ"۔ ایسے ہی موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ کثرت سے روایتیں موجود ہیں جن میں جنبی و حائضہ کو قرآن پڑھنے سے روکا گیا ہے اور قرآن مجید کے علاوہ دوسرے ذکر کے لیے بھی چند مقام مستثنیٰ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن ابن عمر قال رجل على النبي صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه قال ابوداؤد وروى عن ابن عمر وغيره ان النبي صلى الله عليه وسلم تيمم ثم رد على الرجل السلام (ابوداؤد ص ۴)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا آپ پیشاب کر رہے تھے پس اس نے سلام کیا آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کرکے اس کے سلام کا جواب دیا

۲۔ عن المهاجر بن قنفذ انه اتى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتذر اليه فقال انى

حضرت مہاجر بن قنفذؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا دراں حالانکہ آپ پیشاب کر رہے تھے پس آپ پر سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتیٰ کہ

کرھت ان اذکر اللہ	وضو کر لیا پھر عذر پیش کیا کہ
تعالیٰ ذکرہ الا علی	میں ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ
طھر او قال علی طھارۃ	تعالیٰ کا ذکر کروں مگر طہارۃ
(ابو داؤد ص۳)	پر۔
۴۔ ان رسول اللہ صلی اللہ	عبد اللہ بن سلمہؓ حضرت علیؓ سے
علیہ وسلم کان یخرج	روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
من الخلاء فیقرئنا	صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے
القرآن ویاکل	باہر نکل کر ہمیں قرآن مجید پڑھاتے
معنا اللحم ولم یکن	تھے اور ہمارے ساتھ کھانا کھاتے
یحجبہ او یحجزہ عن	تھے اور قرآن مجید کے پڑھنے سے
القرآن شیئ لیس	ان کو کوئی روکنے والی چیز نہ
الجنابۃ۔ (ابو داؤد ص۳۲ ج۱)	ہوتی تھی سوا جنابت کے۔

اس حدیث کو امام نسائیؒ نے سنن نسائی ص۳۲ میں امام احمدؒ نے مسند احمد ص۸۳ جلد۱ و ص۱۰۷ جلد۱ و ص۱۲۴ جلد۱ و ص۱۳۴ جلد۱ میں اور ابن ماجہؒ نے اپنے سنن ص۴۴ میں اور امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی ص۲۸ جلد۱ میں ذکر کیا ہے اور مستدرک حاکم ص۱۵۲ جلد۴ و مشکوٰۃ ص۴۹ جلد۱ و موارد الظمآن ص۷۸ و طحاوی ص۲۴ و مسند حمیدی ص۳۱ و مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ و ص۱۰۴ و سنن دارقطنی ص۱۱۹ میں بھی کچھ الفاظ کے تغیر سے یہ حدیث موجود ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابو عیسیٰ حدیث	امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حضرت
حسن صحیح وبہ قال	علیؓ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے

غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين قالوا يقرأ الرجل القرآن على غير وضوء ولا يقرأ في المصحف الا وهو طاهر وبه يقول سفيان الثوري والشافعي واحمد واسحق (ترمذی [illegible])

اور بے شمار صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کا یہی مسلک ہے وہ فرماتے ہیں کہ بے وضو آدمی تلاوت قرآن مجید کی کر سکتا ہے لیکن مصحف میں بغیر طہارت کے تلاوت نہیں کر سکتا سفیانؒ ثوریؒ امام شافعیؒ، امام احمدؒ و اسحق بن راہویہؒ کا یہی مسلک ہے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں هذا حديث صحيح الاسناد (مستدرک ص [illegible]) یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: صحیح (تلخیص مستدرک ص [illegible]) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

رواه احمد والاربعة وهذا لفظ الترمذي وحسنه وصححه ابن حبان۔ (بلوغ المرام ص [illegible])

امام احمدؒ و سنن اربعہ والوں نے روایت کیا ہے اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں اور تحسین بھی کی ہے اور ابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ صاحبؒ نے امام ترمذیؒ کی طرف صرف تحسین منسوب کی ہے حالانکہ امام ترمذیؒ اس حدیث کی تصحیح بھی کرتے ہیں جیسا کہ ابھی حوالہ گذر چکا ہے لیکن حافظ صاحبؒ نے تلخیص الحبیر میں حوالہ درست نقل کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

وصححه الترمذي

اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور

وابن السكن وعبد الحق	محدث ابن السکن اور محدث
والبغوي في شرح	عبد الحق اور محدث بغوی نے
السنة وروى ابن	صحیح کہا ہے اور امام ابن خزیمہ
خزيمة باسناده عن	نے اپنی سند سے امام شعبہ سے
شعبة قال هذا	روایت کیا ہے کہ یہ حدیث
الحديث ثلث رأس	میرے کل سرمایہ کا تیسرا حصہ ہے
مالي وقال الدارقطني	اور دار قطنی نے شعبہ سے
قال شعبة ما احدث	روایت کیا ہے کہ میں اس حدیث
بحديث احسن منه	سے بہتر کوئی حدیث روایت نہیں
(تلخيص الحبير ص۱۳۹ ج۱)	کرتا۔

تنبیہ: مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے دو سخت قسم کی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

غلطی نمبر۱

عظیم آبادی صاحب لکھتے ہیں:

والحاكم في المستدرك	اور امام حاکم نے مستدرک میں
وصححه قال ولم	اس حدیث کی تصحیح کی ہے
يحتجا بعبد الله بن	امام حاکم نے کہا کہ امام بخاری
سلمة ومدار الحديث	و امام مسلم نے عبد اللہ بن سلمہ
عليه.	سے احتجاج نہیں کیا اور دار و مدار
(التعليق المغني ص۱۱۹ ج۱)	حدیث کا اسی پر ہے۔

حالانکہ یہ حدیث مستدرک حاکم ص۱۰۷ ج۱ میں موجود ہے مگر اس میں ان

خط کشیدہ الفاظ کا کوئی نام و نشان تک موجود نہیں حدیث روایت کرنے کے بعد امام حاکمؒ نے یوں فرمایا ہے ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے اس حدیث کا اخراج نہیں کیا) البتہ علامہ زیلعیؒ نے امام حاکمؒ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں شاید کسی نسخے میں موجود ہوں ورنہ مطبوعہ نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

غلطی نمبر ۲

فرماتے ہیں :

قال ابن خزیمۃ ھذا	ابن خزیمہؒ نے فرمایا کہ یہ
الحدیث ثلث رأس	حدیث میرے سرمایہ کا تیسرا
مالی (التعلیق المغنی ص۳۳۱)	حصہ ہے۔

حالانکہ اصل بات ابن حجرؒ کے حوالہ سے گذر چکی ہے کہ ابن خزیمہؒ نے اپنی سند سے امام شعبہؒ سے یہ بات نقل کی ہے۔ جو لوگ ایک ہی جگہ میں بار بار ٹھوکریں کھائیں ان میں حدیث سمجھنے کی استعداد کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔

ــہ ٹھوکریں مت کھائیے چلیئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

اعتراض : بعض حضرات نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عبداللہ بن سلمہ جب بوڑھے ہو گئے تو ان کے حافظہ میں خرابی آگئی تھی۔

الجواب

یہ اعتراض بالکل باطل ہے امام احمدؒ نے اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو مسند احمد میں پانچ جگہ پر روایت کیا ہے اور امام شعبہؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے سرمایہ کا تیسرا حصہ قرار دیتے ہیں۔

الجواب ۲

عبداللہ بن سلمہؒ اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد نہیں حضرت علیؓ کے اور شاگرد بھی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔

دلیل ۲ — امام احمدؒ فرماتے ہیں

حدثنا عائذ	حضرت علیؓ کے پاس پانی لایا گیا
بن حبیب حدثنی عامر بن	پس آپ نے کلی کی اور ناک میں
السمط عن ابی الغریف قال	تین مرتبہ پانی ڈالا اور منہ دھویا
اتی علی رضی اللہ عنہ بوضوء	تین مرتبہ اور ہاتھ و بازو دھوئے
فمضمض واستنشق ثلاثاً	تین تین مرتبہ پھر سر کا مسح کیا پھر
وغسل وجهه ثلاثاً وغسل	پاؤں دھوئے پھر کہا کہ اس طرح
یدیه وذراعیه ثلاثاً ثلاثاً	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ثم مسح براسه ثم غسل	وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے
رجلیه ثم قال هکذا رأیت	وضو کیا پھر کچھ قرآن
رسول اللہ صلی اللہ	پڑھا پھر فرمایا یہ اس کے لیے ہے
علیه وسلم توضأ ثم قرأ شیئاً	جو جنبی نہیں بہر حال جنبی کو ایک
من القرآن ثم قال هذا لمن	آیت پڑھنے کی بھی اجازت
لیس بجنب فاما الجنب فلا	نہیں۔
ولا آیة (مسند احمد ص [illegible])	

علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد فرماتے ہیں:

وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ جَیِّدٌ	اور یہ حدیث صحیح اور کھری سند
(تعلیقات علی الترمذی ص [illegible])	والی ہے۔

علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کو مسند ابو یعلیٰ سے روایت کر کے پھر فرماتے ہیں ورجالہ موثقون (مجمع الزوائد ص۲۷۶ ج۱) کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اس حدیث کی سند میں حضرت علیؓ کا شاگرد عبداللہ بن سلمہ نہیں بلکہ ابوالغریف ہے جو ثقہ ہے۔

دلیل نمبر ۵: حضرت علیؓ و حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انی ارضی لک ما ارضی لنفسی واکرہ لک ما اکرہ لنفسی لا تقرأ القرآن وانت جنب ولا انت راکع ولا انت ساجد (الحدیث) (سنن دارقطنی ج۱ ص۱۱۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں اور تیرے لیے وہی چیز ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں جنبی ہونے کی حالت میں قرآن نہ پڑھنا اور نہ رکوع و سجود کی حالت میں پڑھنا۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

وفی حدیث علیؓ الحارث وھو ضعیف وحدیث ابی موسیٰؓ رجالہ موثقون۔ (مجمع الزوائد ص۲۷۶ ج۱)

کہ حضرت علیؓ کی اس حدیث کی سند میں ایک راوی الحارث (ان کا شاگرد) واقع ہے اور وہ ضعیف ہے اور حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

دلیل ۶ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں :

عن عکرمة	کہ عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ
عن ابن عباس عن	سے روایت کرتے ہیں اور
عبد الله بن رواحة	وہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ
ان رسول الله صلی الله	سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
علیه وسلم نھیٰ ان	اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یقرأ احدنا القراٰن	منع کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی
وھو جنب اسنادہ صالح	جنبی ہونے کی حالت میں قرآن
و غیر لا یذکرعن	پڑھے امام دارقطنیؒ فرماتے
ابن عباس.	ہیں سند اس حدیث کی اچھی ہے
(سنن الدار قطنی ص ۱۲۰)	اور بعض راوی حضرت ابن عباسؓ
	کا ذکر نہیں کرتے۔

پھر امام دارقطنیؒ نے اس حدیث کے بعد ص ۱۲۱ پر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ سے روایت کی ہے جس کی سند میں حضرت ابن عباسؓ کا واسطہ نہیں ہے لیکن عکرمہؒ پر ایک نئی سند سے یہی حدیث بیان کی ہے جس میں حضرت ابن عباسؓ موجود ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ بھی جنبی کو قراءۃ سے روکنے کی روایت نقل کر کے اس مسئلہ کی تائید کرنے والے ہیں۔

دلیل ۷ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں۔

عن عبد الله	کہ حضرت عبد اللہ بن مالک
بن مالک الغافقی انه	الغافقیؓ فرماتے ہیں کہ انہوں
سمع رسول الله صلی الله	نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

عليه وسلم يقول لعمر بن الخطاب اذا توضأت وانا جنب اكلت و شربت ولا اصلي ولا اقرأ حتى اغتسل (دار قطنی ج۱ و طحاوی ص۵۳)

وسلم سے سنا وہ حضرت عمرؓ کو فرما رہے تھے کہ میں جب وضو کرتا ہوں جنبی ہونے کی حالت میں تو کھا پی لیتا ہوں مگر نہ نماز پڑھتا ہوں نہ قرآن پڑھتا ہوں حتیٰ کہ غسل کر لوں۔

اعتراض: اگرچہ اس روایت کو امام بیہقیؒ اور حافظ ابن مندہ نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے مگر اس میں عبداللہ بن سلیمان رلوی کے دو شاگرد ہیں: ابن لہیعہ جو ضعیف ہے اور واقدی جو متروک ہے (التعلیق المغنی ج۱ ص۱۱۹)

الجواب

یہ اعتراض درست ہے مگر حضرت عمرؓ کے اپنے عمل سے جو صحیح سند سے ثابت ہے اس کی تائید ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وصح عن عمر انه كان يكره ان يقرأ القرآن وهو جنب وساقه عنه في الخلافيات باسناد صحيح. (تلخيص الحبير ص۴۸)

اور حضرت عمرؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ جنبی ہونے کی حالت میں قرآن مجید کو پڑھا جائے اور امام بیہقیؒ نے خلافیات میں صحیح سند سے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی یہ موقوف روایت طحاوی ج۱ ص۲۶ و مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۱۰۲ میں موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی مرفوع حدیث بھی ضعیف نہیں۔

دلیل نمبر ۸

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن (ترمذی ص۳۴ ج۱ ابن ماجہ ص۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔

اعتراض: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

لا نعرفہ الا من حدیث اسمٰعیل بن عیاش.

کہ اس حدیث کو اسمٰعیل بن عیاش کے بغیر ہم نہیں جانتے.

اس کے باوجود فرماتے ہیں:

وھو قول اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق قالوا لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شیئاً الا طرف الآیۃ والحرف ونحو ذلک ورخصوا للجنب والحائض فی التسبیح والتھلیل.

اور یہی مسلک اکثر اہل علم صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور بعد والوں کا ہے مثل سفیان ثوریؒ و عبداللہ بن مبارکؒ و امام شافعیؒ و احمدؒ و اسحٰقؒ کے انہوں نے کہا ہے کہ حیض والی عورت اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہیں پڑھ سکتے مگر آیت کا کچھ حصہ لیکن قرآن کے علاوہ باقی ذکر کی اجازت دی ہے۔ (ترمذی ص۳۴ ج۱)

[illegible] اسمٰعیل بن عیاش پر جرح نقل کی ہے۔

الجواب

یہ درست ہے کہ اسمٰعیل بن عیاش ضعیف ہے لیکن اسمٰعیل بن عیاش کے علاوہ بھی یہ حدیث مروی ہے سنن دارقطنی میں عبدالملک بن مسلمہ حدثنی المغیرۃ بن عبد الرحمٰن عن موسٰی بن عقبہ الخ سند سے یہ حدیث موجود ہے اس میں عبدالملک بھی ضعیف ہے۔ لیکن ضعیف راوی کی روایت متابعۃ میں پیش کی جاسکتی ہے جس سے ضعف میں کمی آجاتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ بن جاتی ہے جب کہ اس باب میں دوسری صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں۔

دلیل نمبر ۹

حدثنا وکیع عن شعبۃ عن ابراہیم عن عمرؓ قال لا تقرأ الحائض القرآن

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیض والی عورت قرآن مجید کو نہ پڑھے۔

دلیل نمبر ۱۰

حدثنا غندر عن شعبۃ عن حماد عن ابراہیم ان ابن مسعودؓ کان یمشی نحو الفرات وھو یقرأ فبال ابن مسعود فکف الرجل عنہ فقال ابن مسعود مالک قال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہر فرات کی طرف چل رہے تھے اور ایک شخص کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے حضرت ابن مسعودؓ نے پیشاب کیا تو وہ شخص پڑھنے سے رک گیا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے کہا کہ آپ نے پیشاب کیا ہے حضرت

انك جنبت فقال ابن مسعود اني لست بجنب (ابن ابی شیبہ ص۱۰۲)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جنبی نہیں ہوں۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں :

رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات۔ (مجمع الزوائد ص۲۷۶)

اس کو امام طبرانیؒ نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱

عن ابن عباس قال یکرہ ان یذکر اللہ وھو جالس علی الخلاء والرجل یواقع امرأته' لانه ذوالجلال یجل عن ذالك۔ (ابن ابی شیبہ ص۱۱۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان ایسی حالت میں کرے جب وہ پیشاب و پاخانہ پر بیٹھا ہو اور جب بیوی کے ساتھ جماع کر رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ذوالجلال ہے وہ ایسے ذکر سے بلند ہے۔

دلیل نمبر ۱۲

حدثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی سنان ضرار بن مرۃ عن عبداللہ بن الهذیل العنزی قال کانوا یذکرون اللہ علی کل حال الا الجنابة (ابن ابی شیبہ ص۱۰۲)

حضرت عبداللہ بن الہذیلؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حال کرتے رہتے تھے سوا جنابت کے۔

یہ عبداللہ بن ابی الہذیل حضرت عمرؓ و دیگر صحابہؓ کا شاگرد و ثقہ ہے بعض نے

تو حضرت ابو بکرؓ سے بھی اس کی روایت نقل کی ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب ص ۲۲ ج ۲)

دلیل نمبر ۱۳

حدثنا وکیع عن سفیان عن منصور عن ابراهیم قال کان یقال اقرأ القرآن علی کل حال ما لم تکن جنباً۔

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دور میں کہا جاتا تھا پڑھ قرآن ہر حال پر جب تک تو جنبی نہ ہو۔

(ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے پہلے کئی روایات نقل ہو چکی ہیں جن میں قراءۃ قرآن حتیٰ کہ ایک آیت سے بھی منع کیا گیا ہے حضرت علیؓ سے کئی مرفوع حدیثیں نقل ہو چکی ہیں اب ان کا اپنا عمل بھی نقل کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۴

حدثنا وکیع عن سفیان عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی قال اقرأ القرآن علی کل حال ما لم تکن جنباً

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پڑھ قرآن ہر حال پر جب تک تو جنبی نہ ہو جائے۔

(ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲)

اس کی سند میں الحارث ہے جو ضعیف ہے لیکن دوسری صحیح سندوں سے بھی آپ کا عمل موجود ہے۔

حدثنا شریك عن عامر بن السمط عن ابی الغریف

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنبی قرأت

عن علی قال لا یقرأ نہ کرے حتی کہ ایک حرف
ولا حرفاً یعنی الجنب۔ بھی وہ پڑھے۔

(ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲)

امام دار قطنیؒ نے اس روایت کو تفصیل سے نقل کر کے فرمایا ھو صحیح عن علی (دار قطنی ص ۱۱۸) یہ روایت حضرت علیؓ سے صحیح و ثابت ہے اس باب میں تابعینؒ وغیرہم کے مزید اقوال اگر نقل کئے جائیں تو تحریر بہت لمبی ہو جائے گی اس لیے دلائل کو یہاں بند کیا جاتا ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حدیث یذکر اللہ علی کل احیانہ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالی کا ذکر کرتے رہتے تھے) سے قراءۃ قرآن جنبی وحیض والی عورت کے لیے استدلال کرنا باطل محض ہے اور تمام احادیث مرفوعہ و موقوفہ جو گذر چکی ہیں کے خلاف ہے اس لیے اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ذکر کے جو اوقات ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔ احیانہ کی ضمیر کا مرجع ذکر ہے جو یذکر اللہ سے سمجھا جاتا ہے جیسے اعدلوا ھو اقرب للتقوی میں ھو کا مرجع عدل ہے جو اعدلوا سے سمجھی جاتی ہے اور ذکر سے مراد قرآن مجید کے علاوہ ہے جیسا کہ صحیح احادیث و آثار صحابہؓ سے صراحۃً ثابت ہوا۔

(والحمد للہ علی ذالک)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

وھو قول ابی حنیفۃ کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ
وابی یوسف ومحمد کا مسلک بھی یہی ہے کہ جنبی
بن الحسن رحمھم اللہ تعالی وحیض والی عورت کے لیے

(طحاوی ص ۴۶ ج ۱)　　　　تلاوت قرآن حرام ہے۔

نوٹ: قرآن مجید کا جس طرح حائضہ وجنبی کے لیے پڑھنا حرام ہے اس طرح ہاتھ لگانا بھی حرام ہے ائمہ اربعہؒ کا مسلک یہی ہے لیکن امام بخاریؒ و داؤد ظاہری وغیرہ کے ہاں ہاتھ لگانا بھی جائز ہے (معاذ اللہ وسامحہما) اس کے دلائل دارقطنی ص ۳۱ ج ۱ تا ص ۱۲۳ و نصب الرایہ ص ۱۹۶ ج ۱ تا ص ۱۹۹ ج ۱ مستدرک حاکم ص ۴۸۵ ج ۳ موطا امام مالک ص ۷۹ و مشکوٰۃ ص ۴۱ موطا محمد ص ۱۴۳ مراسیل ابی داؤد ص ۴ مجمع الزوائد ص ۲۷۶ ج ۱ سنن الکبریٰ ص ۸۸ ج ۱ ومستدرک حاکم ص ۳۹۷ ج ۱ وتلخیص الحبیر ص ۱۳۱ ومصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ومستدرک ص ۲۴۷ وغیرہا کتب میں موجود ہیں یہ صفحات کتب کے عجلت وجلدی میں لگا دیئے گئے ہیں ان کی دوبارہ تحقیق کر لیں۔ قرآن پاک کی عظمت کے پیش نظر وہم ۱۷ میں بحث طول اختیار کر گئی ہے لیکن پھر بھی اس کو مجبوراً بند کیا جا رہا ہے تاکہ اصل مقصد کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

وہم نمبر ۱۸

ابی بن العباس الانصاری متفق علیہ ضعیف قسم کا راوی ہے اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی حتیٰ کہ خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیس بالقوی (تہذیب التہذیب ص ۱۸۶ ج ۱) اور حافظ ابن حجرؒ تقریب ص ۳۰ میں لکھتے ہیں فیہ ضعف (اس میں کمزوری ہے) مگر اس کے باوجود امام بخاریؒ نے اس راوی کی حدیث سے صحیح بخاری ص ۴۰۰ ج ۱ میں احتجاج کیا ہے (باب اسم الفرس والحمار) حافظ ابن حجرؒ نے یہ عذر کیا ہے

وانما روی له البخاری	اور امام بخاریؒ نے اس راوی
فی موضع واحد فی	سے صرف ایک ہی مقام میں
ذکر خیل النبی صلی	روایت لی ہے رسول اللہ صلی
الله علیه وآله وسلم	اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کے

ذکر ہیں   (تہذیب ص۱۳۷)

لیکن عرض یہ ہے کہ وہ وعدہ کہاں گیا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ میں نے بخاری میں سب حدیثیں صحیح نقل کی ہیں۔

وہم نمبر ۱۹ امام بخاریؒ صحیح بخاری ص۳۹۳ میں ایک سند یوں بیان کرتے ہیں۔

وقال لی علی بن عبد اللہ ثنا یحیی بن آدم ثنا ابن ابی زائدۃ عن محمد بن ابی القاسم عن عبد الملک بن سعید بن جبیر الخ محمد بن ابی القاسم الطویل الکوفی کے بارے میں یحییٰ بن معین ابو حاتم وابن حبانؒ توثیق کرتے ہیں مگر خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں لَا اَعْرِفُ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِی الْقَاسِمِ کَمَا اَشْتَهِیْ (تہذیب التہذیب ص۴۰۸) میں (امام بخاریؒ) محمد بن ابی القاسم کو نہیں پہچانتا جیسا کہ میری خواہش ہے۔ یعنی یہ راوی امام بخاریؒ کی شروط کے مطابق نہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ومحمد بن ابی القاسم	اور محمد بن ابی القاسم الطویل
یقال لہ الطویل ولا یعرف	کے باپ کا نام معلوم نہیں ہوا
اسم ابیہ وثقہ	اس راوی کی یحییٰ بن معین وابو حاتم
یحیی بن معین وابو حاتم	نے توثیق کی ہے اور امام بخاریؒ
وتوقف فیہ البخاری	نے اس میں توقف اختیار کیا
ومع کونہ اخرج حدیثہ	ہے مگر اس کے باوجود اس مقام
ھذا ھھنا فروی النسفی	پر اس کی حدیث سے احتجاج
عن البخاری قال لا اعرف	بھی کیا ہے نسفیؒ نے امام بخاریؒ
محمد بن ابی القاسم	سے روایت کیا ہے کہ میں اس

ھذا کما ینبغی وقف	راوی کو نہیں پہچانتا
نسخة الصغانی کما اشتہی	جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے
(فتح الباری الجزء الحادی	یا جیسے میں چاہتا ہوں۔
عشر ص۴۲)	

اور امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینیؒ جو اس حدیث کو اس مقام پر روایت کر رہے ہیں وہ بھی اس راوی کو نہیں پہچانتے چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

قال و روی عنہ ابو اسامة	علی بن المدینیؒ نے فرمایا کہ اس
الا انہ غیر مشہور۔	راوی سے ابو اسامہ نے بھی روایت
	کی ہے مگر یہ راوی مشہور نہیں۔

حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے بقال لی علی بن عبد اللہ (اور مجھے علی بن المدینی نے کہا) سے بیان کیا ہے اور جہاں امام بخاریؒ اس جملے سے حدیث بیان کریں۔

یکون فی اسناد ہ	وہاں امام بخاریؒ کے ہاں اس
عندہ نظر او حیث یکون	کی سند میں خرابی ہوتی ہے یا وہ
موقوفة۔ (فتح الباری	صحابیؓ کا قول ہوتا ہے جس کو حدیث
الجزء الحادی عشر ص۴۲)	بنایا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث امام بخاریؒ کی شرط پر صحیح نہیں مگر اس کے باوجود بھی اس کو روایت کر دیا ہے۔

وہم نمبر ۲۰ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص۷۸ میں لکھا ہے

عن انس بن	کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
مالک قال کنا نصلی	ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے

العصر ثم یذهب الذاهب	تھے پھر ہم میں سے کوئی آدمی
منّا الی قباء فیأتیهم	مسجد قباء کو جاتا تو ابھی تک
والشمس مرتفعة	سورج بلند ہوتا۔

اس حدیث میں قباء کا لفظ وہم ہے صحیح یوں ہے فیذهب الذاهب الی العوالی (کہ جانے والا عَوَالِی کی طرف جاتا) اور یہ وہ بستیاں ہیں جو مدینہ منورہ کے آس پاس نجد کی جہت پر واقع ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں العوالی ہی ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ومثل هذا الوهم	اور مثل اس تھوڑے سے
الیسیر لا یلزم منه القدح	وہم کے صحت حدیث میں جرح
فی صحة الحدیث وقد	نہیں جب کہ امام بخاریؒ
اخرج الروایة المحفوظة	نے محفوظ حدیث کو بھی روایت
واللّٰه اعلم (مقدمہ فتح الباری ص۳)	کیا ہے

وہم نمبر ۲۱ بخاری شریف ص۲۹۳ میں باب اذا باع الثمار قبل ان یبدو صلاحها کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے اور پھر اسی حدیث میں فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ارأیت ان منع اللّٰه الثمرة الخ یہ مقولہ حضرت انسؓ کا تھا مگر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے امام ابوحاتمؒ وابوزرعہؒ وابن خزیمہؒ و دارقطنیؒ نے یہی بات کی ہے (مقدمہ فتح الباری ص۱۱۹)

وہم نمبر ۲۲ بخاری شریف ص۱۴۶ میں ہے۔

وکان ابن	حضرت عبداللّٰہ بن عمرؓ وضو
عمر یسجد علی غیر وضوء	کے بغیر سجدہ تلاوت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے اس کا ثبوت یوں دیا ہے۔

حدثنا محمد بن بشر ثنا
زکریا بن ابی زائدۃ ثنا ابو الحسن
یعنی عبید بن الحسن عن رجل
زعموا انہ کنفسہ عن سعید
بن جبیر قال کان عبد اللہ
ینزل عن راحلتہ فیھریق الماء
ثم یرکب فیقرأ السجدۃ فیسجد
وما یتوضاء۔ (تغلیق التعلیق ص۲۰۳ واخرجہ ابن ابی شیبہ ص۱۴۲)

کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی
اللہ عنہ سواری سے نیچے
اترتے تھے پیشاب کرکے پھر
سوار ہو جاتے اور سجدہ تلاوت
پڑھ کر سجدہ کر لیتے اور وضو
نہ کرتے تھے۔

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس میں عن رجل۔ یعنی مجہول شخص کا درمیان میں واسطہ ہے اور مجہول حدیث ضعیف ہوتی ہے جب کہ صحیح روایت میں حضرت ابن عمرؓ سے عدم طہارۃ کی صورت میں سجدہ کرنے سے ممانعت موجود ہے چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

حدثنا المھرجانی ثنا ابن حرب
احمد ثنا داؤد بن الحسین ثنا
قتیبۃ ثنا اللیث عن نافع عن
ابن عمر انہ قال لا یسجد الرجل
الا وھو طاھر (سنن الکبریٰ ص۹۰) :
(بحوالہ تغلیق التعلیق ص۲۰۸)

حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں کہ کوئی مرد سجدہ
نہ کرے بغیر طہارت
کے۔

حافظ صاحبؒ نے اس مجہول روایت کو راجح خیال کرکے اس صحیح روایت میں تاویل کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنبی وغیرہ کو طہارت کبری کے بغیر سجدہ

نہیں کرنا چاہیے یا ممانعت استحباب کے لحاظ سے ہے (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) تو امام بخاریؒ سے یہاں وہم و نسیان ہو گیا ہے کہ صحیح روایت کے مقابلہ میں اور عقل و نقل کے خلاف انہوں نے ایک غلط کام کرنے کی ترغیب دی ہے (سامحہ اللہ) خواجہ صاحب کے استاذ صاحب فرماتے ہیں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ سجدہ تلاوت بلا وضو بھی درست ہے یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی (رسول اکرم کی نماز ص۱۴۵ تا ص۱۰۵)

وہم نمبر ۲۲ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص۸۲۷ میں باب ما انھر الدم من القصب والمروۃ والحدید کے تحت پہلی حدیث اپنی سند سے ذکر کرتے ہوئے عن عبید اللہ عن نافع سمع ابن کعب بن مالک یخبر ابن عمران اباہ اخبرہ ان جاریۃ لھم الخ پھر دوسری حدیث اپنی سند سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں عن نافع عن رجل من بنی سلمۃ اخبر عبد اللہ ان جاریۃ لکعب بن مالک الخ پھر اسی صفحہ میں باب ذبیحۃ الامۃ والمرأۃ کے تحت اسی حدیث کو اپنی سند سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں عن عبید اللہ عن نافع عن ابن لکعب بن مالک عن ابیہ ان امرأۃ ذبحت شاۃ الخ پھر کہتے ہیں وقال اللیث حدثنا نافع انہ سمع رجلاً من الانصار یخبر عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جاریۃ لکعب بھذا۔ پھر فرماتے ہیں۔ حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی مالک عن نافع عن رجل من الانصار عن معاذ بن سعد او سعد بن معاذ اخبرہ ان جاریۃ لکعب بن مالک۔ اتنا اضطراب ایک حدیث کی سند میں اور اس کو صحیح بخاری

میں پیش کیا جا رہا ہے امام دارقطنیؒ اس اضطراب و اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفیہ اختلاف	اور یہ حدیث صحیح نہیں اور
فیہ کثیر (زلت) ھو کما	اس میں بہت اختلاف
قال وعلتہ والجواب	ہے میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں
عنہ فیہ تکلف	بات دارقطنیؒ کی صحیح ہے
و تعسف۔	اس کا دفاع کرنا امام بخاری
(مقدمہ فتح الباری ص۳۶۲)	سے مشکل ہے اور خواہ مخواہ
	کا تکلف ہے۔

وہم نمبر ۲۴ صحیح بخاری ص۴۱۱ج۲ میں ہے حدثنا یسرة بن صفوان بن جمیل اللخمی قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن الزھری عن سعید بن المسیب الخ محدث ابومسعود الدمشقیؒ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ سے ابراہیم بن سعد اور زہری کے درمیان ایک راوی کا واسطہ تھا جو گر گیا ہے امام مسلمؒ نے صحیح روایت کیا ہے اور وہ یوں ہے عن یعقوب بن ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن صالح بن کیسان عن الزھری۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی بات کو نقل کر کے واللہ اعلم کہہ دیا ہے (مقدمہ فتح الباری ص۳۴۲)۔

وہم نمبر ۲۵ امام بخاریؒ نے ایک راوی جس کا نام حریز بن عثمان ہے صحیح بخاری میں روایت لی ہے جو ہر صبح کی نماز کے بعد ستر بار حضرت علیؓ پر لعنتیں بھیجتا تھا (تہذیب التہذیب ص۲۴۰)؛ مگر امام جعفر صادقؒ جیسی ہستی سے صحیح بخاری میں روایت نہیں لی (انا ﷲ

وانا الیہ راجعون)

برادرانِ اسلام! بہت سی باتوں سے قلم کو روکتا ہوں جو محقق غیور کرم نے فرمائی ہیں یہ چند باتیں نقل کرکے میرے دل کو ٹھیس پہنچ رہی ہے لیکن مجبوراً غیر مقلدین حضرات کو جواب دینے کے لیے اور ان کے منہ میں لگام دینے کے لیے تاکہ وہ فقہ حنفی اور حنفی علماء سے چند غلطیوں کی بنا پر لوگوں کے درمیان نفرت نہ پھیلا سکیں یہ باتیں نقل کردی ہیں۔ مگر غیر مقلدین فقہ سے نفرت کرتے تھے بلا کو منکرین حدیث کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ منکرین حدیث کا اُدُو غیر مقلدین سے نکلا ہے۔

برادرانِ اسلام! حضرت امام بخاریؒ کو جو مرتبہ خدا تعالیٰ نے دیا ہے وہ کسی کے گھٹانے سے گھٹ نہیں سکتا جو ان سے اوہام ہوتے ہیں۔ یہ فطری بات ہے کیونکہ ہمارے ابا حضرت آدم علیہ السلام بھی بھول گئے تھے۔ امام دارقطنیؒ یا ابومسعود دمشقیؒ یا اسماعیلیؒ وغیرہم نے جو صحیح بخاری پر تنقید کی ہے اس کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے دے دیا ہے اور کہیں تسلیم کیا ہے کہ ان کا اعتراض درست ہے لیکن ضابطہ کی بات ہے کہ اعتراض کرنا آسان ہے لیکن کام کرنا مشکل ہے ان حضرات نے صحیح بخاری پر اعتراض تو کردیئے لیکن صحیح بخاری جیسی حدیث کتاب ہمارے سامنے پیش کرتے یہ ان سے نہیں ہو سکا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک نوجوان امریکہ سے فوٹوگرافی کے فن میں مہارت حاصل کرکے واپس آیا تو اس نے ایک چوراستہ میں واقع ایک تختہ پر تصویر بنائی جو اس کے خیال میں اعلیٰ قسم کی تھی اس نے اس کے نیچے لکھ دیا کہ اگر کسی کو اس تصویر کے کسی عضو کے متعلق اعتراض ہو تو وہ اس تختہ پر اپنی رائے کا اظہار کرے جب صبح ہوئی یہ نوجوان تختہ کی طرف پہنچا دیکھا تو سب تختہ اعتراضات سے بھرا ہوا تھا کسی آدمی نے اعتراض کیا کہ اس تصویر کی آنکھ درست نہیں کسی نے کہا

اس کا ناک ٹھیک نہیں کسی نے کہا اس کا کان صحیح نہیں بنایا گیا غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ یہ نوجوان پریشان ہو کر واپس گھر کے مغموم بیٹھ گیا والد صاحب نے دیکھا تو پوچھا بیٹا کیوں مغموم ہو بیٹے نے اس واقعہ کی خبر دی باپ نے کہا بیٹا جاؤ اسی تختہ پر گھٹیا قسم کی تصویر بناؤ اور نیچے لکھو کہ جس آدمی کو اس تصویر میں کوئی نقص نظر آتا ہو تو وہ اس جیسی یا اس سے اچھی تصویر اس تختہ پر بنائے۔ بیٹے نے ایسا ہی کیا جب صبح کو تختہ کی طرف نوجوان گیا تو دیکھا کہ کسی آدمی نے بھی اس تصویر پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ گھر کو خوش خوش ہو کر واپس لوٹا باپ نے پوچھا کیسے ہے بیٹے نے جواب دیا آج تو کوئی اعتراض نہیں، باپ نے کہا اعتراض کرنا آسان ہے لیکن اس جیسی کوئی چیز بنانا یہ مشکل ہے تو صحیح بخاری پر جن محدثین حضرات نے اعتراض کئے ہیں یہ حسد کی بناء پر نہیں تھے ان میں سے بعض اعتراضات بالکل صحیح ہیں لیکن صحیح بخاری جیسی حدیث کی کتاب وہ پیش نہیں کر سکتے۔ اس طرح فقہ حنفی پر اعتراض کرنا آسان ہے مگر ایسی کتاب مرتب کر کے پیش کرنا کہ زندگی کے تمام مسائل اس میں موجود ہوں اور صرف قرآن وحدیث سے لئے گئے ہوں یہ ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات کے علماء کرام بھی اپنی کتابوں میں بالآخر فقہ حنفی کے مسائل لے کے آتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کے امام قاضی شوکانی کے اوہام

وہم نمبر ۱، حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کو حضرت علیؓ سے سماع نہیں ہے (نیل الاوطار ص۲۷ جلد ۱)

الجواب

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کا سماع حضرت علیؓ سے بلاشبہ ثابت ہے۔

بخاری شریف ص۳۳۲ جلد۱ میں ہے۔ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ لَیْلٰی اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِیًّا اَخْبَرَهٗ (حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نے حضرت مجاہدؒ کو بتایا کہ حضرت علیؓ نے انہیں بتایا ہے) نیز اسی صفحہ میں ہے ابن ابی لیلیٰ اَنَّ عَلِیًّا حَدَّثَهٗ (کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت علیؓ نے بتایا) اور بخاری شریف ص۲۴۵ میں ہے ابن ابی لیلیٰ ثنا علی (عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں ہمیں حضرت علیؓ نے بتایا) راقم الحروف نے اس کے مزید دلائل نور الصباح ص۳۴۲ تا ص۳۴۵ میں ذکر کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ کریں یہ بہت زبردست وہم ہے جو قاضی صاحب سے صادر ہوا ہے۔

وہم نمبر۲: قاضی صاحب نیل الاوطار ص۲۷۶ جلد۱ میں لکھتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد کوفی اور جمال حسن سے بھی نہیں ہے جس کی حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہہ دیا ہے خود امام ترمذیؒ کے ہاں یہ راوی ضعیف ہے اور بعض کے ہاں اس کی حدیث من گھڑت ہے (ملخصاً) نیز نیل الاوطار ص۱۰۵ جلد ۷ دیکھیں۔

الجواب

یزید بن زیاد دمشقی پر جو جرح تھی وہ قاضی صاحب نے یزید بن ابی زیاد الکوفی پر فٹ کر دی ہے یہ قاضی صاحب کی سخت خطا ہے دیکھئے نور الصباح ص۔

وہم نمبر۳: قاضی شوکانی صاحب حدیث اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے شخص بھی ہیں اگر وہ خدا تعالیٰ کی قسم اٹھائیں تو وہ کام اللہ تعالیٰ پورا کر دے گا)۔ اس حدیث کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں فَتَوَهَّمَ مَوْضُوْعٌ (الفوائد المجموعہ ص۲۵۳) اور ص۵۰۸ میں لکھتے ہیں قَالَ الْقَزْوِيْنِيْ مَوْضُوْعٌ (کہ یہ حدیث من گھڑت ہے)

الجواب

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے دیکھئے صحیح بخاری ص۲۶۲ ج۱ و ص۹۴۲ ج۱ و ص۹۲۷ ج۲ و ص۹۶۳ ج۲۔ صحیح بخاری کی اتنی مشہور حدیث کو جھوٹا اور من گھڑت کہہ دیا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس کی مزید تفصیل نور الصباح ص۵۸ میں دیکھیں۔

وہم نمبر۴ : قاضی صاحب نیل الاوطار ص۱۹۴ جلد۲ میں رفع الیدین تا وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرنے کی حدیث بارے میں لکھتے ہیں۔ کذا ثبت۔ بے شک ثابت ہے۔ حالانکہ اس کی سند میں دو راوی وضاع (جھوٹی حدیثیں بنانے والے) موجود ہیں اور سند کے بعض راوی تو بالکل مجہول ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے نور الصباح ص۱۵۱ و ص۲۲۸۔ قاضی صاحب سے بہت عظیم خطا صادر ہوئی ہے۔

وہم نمبر۵ : قاضی صاحب نے ابجد العلوم/ مطالع ص۱۵۸ جلد۱ میں امیر کاتب اتقانیؒ کی ولادت ۶۹۵ھ لکھی ہے صحیح یوں ہے کہ ان کی ولادت ۶۸۵ھ میں ہوئی دیکھئے الفوائد البہیہ ص۵۰ والدرر الکامنہ ص۴۱۲ جلد۱ لابن حجرؒ اور پھر قاضی صاحب نے امیر کاتب بن امیر عمر کو یوں لکھا ہے امیر کاتب بن ابی عمر یعنی امیر کا لفظ کاٹ کر اس کی جگہ ابی کا لفظ لگا دیا ہے جو بالکل غلط ہے قاضی صاحب پر بہت افسوس ہے کہ وہ ٹھوکریں در ٹھوکریں کھا رہے ہیں

وہم نمبر۶ : علامہ البانی غیر مقلد ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

وھذا اسناد ضعیف مع	اور یہ روایت موقوف ہونے
وقفہ فان عبداللہ بن	کے باوجود ضعیف بھی ہے
عمر ھذا ھو العمری	کیونکہ عبداللہ بن عمر یہ عمری

المكبر وهو ضعيف واما قول الشوكاني في النيل ص ۲/۲۷ اسناده صحيح فليس بصحيح ولعله توهم ان العمري هذا هو المصغر فانه ثقة وليس به فان اسمه عبيد الله على انه اوهم ان الحديث مرفوع عن ابن عمر وليس كذلك كما عرفت.

کبیر ہے جو ضعیف ہے اور البتہ شوکانی کا نیل ص ۲/۲۷ میں اس روایت کو صحیح کہنا صحیح نہیں شاید کہ اس کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہ راوی عمری مصغر ہے جس کا نام عبید اللہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے دوسرا وہم شوکانی کو یہ بھی ہوا ہے کہ اس نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھا ہے حالانکہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے جیسا کہ آپ

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ ص ۲/۱۴۰) کو معلوم ہو چکا ہے۔

دھم نمبر ۲: علامہ البانی صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ حدیث (جس کا مفہوم یوں ہے) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتی کہ آپ کے قریب والے لوگ جو پہلی صف میں ہوتے تھے آمین سن لیتے تھے پس مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی تھی۔

یہ حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ نے روایت کی ہے میں البانی کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں کہا ہے کہ بشر بن رافع ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ کہا گیا ہے کہ مجہول ہے اور ابن حبانؒ نے البتہ اس کی توثیق کی ہے اور بوصیریؒ الزوائد میں فرماتے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے اور ابو عبداللہ ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہے اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ بشر ضعیف ہے

اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی من گھڑت روایتیں نقل کرتا ہے لیکن البانی کہتا ہوں کہ ابن حبان کا پورا قول جس کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی جھوٹی روایتیں جان بوجھ کر گویا کہ روایت کرتا ہے' اور شوکانی کے اوہام میں سے ہے کہ وہ اس روایت کے متعلق کہتا ہے کہ دار قطنیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور حاکمؒ نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور بیہقی نے حسن' صحیح' کہا ہے حالانکہ وہ اور روایت ہے اس روایت کے متعلق انہوں نے کہا ہی نہیں (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص۳۶۷ ج۲ ملخصاً) راقم الحروف نے اس روایت کی تفصیل اظہار التحسین فی اخفاء التامین میں کر دی ہے یہ وہ کتاب ہے جس کا جواب غیر مقلدین حضرات سے اب تک نہیں ہو سکا اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ صحیح جواب قیامت تک ہو سکے گا۔ دیدہ باید۔

اور علامہ البانی نے کہا کہ اقرب الی الصواب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مقتدی جہر سے آمین نہ کہیں (سلسلہ ص۳۶۸ ج۲)

وہم نمبر ۸ : ایک حدیث جس کی سند میں جابر بن نوح ہے ضعیف ہے کیونکہ جابر بن نوح باتفاق محدثین ضعیف ہے مگر شوکانی صاحب اس حدیث کو ثابت کہتے ہیں علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں۔

وقد خفی هذا علی	اور شوکانی پر حدیث کا ضعیف
الشوکانی فقال فی نیل الاوطار	ہونا پوشیدہ رہا پس انہوں نے
(ص۲۵۲ ج۲) ثبت هذا مرفوعاً	نیل الاوطار میں کہا کہ یہ مرفوعاً
من حدیث ابی هریرة	حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے
اخرجه ابن عدی	ثابت ہے جس کا ابن عدیؒ و
والبیهقی۔	بیہقیؒ نے اخراج کیا ہے۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص۲۴۷/۱۲)

علامہ البانی ناراض ہو رہے ہیں کہ ضعیف حدیث کو شوکانی صاحبؒ نے ثابت کیوں کہا حالاں کہ وہ تو موضوع (من گھڑت روایت) کو بھی ثابت کہہ دیتا ہے جیسا کہ وہم ۲ کے تحت گذرا ہے ضعیف تو پھر بھی کسی حد تک قابل عمل ہوتی ہے۔

وہم نمبر۹ : علامہ البانی لکھتے ہیں :

(تنبیه) قال الحافظ في التلخيص في تخريج حديث المغيرة وفي رواية الخلال وكان آخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم الإبراد. وتلقى هذا عنه الشوكاني في نيل الاوطار (۲/۲۵) دون ان يعزوه اليه كما هو الغالب عليه من عادته ثم بنى على ذالك قوله في الصفحة التي قبل المشار إليها فرواية الخلال من اعظم الادلة الدالة على النسخ قلت لكن الظاهر مما نقله الحافظ العراقي عن الخلال فيما سبق ذكره

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث کے بیان میں کہا ہے کہ خلال کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھنا ہے ابن حجرؒ کی یہ بات قاضی شوکانی صاحب نے حاصل کرکے نیل الاوطار میں ذکر کردی مگر ابن حجرؒ کا نام نہیں لیا جیسا کہ اس کی عام عادت ہے پھر اس سے ما قبل والے صفحہ میں اس پر بنیاد رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ پس خلال کی روایت ان دلائل میں سے بڑی دلیل ہے جو ظہر کی نماز گرمی میں پڑھنے کے نسخ پر دلالت کرتی ہیں لیکن

فی هذا البحث ان هذه الروایة لیست من حدیث المغیرة وانما هی من قول الامام احمد رحمه الله وقد صرح بهذا الحافظ فی الفتح (۲/۱۳) فقال ونقل الخلال عن احمد انه قال هذا آخر الامرین من رسول الله صلی الله علیه وسلم وكذا قال الصنعانی فی العدة (۲/۵۴) دون ان یعزوها لفظاً (سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة ۲/۲۶۵)

(البانی) کہتا ہوں کہ حافظ عراقیؒ کی بات سے جو اس بحث میں گذر چکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ خلال کی روایت حضرت مغیرہؓ کی حدیث کا حصہ نہیں بلکہ یہ امام احمدؒ کا قول ہے جس کو خلال نے نقل کیا ہے لہذا خود حافظ صاحبؒ نے فتح الباری ص۱۳ ج۲ میں اور صنعانیؒ نے العدہ ص۵۴ ج۲ میں تصریح کی ہے کہ خلال نے امام احمدؒ کا قول نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ابراد یعنی ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرکے پڑھنا ہے۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ امام احمدؒ کی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ لیا۔ قاضی شوکانی صاحب نے یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہے اور پھر البانی صاحب نے تو سارا راز ہی ظاہر کر دیا کہ شوکانی صاحب ابن حجرؒ کی عبارات نقل کرکے ابن حجرؒ کا نام ہی نہیں لیتا۔ البانی صاحب کی اس بات سے ہم متفق ہیں کہ واقعی قاضی شوکانی صاحب نے نیل الاوطار کو تلخیص الحبیر وفتح الباری وغیرہا کی عبارات سے مرتب کرکے گویا لوگوں کو باور کرانے کی یہ کوشش کی ہے کہ انہوں نے اپنی تحقیق سے یہ کتاب مرتب کی ہے ۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

وہم نمبر۱۰: قاضی صاحب لکھتے ہیں۔

وقد قدمنا في اول الكتاب	اور ہم اس کتاب کی ابتداء
بان ما سكت عنه فهو صالح	میں ذکر کر چکے ہیں کہ جس حدیث
للاحتجاج.	پر امام ابو داؤدؒ و منذریؒ سکوت
(نیل الاوطار ص۸ جلد۷)	کریں وہ حجت کے قابل ہوتی ہے

نیز نیل الاوطار ص۸۳ جلد۱ و ص۱۳ جلد۲ و ص۲۴۵ جلد۵۔

لیکن قاضی صاحب نیل الاوطار ص۱۲ جلد۵ میں اپنی اس بات کو بھول جاتے ہیں وہاں لکھتے ہیں:

وسكت عنه ابو داؤد	کہ ابو داؤدؒ و منذریؒ نے سکوت
والمنذري وفي اسناده	کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک
رَجُلٌ مَجْهُولٌ.	مجہول راوی واقع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ابو داؤدؒ و منذریؒ کا سکوت کرنا کسی روایت پر قابل حجت نہیں۔

وہم نمبر۱۱: محمد بن اسحٰق کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ مشہور مدلس ہے جب عَنْعَنَہٗ سے روایت کرے تو اس کی حدیث ضعیف ہے اگر تحدیث سے روایت کرے تو اس کی روایت ضعیف نہیں دیکھئے (نیل الاوطار ص۴ جلد۱ و ص۲۷ جلد۱ و ص۱۳۳ جلد۱ و ص۵۱ جلد۵)

لیکن قاضی صاحب نیل الاوطار کے کئی مقامات میں بھول گئے ہیں مثلاً ص۳۲ جلد۱ میں لکھتے ہیں۔

وابن اسحٰق لیس بحجة لاسیما اذا عنعن ـ

محمد بن اسحٰق بالکل حجت نہیں خاص کر جب عَنْ سے روایت کرے۔

اور ص۱۱ جلد ۵ میں لکھتے ہیں:

وفی اسنادھا محمد بن اسحٰق وھو حجة فی المغازی لا فی الاحکام اذا خالف ـ

اور اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے وہ مغازی یعنی تاریخ میں حجت ہے اور احکام میں حجت نہیں جب کہ اس کی روایت دوسری روایت کے خلاف ہو۔

حافظ ابن حجرؒ ایک حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

وفیہ ابن اسحٰق وقد صرح بالتحدیث لکن ضعفها البیهقی لمخالفة من هو حفظ منه ـ (تلخیص الحبیر ص ۲۷۷ ج ۱)

اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے اور اس نے تحدیث کی بھی صراحت کی ہے (یعنی اپنے استاذ سے سننے کا ذکر کیا ہے) لیکن اس کے باوجود امام بیہقیؒ نے اس کی حدیث کو یہاں ضعیف قرار دیا ہے بوجہ مخالفت کرنے ابن اسحٰق کے اس سے زیادہ حافظہ والے راوی کی روایت کے

خواجہ صاحب موصوف نے ایک رسالہ تین طلاقیں کے نام سے بھی تحریر فرمایا ہے اس کے ص۲۹ میں محمد بن اسحٰق کی ایک روایت جس میں تین طلاقیں دینے کے باوجود رجوع کا حکم دیا گیا ہے اس میں محمد بن اسحٰق نے اپنے استاذ داؤد بن الحصین سے حَدَّثَنِیْ کے لفظ کے ساتھ حدیث کو روایت کیا ہے اور خواجہ صاحب ص۳۰

میں لکھتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے تو یہ کہ راوی محمد بن اسحٰق کو تدلیس کی عادت ہے لیکن اس کا حَدَّثَنِیْ کہنا اس وہم کو ختم کر دیتا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ اسی روایت کے متعلق بلوغ المرام ص۲۱۸ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱۳۸۱ھ میں لکھتے ہیں۔ وفی سندھا ابن اسحٰق وفیہ مقال (اور ابو داؤد و مسند احمد دونوں کی روایت کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے اور اس میں محدثین کرامؒ جرح کرتے ہیں معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق تحدیث بھی کرے تب بھی اس کی روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔

خواجہ صاحبؒ کا جھوٹ نمبر ۱

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے تو یہ کہ راوی محمد بن اسحٰق کو تدلیس کی عادت ہے الخ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت پر اس اعتراض کے سوا باقی کوئی اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا حالاں کہ یہ خالص جھوٹ ہے اور اس پر کئی اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۱ : اس روایت کی سند یوں ہے جو خواجہ صاحب نے نقل کی ہے محمد بن اسحٰق قال حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمۃ (تین طلاقیں ص۲۹) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

داؤد بن الحصین الاموی	داؤد بن الحصین ثقہ ہے مگر
مولاھم ابو سلیمان	عکرمہ سے روایت کرے تو پھر
المدنی ثقۃ الا فی عکرمۃ	ثقہ نہیں ہے اور اس راوی پر
ورمی برأی الخوارج۔	خارجیت کا الزام بھی ہے۔

(تقریب ص۹۵)

یہ حدیث بھی عکرمہ کے طریق سے ہے فلہٰذا اتنا مضبوط اعتراض وارد ہونے

کے باوجود خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کتنا بڑا جھوٹ ہے امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ ما رواہ عن عکرمۃ فمنکر (میزان ص۲) داؤد جو روایت عکرمہ سے روایت کرتا ہے وہ منکر ہوتی ہے یعنی ضعیف ہوتی ہے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں۔ احادیثہ عن عکرمۃ مناکیر (میزان ص۲) عکرمہ سے اس کی روایات منکر ہوتی ہیں چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے خواجہ صاحب کی مذکورہ روایت کو ضعیف روایتوں کی مد میں بطور منکر روایت کے میزان ص۲ میں پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے اس اعتراض کو نہ تو ذکر کیا ہے اور نہ اس کا کوئی جواب دیا ہے پتہ نہیں یہ دھوکہ بازی خواجہ نے کس استاذ سے سیکھی ہے۔

اعتراض ۲: خواجہ صاحب کی مذکورہ روایت پر دوسرا وزنی اعتراض

یہ ہے کہ محمد بن اسحٰق شیعہ ہے۔ چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وَرُمِیَ بِالتَّشَیُّعِ وَالْقَدَرِ	اور شیعیت اور تقدیر کے
(تعریف ص۲۹)	منکر ہونے کا الزام اس پر لگایا

گیا ہے۔

حافظ صاحبؒ کی یہ بات درست ہے اس کے کئی ثبوت دیئے جا سکتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہوں۔

ثبوت ۱: مسند احمد ص۱۹۲ جلد ۱ میں محمد بن اسحٰق کی سند سے طاعون عمواس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص کا خطبہ بھی بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے لوگوں کو کہا کہ یہ طاعون ایک شعلہ مارتی آگ ہے پس تم پہاڑوں میں چلے جاؤ تو ابو واثلہ الہذلی نے کہا خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے بے شک تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی

لیکن کو بیر ساس گدھے سے بھی زیادہ بڑا ہے حضرت عمرؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کراہت کا اظہار نہ کیا۔ قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق نے یہ روایت ذکر کر کے اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت کس طرح فراہم کیا ہے۔

ثبوت نمبر۲ : مسند احمد صفحہ ۲۷۴ جلد ۶ میں محمد بن اسحٰق کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں۔

ثم وضعت رأسه	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر میں
على وسادة	نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وقمت التدم	کا سر گود سے اٹھا کر تکیہ پر رکھ کر
مع النساء واضرب	کھڑی ہو گئی اور دوسری عورتوں کے
وجهي.	ساتھ میں ماتم میں منہ پر طمانچے مار
	رہی تھی اور اپنے چہرے کو پیٹ رہی تھی۔

ثبوت نمبر۳ : ابن اسحٰق کی سند سے ہے۔

جلد عمر بن الخطاب	کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے
ابا بكرة و نافع	حضرت ابو بکرہؓ و نافع بن الحارث
بن حارث وشبل	اور شبل بن معبد کو کسی جرم میں کوڑے
بن معبد ثم	مارے پھر نافع اور شبل کو اس جرم
استتاب نافعا و	سے توبہ کرائی پس وہ تائب ہو گئے
شبلا فتابا	پس حضرت عمرؓ نے ان کی شہادۃ
فقبل شهادتهما	گواہی کو قبول کر لیا اور ابو بکرہؓ کو
واستتاب ابا بكرة	تائب ہونے کا حکم دیا پس
فابى واقام	اس نے انکار کیا اور دلیل قائم

فلم یقبل شہادتہ	کی پس حضرت عمرؓ نے ان کی شہادت
(تہذیب ص۴۶۹ ج۱)	رد کر دی۔

حضرت ابوبکرہؓ کا نام نفیع بن الحارث ہے جلیل القدر صحابی ہیں مگر محمد بن اسحٰق نے نہ تو ان کو معاف کیا نہ حضرت عائشہؓ کو اور نہ حضرت عمروؓ بن العاص کو معاف کیا۔

ثبوت ۴ : حافظ ابن کثیرؒ محمد بن اسحٰق کی سند سے اس کی کتاب السیرۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ و حضرت عائشہؓ معراج جسمانی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے یہ معراج روحانی و خواب کا واقعہ ہے (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ص۲۴ ج۳) اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق نے صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے کے لیے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ جب اس کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو محدثین کرامؒ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو روایت شیعہ مذہب کی تائید کرے تو شیعہ راوی سے وہ ہرگز قبول نہیں کی جاسکتی وہ مردود ہوگی اور یہ روایت تین طلاق سے رجوع والی بھی شیعہ مذہب کی تائید کرتی ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

فعن الامامية لا يقع	پس امامیہ (شیعہ فرقہ) سے
بلفظ الثلاث ولا	روایت کیا گیا ہے کہ تین طلاق
فی حالة	ایک ہی لفظ کے ساتھ دینے
الحيض۔	سے واقع نہیں ہوتیں اور نہ حالت
(مرقاۃ ص۲۹۲ ج۶)	حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں شیعہ فرقہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ یہودی تین طلاق دینے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور رافضی کے ہاں بھی تین طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں (آہ ملخصاً) یعنی تین طلاق دینے سے

نکاح ختم نہیں ہوتا جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ اول تو ایک صحابی کا فعل حجت شرعی نہیں دوسرے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حکم بطور سزا جاری کیا تھا تاکہ لوگ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے رک جائیں (تفسیر بیان القرآن ص۱۴۲) نیز موصوف لکھتے ہیں اور حیض میں طلاق نہیں گنی جائے گی (بیان القرآن ص۲۰۳) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں۔ تین طلاق کو ایک بنانے والے مفتی اہلحدیث سے انقطاع (تعلق) کرنا چاہیے اور ایسا کام ضلال ہے اور یہ تلعب بالدین ہے (امداد المفتیین ص۷۹۰)

نیز فرماتے ہیں اس پر عمل کرنا جائز نہیں اور اس کے لیے اہلحدیث بننا ایمان کے چلے جانے کا خوف ہے (امداد المفتیین ص۷۹۲)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

وقد اثبتنا النقل عن	اور اکثر علماء کرامؒ سے (صریح)
اکثرهم صريحا	جبار تین تین طلاق اکٹھی واقع
بايقاع الثلاث ولم	ہونے کی ہم نے نقل کر دی ہیں اور
يظهر لهم مخالف	ان علماء کرامؒ کا کوئی مخالف
فماذا بعد الحق الا الضلال	ظاہر نہیں ہوا پس حق کو چھوڑنا
(مرقاۃ ص۱۹۵ ج۳)	گمراہی ہے۔

خواجہ صاحب خود لکھتے ہیں۔ مثلاً طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو لیجئے ائمہ اربعہ اور امام بخاریؒ تک اس کے قائل ہیں مگر ہم قائل نہیں۔ (تعویذ اور دم ص۳۲) نیز موصوف لکھتے ہیں امام بخاریؒ نے جو طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کے حق میں باب باندھا ہے تو کیا ہر ان کی تحقیق ہی ہو گی۔ (تین طلاقیں ص۴۸)

حافظ ابن حزم ظاہریؒ بھی تین طلاقیں اکٹھی واقع ہونے کے قائل ہیں حتیٰ کہ

بعض غیر مقلد علما بھی اس کے قائل ہیں (دیکھئے فتاوی ثنائیہ میں فتوی مولانا شرف الدین دھلوی) مولانا محمد علی لکھوی غیر مقلد مدینہ منورہ میں بیٹھ کر ایک تحریر لکھتے ہیں جو بہت طویل ہے اس کو الغبر لاکھو نے ۲۳ شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء شمارہ ۳۲ میں شائع کیا ہے اس کے ص۱۵ میں لکھتے ہیں، اہلحدیث لوگ فاتحہ خلف الامام میں مختلف اور مدرک رکوع میں مختلف طلاق ثلثہ میں مختلف غیر مقلدین حضرات ایک عذر پیش کرتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دینی بدعت وحرام ہیں فلھذا واقع نہیں ہونی چاہئیں۔

الجواب

قتل کرنا حرام ہے لیکن اگر کوئی قتل کرے تو قتل واقع ہو جائے گا زنا کرنا حرام ہے اگر کوئی زنا کرے گا تو زنا واقع ہو جائے گا شراب پینا حرام ہے اگر کوئی شراب پئے گا تو شراب پینا ثابت ہو جائے گا اس طرح تین طلاقوں کو بھی لیں فلھذا جھوٹے عذر و حیلے و بہانے بنانا چھوڑ دیں۔ پہلے شیعہ مذہب والے اس مسئلہ سے فائدہ اٹھا کر سنی حنفی کو شیعہ مذہب میں داخل کر کے اپنے مذہب کا عروج بالفروج کرتے تھے اور اب غیر مقلد بھی حضرات مصیبت زدہ حنفیوں کو اپنے مذہب میں داخل کر کے اس مسئلہ کی وجہ سے اپنے مذہب کا عروج بالفروج کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے غلیظ لوگ امام اعظمؒ کی توہین کرتے ہیں اور مسلمانوں پر قسم وقسم کے فتوی لگاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

ایسی نسلیں قعر ذلت میں ڈبونی چاہئیں
تم سے ملاں ہوں تو مائیں بانجھ ہونی چاہئیں

فلہذا محمد بن اسحٰق شیعہ کی روایت شیعہ مذہب کی تائید کرنے کی وجہ سے

بھی مردود ہے۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ پھر اس حدیث کی بنیاد صرف بعض بنی ابی رافع پر ہی نہیں داؤد بن الحصین اس کا تابع موجود ہے اور وہ سند شک وشبہ سے ماوراء ہے (تین طلاقیں ص۳۲) خواجہ صاحب کی بے علمی بھی کمال درجہ کی ہے اس بے چارے کو متابع اور تابع کا فرق بھی معلوم نہیں ہے اس لیے تابع لکھ دیا ہے حالانکہ متابع لکھنا چاہیے تھا پھر داؤد بن الحصین کی سند کو شک وشبہ سے ماوراء کہنا زبردست جھوٹ ہے نامعلوم خواجہ صاحب نے جھوٹ بولنا کس استاذ سے سیکھا ہے۔ الغرض تین تین ہیں اور ایک ایک ہے عیسائی مذہب والے کہتے ہیں تین ایک ہے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام وجبرئیل علیہ السلام وبی بی مریمؑ تین مل کر ایک خدا بنتا ہے) نعوذ باللہ من ذالک۔ فلہذا ہمیں ایسا نہیں کہنا چاہیے اور جن حضرات سے غلطی ہوگئی ہے کہ انہوں نے تین کو ایک طلاق بنایا ہے ان کے حق میں ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

ایک جھوٹی روایت

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: بحث یہ ہے کہ آرڈر تعزیری تھا اور تعزیر کا آپ کو حق تھا۔ تاہم عمر فاروق اپنے اس اقدام پر آخر عمر میں متاسف تھے حافظ اسمٰعیل مسند عمر میں لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالك عن ابیه قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه ما ندمت علی شیء ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون انکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح (اغاثة ج۱ ص۳۵۹) مجھے تین چیزوں پر بہت زیادہ ندامت ہوئی ہے۔

(۱) طلاق کے حرام کرنے پر (۲) آزاد کردہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے پر
(۳) اور کاش نوحہ کرنے والیوں کے بے قتل کا حکم نہ جاری کیا ہوتا۔

ظاہر ہے اس سے مطلق مراد نہیں آپ نے طلاق دینے سے تو منع نہیں کیا یہی اکٹھی طلاق ثلاثہ کا مسئلہ تھا جس میں آپ نے تعزیر لگائی تھی اور جس کا آپ کو افسوس تھا (تین طلاقیں ص۶۱ تا ص۶۲)

الجواب

خواجہ صاحب کی پیش کردہ روایت میں کئی خرابیاں ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والا راوی یزید بن ابی مالک ہے جس کی پیدائش سنہ ۶۰ھ میں ہوئی ہے یعنی حضرت عمرؓ کی وفات کے تقریباً ۳۶ سال بعد پیدا ہوا ہے اس لیے یہ روایت منقطع ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں یقال ولد سنة ستین (تہذیب ص۳۴۶)۔

(۲) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وھو صاحب تدلیس	اور یہ راوی مدلس ہے اور
وارسال عمن لم یدرك	منقطع روایتیں ان حضرات
(میزان ص۴۳۹)	سے روایت کرتا ہے جن کا زمانہ
	پایا نہیں ہوتا۔

(۳) پھر اس یزید بن ابی مالک سے روایت کرنے والا اس کا بیٹا خالد ہے جو سخت قسم کا ضعیف بلکہ جھوٹ بھی بولتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ یہ راوی لیس بشیء ہے (یعنی کچھ بھی نہیں) امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کو زمین میں دفن کر دیا جائے ایک عراق میں ہے اور ایک شام میں ہے نیز فرماتے ہیں:

واما الذى بالشام	اور ملک شام میں جو کتاب ہے
فكتاب الديات لخالد بن	وہ کتاب الدیات خالد بن
يزيد بن ابى مالك	یزید کی ہے باپ پر جھوٹ
لم يرض ان يكذب	بولنے سے خالد کا شوق پورا
على ابيه حتى كذب	نہیں ہوا حتی کہ اس نادر نے
على اصحاب رسول الله	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
صلى الله عليه وسلم	صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ بولا ہے
قال ابن الحوارى كنت	اور ابن ابی الحواریؒ فرماتے ہیں
فسمعته من	کہ میں نے خالد سے کتاب الدیات
خالد بن يزيد كتاب	کا سماع کیا ہے جب یہ کتاب
الديات فاعطيته	میں نے محدث ابن عبدوس
ابن عبدوس العطار	العطار کو دی تو اس نے اس
فقطعه۔	کو پھاڑ دیا۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں لیس بثقۃ (قابل اعتماد نہیں) امام ابو داؤدؒ فرماتے
ہیں کہ ضعیف الحدیث اور متروک الحدیث ہے، محدث یعقوب بن سفیانؒ
اور ابن الجارودؒ اور ساجیؒ وغیرہمؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور
ابن حبانؒ نے گو اس کو صدوق کہا ہے مگر کثیر الخطاء قرار دیا ہے اور کہا
ہے کہ اس کی حدیث میں مناکیر (اوپری چیزیں) واقع ہو گئی ہیں جب باپ
سے روایت کرنے میں اکیلا ہو تو قابل احتجاج نہیں (یہ روایت بھی باپ
سے روایت کرنے میں منفرد ہے) اور ابن حبانؒ نے اس کی باطل روایت
کی بھی نشاندہی کی ہے، محدث ابن عدیؒ نے البتہ یہ تاویل کی ہے کہ خالد

کا شاگرد جو ضعیف قسم کا ہوتا ہے وہ خرابی پیدا کرتا ہے خالد خود نہیں کرتا البتہ عجلیؒ نے خالد کو ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب ص ۱۲۶ جلد ۳ تا ص ۱۲۸) یہ ہے تفصیل خالد کے متعلق جو محدثین کرامؒ نے اس کے متعلق فرمایا ہے اس میں امام یحییٰ بن معینؒ سب سے زیادہ صحیح نشانہ پر پہنچے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :

ضعیف مع کونہ فقیھاً وقد اتھمہ ابن معین ۔ (تقریب)	یہ خالد ضعیف ہے فقیہ ہونے کے باوجود اور امام یحییٰ بن معینؒ نے بے شک اسکو جھوٹ سے متہم کیا ہے۔

(۴) یہ تینوں باتیں جو خالد نے اپنے باپ سے حضرت عمرؓ کی نقل کی ہیں جھوٹ کا پلندہ ہیں کوئی بھی ان میں سے صحیح سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے پیش نہیں کی جا سکتی۔

(۱) حضرت عمرؓ نے طلاق دینا حرام قرار نہیں دیا۔

(۲) آزاد شدہ عورتوں کے نکاح پر بھی حضرت عمرؓ نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔

(۳) اور نوحہ کرنے والی عورتوں کے قتل کا بھی کوئی حکم صادر نہیں فرمایا :

امام یحییٰ بن معینؒ نے بالکل صحیح فرمایا کہ خالد اخبار کذب ہے کہ باپ پر جھوٹ بولا کر اس کا شوق جھوٹ بولنے کا پورا نہیں ہوتا حتی کہ صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ بولتا ہے تب جھوٹ کا شوق پورا ہوتا ہے۔

(۵) اس جھوٹی روایت کا تین طلاق سے کوئی تعلق ہی نہیں اس مطلق کو خواہ مخواہ خواجہ صاحب نے مقید کرنے کی کوشش کی ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اس مسئلہ کو پوری تفصیل نا ہیکر ... سے شیخ استاذ محترم ابو الزاہد مولانا محمد سرفراز خان صاحب

صفدر دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب عمدۃ الاثاث اور حضرت مولانا محقق احناف فقیر محمد صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عمدۃ الابحاث میں دیکھیں۔

وھم ۱۲۱ : قاضی شوکانی صاحب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

وفی اسنادہ ابن لھیعۃ	اور اس کی سند میں ابن لہیعہ
وحدیثہ حسن وفیہ	ہے اور اس کی حدیث
کلام معروف۔	حسن ہے اور اس راوی میں
(نیل الاوطار ص۲۱ ج۵)	مشہور کلام ہے۔

اور نیل الاوطار ص۲۲۹ جلد۶ میں لکھتے ہیں :

وابن لھیعۃ لیس بساقط	اور ابن لہیعہ ضعیف الحدیث
الحدیث فانہ امام	نہیں کیونکہ یہ امام اور حافظ
حافظ کبیر۔	کبیر ہے۔

مگر قاضی صاحب جب نیل الاوطار ص۶۵ جلد۷ میں پہنچتے ہیں تو وہاں لکھتے ہیں۔ واسنادہ ضعیف من اجل ابن لھیعۃ (اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے ابن لہیعہ کی وجہ سے) یہاں ایک حدیث کے سلسلہ میں ابن لہیعہ راوی کو ضعیف قرار دے دیا ہے ؎

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

وھم ۱۲۲ : قاضی صاحب منتقی سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ وقد اسندہ ابو داؤد من وجہ ضعیف (کہ اس روایت کو امام ابو داؤدؒ نے ضعیف سند سے بیان کیا ہے) قاضی صاحب اس پر تبصرہ یوں کرتے ہیں۔

وھی ضعیفۃ کما قال	واقعی یہ روایت ضعیف ہے

المصنف وذالك لان فيها اسمٰعيل بن عياش وهو ضعيف اذا روٰی عن غير اهل الشام ولكنه هٰهنا روی عن الحارث الزبيدی وهو شامی (نيل الاوطار ج۵ ص۲۴۲)

جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی سند میں اسمٰعیل بن عیاش واقع ہے اور وہ ضعیف ہے جب غیر شامی راویوں سے روایت کرے لیکن اس مقام میں وہ الحارث الزبیدی الشامی سے روایت کر رہا ہے (یعنی یہ روایت ضعیف نہیں)۔

قاضی صاحب بڑے عجیب آدمی ہیں ایک ہی مقام پر تضاد بیانی کا شکار ہو گئے ہیں۔

وھم نمبر ۱۴

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

(وابيه) وفيه حلف لغير الله قال الشوكانی وهو من فلتات شانه صلی الله عليه وسلم والعياذ بالله ان تجری علی لسانه فلتة ما تكون فيه شوائب الشرك۔

کہ وابیہ (باپ کی قسم ہے) اس میں غیر اللہ کے لیے قسم اٹھائی گئی ہے شوکانی صاحب نے کہا ہے کہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پھسل گئی ہے (حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں) العیاذ باللہ (خدا کی پناہ) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ایسی جگہ پھسل

مع انه قد ثبت عنه	جائے جہاں شرک کی بو ورث
في نحو اربعة	ہو حالانکہ ایسا کلمہ چار یا پانچ
او خمسة مواضع۔	جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
(فیض الباری ص۱۲۶ ج۱)	وسلم سے صادر ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس قسم کے کلمہ کے متعلق مختلف جواب ذکر کئے ہیں تفصیل کے لیے فیض الباری ص۱۲۸ ج۱ تا ص۱۳۰ ملاحظہ فرمائیں۔

وہم نمبر ۱۵

قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں۔

عند الطبرانی وابی الشیخ	طبرانی اور ابوالشیخ نے حضرت
من حدیث انس	انسؓ سے مرفوع روایت
مرفوعاً بلفظ یعق عنه	(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
من الابل والبقر	وسلم کا فرمان) نقل کیا ہے کہ
والغنم (نیل الاوطار ص۱۲۶ ج۵	بچہ کے عقیقہ میں اونٹ اور
کتاب العقیقه)	گائے اور بکری ذبح کئے جائیں

یہ روایت طبرانی صغیر ص۲۵ میں بھی ہے لیکن یہ روایت جھوٹی ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا قاضی صاحب کا وہم ہے۔ اس روایت کی سند میں مسعدہ بن الیسع الباھلی واقع ہے جو کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے دیکھئے مجمع الزوائد ص۱۶۲ ج۸ اور تحفۃ الاحوذی ص۳۶۶ ج۲۔

البتہ حضرت انسؓ سے ثابت ہے کہ وہ عقیقہ میں اونٹ ذبح کرتے تھے چنانچہ علامہ ہیثمیؒ لکھتے ہیں عن قتادة ان انس بن مالك كان يعق عن بنيه. اسناده رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح (مجمع ص۵۹)

وجہ نمبر ۱۶

قاضی شوکانی صاحب حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر دوسرے لوگوں کے ساتھ کرکے آخر میں لعنت کا کلمہ ذکر کرتے ہیں جس سے قاضی صاحب کا شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب ایک گروہ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ شام کے علاقہ میں عسکری پوزیشن میں مقیم تھا۔

فی امارۃ زیاد وابنہ	زیاد اور اس کے بیٹے کی
طول مدۃ ولایۃ	امارۃ میں مدت حکومت
معاویۃ وابنہ	معاویہ اور اس کے بیٹے یزید
یزید لعنہم اللہ	کی حکومت میں ان سب پر
وظفر زیاد وابنہ یزید	خدا کی لعنت ہو اور کامیاب ہوا
لعنہم اللہ الخ (نیل الاوطار	زیاد اور معاویہ کا بیٹا یزید ان
ص۱۵۹ ج۷ اخبار الخوارج)	سب پر خدا کی لعنت ہو۔

اسی طرح قاضی صاحب نیل الاوطار ص۴۷ ج۱ میں ایک گروہ کرامیہ وغیرہ کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

حتی حکموا بان الحسین	حتی کہ انہوں نے فیصلہ دیا
السبط رضی اللہ عنہ	ہے کہ حضرت حسینؓ باغی تھا
دارضاہ باغ علی الخمیر	شرابی نشہ میں مست شریعت
السکیر الہاتک لحرم الشریعۃ	مطہرہ کی توہین کرنے والے
المطہرۃ یزید بن معاویۃ	یزید معاویہ کے مقابلہ میں ان
لعنہم اللہ الخ	سب پر خدا کی لعنت ہو۔

قارئین کرام نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ قاضی صاحب حضرت امیر معاویہؓ صحابی

رسول کا ذکر کر کے پھر لعنت کا ورد کرتے ہیں تاکہ حضرت امیر معاویہؓ اس میں شامل ہوں (معاذ اللہ) نیز قاضی صاحب نے نیل الاوطار ص ۱۰۱/۵۵ باب من بعث بعدی لعبید و حلیفہ میں حضرت امیر معاویہؓ کو کھل کر سب و شتم کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا کر صحیح حدیث (بچہ بچھونے کا ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) کی مخالفت کی ہے اور یہ محض دنیاوی غرض و مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اور بہت سے لوگوں نے معاویہ پر اس واقعہ کی وجہ سے اعتراضات کئے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے اے معاویہ تیرے باپ ابوسفیان کو پاکدامن کہا جائے تو تُو ناراض ہوتا ہے اگر اس کو زنا کار کہا جائے تو خوش ہوتا ہے۔

ان اعتراضات کے جواب مختلف کتابوں میں موجود ہیں مگر بتانا یہ ہے کہ قاضی صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ و حضرت ابوسفیانؓ پر حملہ کر کے اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے فلہذا حکیم محمود صاحب کا یہ لکھنا حالانکہ نہ شوکانی شیعہ تھے نہ مولانا عبدالحق (بنارسی) شیعہ تھے (علمائے دیوبند کا ماضی ص ۲۵۱) محض جہالت و ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد کے اوہام

(۱) حقیقت میں اگر عمرو بن عاصؓ جو تدبیر اور رائے اور مکر فریب میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے معاویہ کی مدد نہ کرتے تو کبھی ان کو حکومت اور خلافت نصیب نہ ہوتی معاویہ نے عمرو بن عاصؓ کے اس احسان کا یہ بدلہ دیا کہ ان کو مصر کا حاکم بنا دیا (لغات الحدیث ص ۵۳ کتاب ف)

(۲) پھر جب عمرو بن عاص کی دغا بازی ظاہر ہوئی اور لوگ نادم ہوئے

(لغات الحدیث ص۴۰ (کتاب ع)

(۳) عمرو بن عاص نے دنیا کی خواہش کو آخرت کی بھلائی پر مقدم کر کے معاویہ کی رفاقت اختیار کی اور مصر کی حکومت حاصل کی۔

(لغات الحدیث ص۳۳ (کتاب ق)

(۴) آخر مغیرہ زیاد کو لے کر معاویہ کے پاس آ گئے اس وقت معاویہ نے زیاد سے کہا تو تو میرا بھائی ہے زیاد نے نہ مانا تب معاویہ نے اپنی بہن جویریہ بنت ابی سفیان کو زیاد کے پاس بھیج دیا وہ اس کے سامنے بے پردہ ہو گئی اور اپنے بال کھول ڈالے اور کہنے لگی تو میرا بھائی ہے میرے باپ نے خود مجھ سے یہ بیان کیا تھا۔ آخر زیاد ابو سفیان کا بیٹا بننے پر راضی ہو گیا تب معاویہ زیاد کو لے کر جامع مسجد میں آئے اور زیاد چار گواہ بنا کر لایا انہوں نے یہ گواہی دی کہ ابو سفیان نے اس کی ماں سمیہ سے زنا کیا تھا اور زیاد سفیان ہی کا نطفہ ہے اس وقت معاویہ نے یہ فیصلہ سُنایا کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا اور کہا معاویہ تم نے یہ حدیث نہیں سنی کہ بچہ کا نسب ماں کے شوہر یا مالک سے لگتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں معاویہ نے اُس کو بُرا بھلا کہا گالیاں دیں اور گواہی کے موافق یہ حکم نافذ کر دیا کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے (الیٰ ان قال) مترجم کہتا ہے کہ اسی زیاد کا بیٹا عبید اللہ تھا جو لشکر عظیم لے کر امام حسینؓ سے لڑا اور آپ کو شہید کرایا عبید اللہ کے کرتوت سے تو یہ یقین ہوتا ہے کہ اُس کا باپ حرام زادہ تھا اور معاویہ کی کارروائی بباطن صحیح تھی گو ظاہر شرع کی رو سے غلط اور خلاف قانون تھی اس روایت سے انصاف پسند لوگ

یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ معاویہ کس قسم کے آدمی تھے اور وہ خلفائے راشدین میں سے ہونے کے قابل ہیں یا نہیں اہل سنت کے عقائد کے کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ معاویہ دنیاوی بادشاہوں میں سے تھے نہ کہ خلفائے راشدین میں سے اس لئے کہ خلافت راشدہ امام حسن علیہ السلام پر ختم ہو گئی اور حدیث شریف کا بھی یہی مضمون ہے اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے جو لکھا ہے اَمَّا خِلَافَۃُ مُعَاوِیَۃَ فَصَحِیْحَۃٌ ثَابِتَۃٌ بَعْدَ خَلْعِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّؓ تو یہ حدیث نبوی کے خلاف ہے (لغات الحدیث صفحہ ۴۲/۴ تا ۴۳ (کتاب د)

(۵) مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہؓ اور عمرو بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے اور ان دونوں کے مناقب یا فضائل بیان کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ صرف صحابیت کا لحاظ کر کے ان کے ذکر کو سب وشتم سے پاک رکھنا ہی کافی ہے (لغات الحدیث صفحہ ۴۶/۴ کتاب ر)

(۶) علامہ وحید الزمان کو قَطًا کا ترجمہ معلوم نہ ہو سکا اس لیے قطا کا ترجمہ نہیں کیا دیکھئے (لغات الحدیث صفحہ ۱۳۶/۵ کتاب ق) قَطًا (بسط و تیتر) کو کہتے ہیں دیکھئے المنجد وغیرہ۔

(۷) حرام تو وہی جانور ہیں جو اللہ نے قرآن میں بیان فرما دیئے (یا حدیث میں) لیکن بہت سے جانور ایسے ہیں (جن کو اللہ اور رسولؐ نے حرام نہیں کیا) مگر نفس ان سے دور رہنا چاہتا ہے ان کے کھانے سے نفرت کرتا ہے (جیسے گھوڑ پھوڑ، بجو، چوہا، گھونس وغیرہ) (لغات الحدیث صفحہ ۵۵) معلوم ہوا چوہا ان حضرات کے ہاں حلال ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

(۸) مترجم کہتا ہے قرآن میں مہلت نہ ملنا طبیعا .... سے مراد وہ لوگ

ہیں جو دنیا کی لذتوں میں پڑ کر بالکل آخرت کو بھول گئے ہوں (لغات الحدیث صفحہ ۳ کتاب ع)۔ قرآن میں یہ آیت بنا دی موجود نہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(۹) غُنْدُرْ: محمد بن بشار کا لقب ہے جو حدیث کے بڑے عالم ہیں۔ (لغات الحدیث صفحہ ۱۴ کتاب غ)۔ محمد بن بشار کا لقب غندر نہیں بلکہ بُندار ہے دیکھئے (تقریب التہذیب صفحہ ۲۹۱) غندر تو استاذ ہے محمد بن بشار کا دیکھئے (صحیح بخاری صفحہ ۲۱ و صفحہ ۲۹)۔ البتہ محمد بن جعفر کا لقب غندر ہے دیکھئے تقریب صفحہ ۲۹۳)

تنبیہ: علامہ وحید الزمان غیر مقلد کے عقائد چونکہ فاسدہ ہیں اور قاضی شوکانی کی طرح یہ شیعہ ہیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صحیح بخاری کا ترجمہ وحید الزمان کا کیا ہوا نہ خریدیں اور اس طرح حدیث شریف کی دوسری کتابوں کے ترجمے بھی علامہ وحید الزمان نے کئے ہیں ان سے مسلمان اجتناب کریں اور اپنے گھروں میں ان کو نہ رکھیں تاکہ کہیں ایمان کا نقصان نہ ہو جائے علامہ وحید الزمان کی چند باتیں راقم الحروف نے ذکر کر دی ہیں بقایا کسی مجلس میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کر دی جائے گی۔

اوہام نواب صدیق حسن خان

وہم نمبر ا

کتاب الجامع الصغیر للسیوطی فیہ عشرۃ آلاف حدیث۔	الجامع الصغیر سیوطی میں دس ہزار حدیثیں ہیں۔

(نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیۃ والاذکار ص۱۶۱)

نواب صاحب کو یہ دھوکہ علامہ عبدالرؤف مناوی کی کتاب کنوز الحقائق سے لگا ہے جو الجامع الصغیر کے حاشیہ پر ہے اس میں علامہ مناوی فرماتے ہیں۔

جمعت فیہ زھاء عشرۃ	میں نے اس کتاب میں تقریباً
آلاف حدیث (کنوز الحقائق ص۲ ج۱)	دس ہزار ۱۰۰۰۰ حدیثیں جمع کی ہیں۔

اور الجامع الصغیر میں جمع شدہ احادیث کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔

قیل وعدتہ عشرۃ آلاف	کہا گیا ہے اس کی تعداد
وتسعمائۃ واربعۃ وثلاثون	دس ہزار نو سو چونتیس
(فیض القدیر للمناوی ج۱ ص۱۹ والسراج	ہے۔
المنیر للعزیزی ج۱ ص۵)	

وھم نمبر۲

عن عائشۃ قالت کان	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم یصلی من	رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے
اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ	تھے ان میں سے پانچ کو وتر
یوتر من ذالک بخمس	بناتے تھے اور نہیں بیٹھتے تھے
ولا یجلس فی شئی منھن	ان میں سے مگر آخر میں اس کو
الا آخرھن اخرجہ البخاری	بخاری ومسلم نے روایت کیا
ومسلم (نزل الابرار ص۲۸)	ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح بخاری میں نہیں ہے یہ نواب صاحب کا وہم ہے۔

وہم نمبر۳

وفیهما عن سلمة بن الاكوع ان علیا بارز مرحبا الخیبری قال انا الذی سمتنی امی حیدره (نزل الابرار ص۲۲)

اور صحیحین میں سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے کہ بے شک حضرت علیؓ نے جب مرحب یہودی سے مقابلہ کیا تو فرمایا میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدر رکھا ہے۔

یہ روایت بھی بخاری میں ان الفاظ میں مروی نہیں یہ صرف مسلم میں ہے۔

وہم نمبر۴

واخرجه الترمذی مختصرا بلفظ وددت انها فی قلب كل مؤمن یعنی تبارك الذی بیده الملك وقال حدیث حسن غریب (نزل الابرار ص۱۴)

اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مختصر الفاظ میں روایت کیا ہے وہ یہ کہ میں پسند کرتا ہوں کہ سورہ تبارک الذی بیدہ الملک ہر مومن کے دل میں ہو امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

مجھے بسیار تلاش کے باوجود ترمذی سے یہ روایت ان الفاظ سے نہیں ملی

وہم نمبر۵

ولاشك ان ما فی الصحیحین اقدم علی ما فی غیرهما۔

اور بے شک تحقیقی بات یہی ہے کہ جو حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہو وہ ان حدیثوں

(نزل الابرار ص۲۹۷) پر مقدم ہے جو صحیحین میں نہ ہو۔

لیکن نواب صاحب نزل الابرار ص۱۴۶ میں احادیث ترک جہر بسم اللہ کو ترجیح نہیں دیتے حالانکہ وہ صحیحین میں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

لکن الاثبات ارجح	لیکن جہر بسم اللہ کا زیادہ راجح ہے
مع کونہ خارجاً	گرچہ یہ روایت بخاری سے
مخرج الصحیح فالاخذ بہ	باہر ہے (بلکہ مخالف ہے) پس
اولیٰ۔	اس پر عمل کرنا بہتر ہے۔

دھم نمبر ۶

وفی اسنادہ لیث	اس حدیث کی سند میں لیث
بن ابی سلیم وھو مدلس	بن ابی سلیم واقع ہے اور وہ
(نزل الابرار ص۲۳۲)	مدلس ہے (یعنی ضعیف ہے)

مگر یہی نواب صاحب اسی نزل الابرار کے ص۱۴۷ میں لکھتے ہیں:

لیث بن ابی سلیم	لیث بن ابی سلیم میں جرح ہے
وھو وان کان فیہ	مگر اس سے امام مسلمؒ نے
مقالٌ فقد اخرج	حدیث کا اخراج کیا ہے تو اس
لہٗ مسلم وحدیثہٗ	کی حدیث درجہ حسن سے کم
لا یقصر عن رتبۃ الحسن۔	نہیں ہے۔

دھم نمبر ۷

خواجہ صاحب کے استاذ محترم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں۔

ایک مرسل روایت کا ذکر صاحب اتحاف النبلاء (یعنی نواب صاحب) نے بحوالہ فوائد ابن قیم ذکر فرمایا۔ ابن قیم کی فوائد اور بدائع الفوائد چھپ چکی ہے ان میں ایسی

کوئی حدیث نہیں ملی (رضا دی سلفیہ ص۱۰۹)

دم نمبر۸

اسی طرح اگر داہنی ران پر آدم اور بائیں ران پر حوا لکھے گا تو بھی احتلام سے بچا رہے گا۔ (کتاب التعویذات ص۱۲۰) (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

خواجہ قاسم صاحب نے نواب صاحب پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (تعویذ او دم ص۱۹ تا ص۲۰)

دم نمبر۹

نواب صاحب لکھتے ہیں (ف) حکماء ہند نے کہا ہے جب کتا کتی سے منعقد ہو جائے تو فوراً اس کی دم جڑ سے کاٹ کر چالیس دن تک زمین میں گاڑ دے پھر اس کو نکالے وہ ایک ہڈی کی طرح برہو گی اس کو ایک تاگے میں باندھ کر کمر سے لگالے سے انزال نہ ہو گا اور نہ تھکے گا اور نہ تعب پائے گا اگرچہ مغرب سے صبح تک مشغول رہے (کتاب التعویذات ص۹۴ تا ص۹۵)

گویا ایسی حالت میں عشاء کی نماز بھی معاف (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

(نوٹ) یاد رہے نواب صاحب لکھتے ہیں۔ اس رسالہ کے سارے اعمال و عزائم ماخوذ کتاب و سنت صحیحہ سے ہیں اور اکثر مجرب ہیں۔ (کتاب التعویذات ص۱۲۲)۔

نواب صاحب کثیر التصانیف ہیں اس لیے ان کی کتابوں میں اور مسائل بھی بے شمار ہیں مگر راقم الحروف نے یہ چند بطور مثال کے پیش کئے ہیں شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے شاگرد رشید مولانا عبدالحی صاحب حسنی لکھتے ہیں۔

وکان کثیر النقل عن القاضی الشوکانی وابن القیم وشیخہ ابن تیمیۃ الحرانی وامثالھم
(نزھۃ الخواطر ص۱۹۱ ج۸)

کہ نواب صاحب قاضی شوکانی ابن قیم اور اس کے استاذ ابن تیمیہ وغیرہم کی کتابوں سے بہت سی نقلیں مارتے ہیں۔

لطیفہ

مولانا حسنی صاحب لکھتے ہیں:

والعجب انہ کان یصلی علی طریقۃ الاحناف فلا یرفع الایدی فی المواضع غیر تکبیرۃ التحریمۃ ولا یجھر بآمین بعد الفاتحۃ ولا یضع یدیہ علی صدرہ وان کان لیوتر بواحدۃ ویصلی ثمان رکعات فی التراویح۔
(نزھۃ الخواطر ص۱۹۱ ج۸ تا ص۱۹۲)

اور عجیب کی بات ہے کہ نواب صاحب نماز حنفیوں کے طریقہ پڑھتا تھا چنانچہ تکبیرہ تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرتا تھا اور نہ آمین بالجہر کہتا تھا اور نہ سینے پر ہاتھ باندھتا تھا البتہ وتر ایک رکعت پڑھتا تھا اور تراویح آٹھ رکعات پڑھتا تھا۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد کے اوہام

وہم نمبرا

ابن ابی لیلی عن علی وقد قیل انہ لم یسمع منہ۔

عبدالرحمن بن ابی لیلی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ یقیناً حضرت علیؓ

تحفۃ الاحوذی ص۱۲۳) سے حدیث نہیں سن سکے۔
یہ مبارکپوری صاحب کا وہم ہے اور سخت قسم کی خطا ہے اس کی تردید قاضی شوکانی صاحب کے اوہام میں کر دی گئی ہے۔

وہم نمبر۲

مبارکپوری صاحب مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۷۴ میں بخاری شریف کی شروح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہا شرح	اور بخاری کی شروح میں سے
المھلب بن ابی	المھلب بن ابی صفرہ الازدی
صفرۃ الازدی	کی شرح بھی ہے اور اسی شخص
وھو ممن اختصر	نے بخاری کو مختصر کر کے بھی
الصحیح۔	پیش کیا ہے۔

یہ حوالہ پہلے بھی مولانا عبد السلام مبارکپوری کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے اور اس کی تردید بھی کر دی گئی ہے۔ مولانا عبد السلام یہ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری کا شاگرد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کارستانی مبارکپوری صاحب کی ہے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ المھلب بن ابی صفرہ الازدی صحابہ کرام کے دور کا ہے امام بخاری کی پیدائش سے عرصہ دراز پہلے ہی فوت ہو چکا تھا وہ بخاری کا اختصار و شرح کس طرح کر سکتا ہے یہ عجیب لطیفہ ہے جس کو تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔

وہم نمبر۳

ثُوَیر (مصغراً) ابن ابی فاختۃ سعید بن علاقۃ الکوفی ابوالجہم ضعیف رمی بالرفض مقبول من الرابعۃ کذا فی التقریب (تحفۃ الاحوذی ص۳۶۰ ج۱) تقریب ص۶۲

تقریب کے حوالہ سے پیش کردہ عبارت میں "مقبول" کا لفظ تقریب میں نہیں ہے دیکھئے تقریب صـ۳۲ یہ مبارکپوری صاحب کا وہم ہے۔

وہم نمبر ۴

ترمذی بَابُ مَاجَاءَ فِی الْوَقْتِ الْاَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ میں حضرت علیؓ سے مرفوعًا مروی ہے یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا (الحدیث) اس حدیث کے بارے میں مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں اور علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس حدیث نقل کرنے کے بعد یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں وقال غریب ولیس اسنادہٗ بمتصل (امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے) مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

قلت لیست ھذہ العبارۃ	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں
اعنی غریب ولیس اسنادہٗ	کہ یہ عبارت ترمذی
بمتصل فی النسخۃ المطبوعۃ	کے نہ مطبوعہ نسخہ میں ہے
والقلمیۃ الموجودۃ عندنا۔	نہ قلمی نسخہ میں ہے جو ہمارے
(تحفۃ الاحوذی صـ۱۵۴)	پاس موجود ہے۔

الجواب

مبارکپوری صاحب کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ حدیث مکررات میں سے ہے یعنی اس کا ذکر آگے کتاب الجنائز میں بھی آرہا ہے اور وہاں اس حدیث کے بعد یہ عبارت موجود ہے دیکھئے ترمذی مع تحفۃ الاحوذی صـ۱۴۵ ج۲)

وہم نمبر ۵

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

فائدہ: قد اشتہر انہ لا یکسر
عظام العقیقۃ وقد
ورد فیہ حدیث
لکنہ مرسل۔
(تحفۃ الاحوذی ص۲۶۵ ج۲)

مشہور ہو چکا ہے کہ عقیقہ
کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں
اس میں حدیث بھی وارد
ہوئی ہے لیکن مرسل ہے
(یعنی ضعیف کے حکم میں ہے)

الجواب

اس مقام پر مرسل روایت سے مراد وہ روایت ہے جو مراسیل ابو داؤد میں امام محمد باقرؒ سے مرسلاً مروی ہے۔ مبارکپوری صاحب کا مطالعہ کتب حدیث بہت محدود ہے ورنہ تو صحیح حدیث میں صراحۃً اس کا ذکر موجود ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

بل السنۃ افضل عن
الغلام شاتان مکافئتان
وعن الجاریۃ شاۃ
تقطع جدولا ولا یکسر
لہا عظم فیاکل ویطعم
ویتصدق ولیکن
ذاک یوم السابع فان
لم یکن ففی اربعۃ
عشر فان لم یکن
ففی احدی وعشرین
(حدیث صحیح)

بلکہ سنت (نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمان
و طریقہ) افضل ہے لڑکے
کی طرف سے عقیقہ میں
دو بکریاں ہم مثل اور
لڑکی کی طرف سے ایک
بکری ذبح کی جائے
جوڑوں کو الگ کیا جائے
اور ہڈیاں نہ توڑی جائیں
اور یہ عقیقہ ساتویں دن
ورنہ چودھویں دن ورنہ

الاسناد ولم یخرجاہ۔	اکیسویں دن ہونا چاہیے۔
(مستدرک حاکم ص٢٣٨ ج٤ تا ص٢٣٩	یہ حدیث سند کے لحاظ
وقال الذہبی صحیح تلخیص مستدرک ص٢٣٩ ج٤)	سے صحیح ہے۔

وھم نمبر٦

مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

واما روایۃ السابع الثانی	کہ چودھویں اور اکیسویں کی
والسابع الثالث فضعیفۃ	روایت ضعیف ہے جیسا کہ
کما عرفت فیما مر۔	تو گذشتہ تحقیق سے پہچان
(تحفہ ص٢٧٥ ج٢)	چکا ہے۔

الجواب

وہ روایت ضعیفہ حضرت بریدہؓ سے مرفوعاً مروی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ سے مبارکپوری صاحب نے نقل کی ہے کہ وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اسمٰعیل بن مسلم المکی واقع ہے لیکن ہماری پیش کردہ روایت مستدرک حاکم کے حوالہ سے ہے جو بالکل صحیح ہے جس سے ابن حجرؒ و مبارکپوری دو نوں غافل ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح بھی فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں دیکھیے سنن الکبریٰ بیہقی ص٣٠٢ ج٩۔ یہ حکم تفاؤلاً ہے اور استحباباً ہے۔

وھم نمبر٧

فہرست مضامین تحقیق الکلام حصہ اول ص٣ سطر١٥ میں لکھا ہے سفیان ثوری کا قول اور اس کا جواب ص١٣۔

چنانچہ تحقیق الکلام ص١٣ میں سفیان کا ذکر ہے لیکن وہ سفیان ثوریؒ

نہیں ہے بلکہ وہ سفیان بن عیینہؒ ہے مولانا مبارکپوری سے غلط ہو گیا ہے۔

وہم نمبر ۸

حدیث شریف میں ایک قصہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نماز کے ارادہ سے گھر سے باہر نکلی تو ایک مرد نے زبردستی اس سے زنا کیا وہ عورت چیخی پس وہ مرد بھاگ گیا اور ایک دوسرا شخص وہاں سے گذرا تو اس عورت نے مہاجرین صحابہؓ کی ایک جماعت کو کہا کہ اس شخص نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے صحابہ کرامؓ نے اس شخص کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور کہا اس عورت کے ساتھ جرم کرنے والا میں ہوں یا رسول اللہ تو عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے (اور ترمذی کی روایت کے مطابق)

وقال للرجل قولا حسنًا	اور مرد (بے قصور) کو اچھی
وقال للرجل الذی وقع علیها	بات کہی اور مرد مجرم کے متعلق
ارجموہ وقال لقد تاب	فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو
توبة۔	اور یہ توبہ کر چکا ہے۔

(الحدیث ترمذی ص ۲۴۹ ج ۱ باب ما جاء فی المرأۃ اذا استکرهت علی الزنا)

اب مولانا مبارکپوری صاحب نے اس حدیث کی یوں ہی تشریح کی ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں کی حالانکہ یہ الفاظ کہ اس کو سنگسار کر دو اور توبہ کر چکا ہے آپس میں بے جوڑ سے لگتے ہیں مولانا مبارکپوری صاحب کا چونکہ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ بہت کم ہے اس لیے وہ اس پر گرفت نہیں کر سکے۔ حالانکہ ترمذی کی روایت کے الفاظ غلط ہیں صحیح الفاظ ابو داؤد ص ۲۵۲ ج ۲ و مسند احمد ص ۳۹۹ ج ۶ میں

مروی ہیں چنانچہ ابوداؤد میں یوں ہیں فقالوا الرجل الذی وقع علیھا ! رجمہ فقال لقد تاب توبۃ الخ (صحابہ کرامؓ نے مجرم شخص کے متعلق عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کو سنگسار کردو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ یہ توبہ کرچکا ہے۔ تو اس شخص کو بھی سنگسار نہیں کیا گیا اور مسند احمد کے الفاظ یوں ہیں۔ الاترجمہ فقال لقد تاب توبۃ (کیا یارسول اللہ آپ اس کو سنگسار نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ یہ توبہ کرچکا ہے۔

لیکن مبارکپوری صاحب کی عدالت میں اس کو سنگسار کردیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں لانہٗ صار معترفا بما قالت المرأۃ وکان محصناً۔ (تحفۃ الاحوذی ص۳۲۵ ج۲) کیونکہ وہ زنا کا اقرار کرچکا تھا اور شادی شدہ تھا اس لیے اس کو سنگسار کردیا گیا۔

دھوکہ نمبر۹

مولانا مبارکپوری محدث علامہ نیمویؒ کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فکیف یستیقن بان	پس کیسے یقین کیا جائے کہ
البخاری احتج بابی بکر بن	امام بخاریؒ نے ابوبکر بن عیاش
عیاش من طریق احمد	سے احمد بن یونس کے طریق
بن یونس نعم	سے احتجاج کیا ہے ہاں اگر
لو اکتفی بھذا الطریق	صرف اسی طریق پر اکتفا کیا
لعلم یقیناً انہ	ہوتا امام بخاریؒ نے تو یقیناً
احتج بہ۔	کہا جاسکتا تھا کہ امام بخاریؒ
(ابکار المنن ص۳۶)	نے احتجاج کیا ہے۔

مولانا مبارکپوریؒ نے کم از کم صحیح بخاری کا مطالعہ اگر کیا ہوتا تو وہ یہی

بات ہرگز نہ کرتے۔ لیجئے بخاری شریف صہ ۲۶۳ ج ۱ کھولیئے باب تعجیل الافطار اس باب میں دو حدیثیں مروی ہیں دونوں کا متن الگ الگ ہے اور ایک حدثنا احمد بن یونس ثنا ابوبکر (ابن عیاش) کے طریق سے ہے اس مقام پر اس سند سے احتجاج کرنا امام بخاریؒ کا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت بخاری شریف صہ ۵۳۵ ج ۲ نکالیں باب قولہٗ والذین تبوؤ الدار والایمان حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر (ابن عیاش) اس باب میں صرف اور صرف ایک حدیث ہے جو احمد بن یونس حدثنا ابوبکر بن عیاش کے طریق سے موجود ہے لیجئے جناب اور ثبوت ملاحظہ ہو بخاری شریف صہ ۹۵۴ ج ۲ باب الغنی غنی النفس اس باب میں بھی صرف اور صرف ایک حدیث ہے جو حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر کی سند سے مروی ہے۔

اتنی مشہور کتاب کی حدیثوں اور سندوں کا بھی مبارکپوری صاحب کو علم نہیں ؎

بلاتی ہیں موجیں کہ طوفاں میں آ تر د
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

لطیفہ

مشہور غالی قسم کے غیر مقلد عالم ابوالقاسم بنارسی صاحب لکھتے ہیں:

علاوہ بریں امام بخاری نے ان (ابوبکر بن عیاش) سے جو روایت لیا ہے وہ تین جگہ ہے اور با لتابعت ہے۔

(۱) ایک تو بمتابعت ثوری (۲) دوسرے بمتابعۃ ابن عیینہ
(۳) تیسرے بمتابعت جریر۔

پس جب امام بخاری نے ان سے بلا متابعت روایت ہی نہیں لیا تو ان کی غلطی و وہم سے کیا حرج ہو سکتا ہے (الامر المبرم ص۲۴) راقم الحروف نے مطلع الصباح ص۱۷۹ میں بخاری شریف کے اٹھارہ ۱۸ مقامات کا بمع صفحات ذکر کیا ہے جن میں ابو بکر بن عیاشؒ کی روایت موجود ہے اور اکثر مقامات میں بلا متابعت ہے۔ پس غیر مقلدین حضرات کے علماء کا بخاری شریف جیسی کتاب سے ناواقف ہونا تعجب خیز ہے ؎

بے عشق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو پڑھیں محدث
بخار اُن کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

وہم نمبر۱

مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ دیکھئے آپ (ابن عمرؓ) وضو میں پیروں کو سات سات بار دھوتے تھے کیا آپ کا یہ فعل بھی اتباعاً للسنۃ تھا (القول السدید ص۸۶) راقم الحروف کو حضرت ابن عمرؓ کا یہ عمل حدیث کی کتابوں میں نہیں مل سکا بظاہر مولانا مبارکپوری کا وہم نظر آتا ہے۔

وہم نمبر۱

تحفۃ الاحوذی ص۲۶ج۲ میں ترمذی کی اس روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وائل بن حجر کو حضر موت میں زمین کا ٹکڑا بخشا وَبَعَثَ مَعَہُ مُعَاوِیَۃَ لِیُقْطِعَہَا اِیَّاہُ (اور حضرت وائلؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کو بھیجا، تاکہ وہ ٹکڑا الگ کر کے دے) کے متعلق لکھتے ہیں۔

(معاویۃ) الظاھر ان المراد بہ ھو ابن الحکم السلمی و ابن
معاویہ سے یہاں مراد معاویہ بن الحکم السلمی اور ابن جاہمہ السلمی ہے اور بہرحال معاویہؓ

جاهمة السلی واما معاویة	بن ابی سفیانؓ اور ان کے باپ
بن ابی سفیــان	تو فتح مکہ کے دن اسلام لائے
فهو والبوه من مسلمة	پھر مؤلفۃ القلوب میں سے
الفتح ثــم من المؤلفة	ہیں پس وہ مراد لینا مناسب
قلوبهم فهو غیر ملائم۔	نہیں۔

یہاں مبارکپوری نے سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت ابوسفیانؓ کی شان پر حملہ کیا۔ افسوس امام بخاریؒ کی تاریخ کبیر کو اگر دیکھ لیا ہوتا تو ایسی غلط بات زبان پر نہ لاتے بلکہ امام بخاریؒ کی طرف منسوب کردہ رسالہ جزء رفع الیدین دیکھا لیا ہوتا تو وہاں صراحۃً موجود ہے دبعث معه معاویة بن ابی سفیان (جزء رفع الیدین مترجم ملک) یا جان بوجھ کر مبارکپوری صاحب نے ایسا کیا ہے اور اپنے بغض کا اظہار کیا ہے جیسا کہ قاضی شوکانی اور علامہ وحید الزمان صاحبان اپنے بغض صحابہؓ کا اظہار کر چکے ہیں (انا للہ وانا الیه راجعون)

دھوکہ نمبر ۱۲

ترمذی باب فی فضل الغسل یوم الجمعة۔ حدثنا محمود بن غیلان نا وکیع عن سفیان والبوجناب یحیی بن ابی حیة عن عبد اللہ بن عیسٰی۔ اس مقام پر مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں

اعلم انه قد وقع	جان لو ہمارے پاس موجود
فی النسخ الموجودة	نسخوں میں ابوجناب مرفوع
عندنا البوجناب بالرفع	واقع ہوا ہے پس ظاہر ہے
فالظاهر انه عطف علی	کہ اس کا عطف وکیع پر ہوگا

وكيع وصاصلة ان محمود بن غيلان روى هذا الحديث عن وكيع وابى جناب كليهما.

پس خلاصہ یہ نکلا کہ محمود بن غیلان نے اس حدیث کو وکیعؒ اور ابو جنابؒ دونوں سے روایت کیا ہے۔

(تحفۃ الاحوذی ص ۳۵۷ ج ۱)

علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں:

فاشتبه الامر على الشارح المباركفوري رحمه الله فغلط غلطاً غريباً زعم ان رواابو جناب) عطف على وكيع واستظهر ان محمود بن غيلان روى عن وكيع وابى جناب كليهما (الخ) وهذا غلط مدهش فان ابا جناب مات سنة ۱۴۷ وبعد ولادة محمود بن غيلان بسنين والمبارك ابا جناب

پس مشتبہ ہو گیا معاملہ شارح ترمذی مبارکپوری رحمہ اللہ پر پس عجیب وغریب قسم کی غلطی کا شکار ہوئے ہیں گمان کیا کہ ابو جناب کا عطف وکیع پر ہے اور ظاہر کیا کہ محمود بن غیلان نے وکیع اور ابو جناب دونوں سے روایت کیا ہے اور یہ غلط وحشت ناک ہے کیونکہ ابو جناب کلبی کی وفات ۱۴۷ھ میں ہوئی ہے جب کہ محمود بن غیلان کی وفات ۲۳۷ھ میں ہوئی ہے اور ابن غیلان ابو جناب کو

وانما روی عنہ بواسطۃ وکیع۔	نہیں پاسکا مرف وکیع کے واسطہ سے ابوجناب سے روایت کیا ہے۔
(شرح ترمذی صفحہ ۲۴/۲)	

نوٹ :- صحیح نسخہ وہ ہے جو علامہ احمد محمد شاکرؒ نے اپنی شرح میں تحریر کیا ہے وہ یوں ہے۔ حدثنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع حدثنا سفیان والبوجناب۔

وہم نمبر ۱۳

مولانا مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۲/۱ میں حدثنا بذالك احمد بن عبدۃ الآملی الخ میں بذالك کا اشارہ ابن مسعودؓ کی حدیث کی طرف کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

قولہ حدثنا بذالك ای بحدیث ابن مسعود الخ علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں کہ

ای بکلام عبداللہ بن المبارك واخطأ الشارح فی قولہ ای بحدیث ابن مسعود کما ھو واضح۔	ذالک کا اشارہ عبداللہ بن مبارک کے کلام کی طرف ہے اور شارح مبارکپوری نے حدیث ابن مسعود کی طرف اشارہ کرکے غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔
(شرح ترمذی صفحہ ۲۶/۲)	

وہم نمبر ۱۴

مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ حتیٰ روایت سنن ابی داؤد میں ہے۔

عن عائشة قالت	ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت
قالت ـــ ان النبی	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم نماز عیدین میں پہلی
یکبر فی العیدین	رکعت میں سات اور دوسری
فی الاولیٰ	رکعت میں پانچ تکبیریں قرأت
بسبع تکبیرات	کے شروع کرنے سے پہلے
وفی الثانیة	کہا کرتے تھے ان تکبیرات میں
بخمس قبل القراءة	رکوع میں جانے کے لیے کہی
سوی تکبیرتی الرکوع	جانے والی تکبیریں شامل نہیں

(القول السدید ص۲۲ تا ص۲۵)

مولانا مبارکپوری صاحب نے شاید نیند کی حالت میں یہ روایت ابوداؤد سے نقل کی ہے ابوداؤد میں قبل القراءة کے الفاظ سرے سے اس روایت میں موجود ہی نہیں (لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم) پھر مبارکپوری صاحب نے اس روایت کا ضعف بھی بیان نہیں کیا حقائق کو چھپانا اچھی بات نہیں ہے مولانا کی ایسی کاروائیاں بہت ہیں۔

دھوکہ نمبر ۱۵

مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

واخرج البخاری فی	اور امام بخاریؒ نے اپنی کتاب
الادب المفرد	الادب المفرد میں روایت
من روایة	کیا ہے کہ عبدالرحمن بن

رزین قال اخرج	رزین فرماتے ہیں کہ حضرت
لنا سلمۃ بن الاکوع	سلمہؓ بن الاکوع نے ہمارے لیے
کفالہ ضخمۃ کانھا کف	ہاتھ جو مثل لونٹ کی ہتیلی
بعیر فقمنا الیھا	کے تھا ان کے لیے نکالا تو
فقبلناھا۔	عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے
(تحفۃ الاحوذی ص۱۹۷ ج۴)	کھڑے ہو کر اس کو چوم لیا۔

الادب المفرد کی عبارت نقل کرنے میں یا تو مولانا کو وہم ہوا ہے اس لیے کچھ عبارت چھوڑ دی ہے یا خیانت کا ارتکاب ہے بظاہر خیانت کا ارتکاب ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ عبارت مولانا کے مسلک کے خلاف تھی غیر مقلدین حضرات کا مسلک ہے کہ بیعت اور مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے اور اس عبارت میں دو ہاتھ سے بیعت کرنے کا ذکر تھا اس لیے مولانا نے درمیان سے اس کو کاٹ دیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فاخرج یدیہ	پس حضرت سلمۃ بن الاکوع
فقال بایعت بھاتین	نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے
نبی اللہ صلی اللہ علیہ	پس فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں
وسلم فاخرج لہٗ	سے میں نے رسول اللہ
کفا ضخمۃ الخ	صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت
(الادب المفرد ص۱۴۲ ج۲)	کی ہے الخ

نوٹ: غیر مقلدین حضرات کے علماء کرام نے جو حدیث کی کتابوں میں تحریف اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے ان کو راقم الحروف نے اپنی کتاب

تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین" میں ذکر کر دیا ہے لیکن ابھی تک وہ طبع نہیں ہو سکی (لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِکَ اَمْرًا)

وہم نمبر ۴۲

مولانا مبارکپوری صاحب علامہ نیموی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت قال الحافظ ابن	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ حافظ
ابی حاتم فی کتاب	ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب
المراسیل باسنادہ	المراسیل میں اپنی سند سے بیان
کان عبد الرحمٰن	کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن مہدی اور
یعنی ابن مھدی	ہمارے اصحاب انکار کرتے
واصحابنا ینکرون ان	تھے کہ ابراہیم نے علقمہ سے سنا ہو
یکون ابراھیم سمع من	(ابن ابی حاتم کا کلام ختم ہو گیا ہے)
علقمۃ انتہٰی فکیف یکون	پس اس روایت کی سند کس طرح
اسنادہ صحیحاً (ابکار المنن ص۲۴۰)	صحیح ہو سکتی ہے۔

الجواب

مبارکپوری نے اس شاذ روایت کو تو مان لیا مگر اس کے نقصان کا خیال نہ کیا۔ حالانکہ یہ صحیح بخاری کی مرکزی سند ہے (ابراہیم عن علقمۃ) فلہٰذا بخاری کی یہ تمام حدیثیں ضعیف ثابت ہوں گی۔ جو ابراہیم عن علقمۃ کی سند سے مروی ہیں۔ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ (بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا) ابراہیم عن علقمۃ کی سند سے بطور مثال کے صحیح بخاری ص۲۲ ج۱ و ص۲۵۸ ج۱ و ص۲۵ ج۲ و ص۱۱۲ ج۲ و ص۴۲ ج۲ میں حدیثیں مروی ہیں ابراہیم علقمۃ کے خصوصی شاگرد ہیں تہذیب التہذیب ص۲۷۶ و تذکرۃ الحفاظ ص۶۹ ج۱ میں ابراہیم

کا علقمہؒ سے روایت کرنے کا ذکر موجود ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے ابن ابی حاتمؒ کے اس شاذ قول کو نظر انداز کرتے ہوئے ذکر نہیں کیا یا ہو سکتا ہے کہ کہ ابن ابی حاتمؒ کی عبارت میں جس علقمہؒ سے ابراہیمؒ کے عدم سماع کا ذکر ہے وہ علقمہؒ بن وائلؓ یا کوئی اور علقمہؒ ہو۔

مغرور نہ ہو فصل خزاں آ کے چمن میں
ایسے بھی کچھ پھول ہیں کہ مرجھا نہیں سکتے

دھوکہ نمبر ۱۷

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری تحقیق الکلام ص ۱۲۴/۲ ناشر المکتبۃ الاثریہ سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ میں فرماتے ہیں۔ "اور حافظ ابو عوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے اپنے صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے"۔ یہ بات مولانا مبارکپوری صاحب نے اس لیے بیان فرمائی ہے کہ یہ روایت ان کے مسلک کی تائید کر رہی تھی لیکن جب علامہ نیموی حنفیؒ نے صحیح مسلم کی روایت کی تائید، متابعت کے لیے صحیح ابو عوانہ سے حدیث پیش کی تو اس پر گرفت کرتے ہوئے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں۔

قلت انی لم اقف علی	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ
ترجمة سهل بن بحر	میں سہل بن بحر اور عبداللہ بن رشید
الجندیسابوری ولا علی	کے حالات سے واقف نہیں ہوں
ترجمة عبد الله بن	جو شخص اس حدیث کی صحت
رشید فمن یدعی ان هذه	یا متابعت کے قابل ہونے کا
الروایة صحیحة او صالحة	دعوی کرے تو اس پر لازم ہے
للمتابعة فعلیه ان یذکر	کہ ان دونوں کے حالات لکھے

ترجمتهما من كتب الرجال وان يعين ابا عبيدة لينظر ان هذه الرواية كيف هي صحيحة ام ضعيفة صالحة للمتابعة ام لا والعجب من النيموي انه فرح بمجرد وجدان هذه الرواية ولم ينقد سندها حتى يظهر انها صالحة للمتابعة ام لا (ابكار المنن ص۱۰۲ طبع اشرف پریس لاہور)

ان رجال کی کتابوں سے بیان کرے اور ابو عبیدہ راوی کی بھی تعیین کرے کہ یہ کون ہے تاکہ دیکھا جائے کہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف ہو کر متابعت کی صلاحیت بھی رکھتی ہے یا نہیں نیموی پر تعجب ہے کہ اس حدیث کو سند صحیح ابو عوانہ میں پا کر خوش ہونے لگ گیا ہے اور اس کی سند کو نہیں پرکھا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ حدیث تائید کے قابل بھی ہے یا نہیں۔

قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں کہ صحیح مسلم کی حدیث کی تائید کے لیے بھی صحیح ابو عوانہ کی حدیث تائید کے قابل نہیں لیکن جب مولانا مبارکپوری کی اپنی باری آتی ہے تو فرماتے ہیں۔ امام مسلم کی سند کا صحیح ہونا تو ظاہر ہے اور حافظ ابو عوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے اپنے صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے (تحقیق الکلام ص۱۲۲ ج۲) لیکن جب مولانا کے مسلک کے خلاف روایت آ جائے تو صحیح مسلم کی سند بھی خراب اور ابو عوانہ کی سند بھی خراب یہ ہے غیر مقلدین حضرات کے علماء کا احادیث نبویہ کے بارے میں نظریہ اسی نظریہ کی وجہ سے ان حضرات سے منکرین حدیث پیدا ہوئے اور منکرین ختم نبوت و رسالت پیدا ہوئے۔۔۔

؎ بہارارد گرداب جو آئی ہوئی ہے
وہ سب پود آہنی کی لگائی ہوئی ہے

نوٹ: ابوعوانہ کی مذکورہ بالا روایت کے راویوں کے متعلق توثیق وتعدیل احسن الکلام ص۲۳۵ ج۱ طبع سوم میں دیکھیں۔

وھم نمبر ۱۸

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں،

قال الحافظ جلال الدین	حافظ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ
السیوطی فی رسالتہ	المصابیح فی صلوۃ التراویح میں کہا
المصابیح فی صلوۃ التراویح	کہ ہمارے اصحاب شوافع میں سے
قال الجوزی من	الجوزی صاحب نے امام مالکؒ
اصحابنا عن مالک انہ قال	سے روایت کیا ہے کہ حضرت
الذی جمع علیہ الناس عمر	عمرؓ نے لوگوں کو گیارہ رکعت پر
بن الخطاب احب الی وھو	جمع کیا تھا اور مجھے یہی پسند ہیں۔

احدی عشرۃ رکعۃ الخ (تحفۃ الاحوذی ص۷۳ ج۲)

الجواب:-

مبارکپوری صاحب نے الجوزی سے جو روایت لی ہے پہلے تو الجوزی معلوم کرنا ہے یہ کون ہے مولانا عطاء اللہ حنیف بھی اسی خبط میں مبتلا رہے ہے کہ یہ الجوزی ہے دیکھئے حاشیہ رسالہ (المصابیح فی صلوۃ التراویح مع ترجمہ ناشر المکتبۃ السلفیہ لاہور ص۱۵) حقیقت یہ ہے کہ مبارکپوری صاحب وغیرہ ساری زندگی اسی خبط میں مبتلا رہے کہ یہ الجوزی شافعی مسلک کا کوئی عالم ہے۔ حالانکہ یہ شخص نہ تو الجوزی ہے نہ ابن الجوزی ہے بلکہ یہ اَلْجُوْزِیْ ہے چنانچہ

علامہ ناصرالدین البانی غیر مقلد نے بھی علامہ سیوطیؒ کے مذکورہ بالا رسالہ سے اَلْجُوْرِیْ ہی نقل کیا ہے دیکھئے (رسالہ نماز تراویح للالبانی ترجمہ و تخریج محمد صادق خلیل ناشر ضیاء السنۃ محلہ رحمت آباد لائلپور ص۹۶) اور مکتبہ سلفیہ لاہور سے نشر کردہ رسالہ علامہ سیوطیؒ میں بھی اَلْجُوْرِیْ ہی ہے دیکھئے ص۱۵۔ علامہ ناصرالدین البانی الجوری نسبت والے تین شخصوں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں "مجھے معلوم نہیں امام سیوطی ان تینوں راویوں میں سے کس راوی کا ارادہ رکھتے ہیں" (حاشیہ نماز تراویح ص۹۶) علامہ البانی کا تعاقب کرتے ہوئے الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری فرماتے ہیں (عربی عبارت کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ حافظ محمد حبیب اللہ) علامہ سیوطیؒ نے جس الجوری کا ذکر کیا ہے اس سے البانی کے ذکر کردہ تین شخصوں میں سے کوئی بھی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد علی بن الحسین القاضی ابوالحسن الجوری المتوفی ۳۲۳ھ ہیں جن کا ذکر طبقات الشافعیۃ الکبری سبکیؒ اور المغنی فی اسماء الرجال للذھبیؒ میں موجود ہے اور یہ روایت امام مالکؒ سے منقطع ہے کیونکہ امام مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے فلہذا یہ روایت قابل التفات نہیں اس روایت میں اور بھی کئی خرابیاں ہیں جن کو الشیخ الانصاری نے بیان کردیا ہے دیکھئے (تصحیح حدیث صلوۃ التراویح عشرین رکعۃ والرد علی الالبانی فی تضعیفہ ص۲۲ تا ص۲۳)

وھم نمبر ۱۹

مولانا مبارکپوری صاحب نے تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۱/۱ میں راوی ابوالعنبس حجر بن عنبس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی کنیت ابوالعنبس (اسماء الرجال نیز تراجم کی کتابوں میں) ثابت نہیں ابن حبانؒ کے سوا کسی نے صراحت نہیں کی کہ اس کی کنیت ابوالسکن ہے اور احتمال ہے کہ ابن حبان کے قول کی بنا پر شعبہ کو وہم

ہو اور یہیں ظاہر بھی ہے کہ یہ شعبہؒ کی غلطی ہے (آہ ملخصاً)

الجواب

اسماء الرجال و التراجم کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ حجر بن عنبس کی کنیت ابو العنبس ہے لیکن مبارکپوری صاحب نے شاید اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ راقم الحروف نے اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص۴۵ تا ص۵۸ میں اس پر مفصل بحث کی ہے اس کتاب کو ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے جو اب ختم ہونے والی ہے البتہ ایک نیا حوالہ تمہید ابن عبد البر ص۲۲۲ جلد ۵ میں ملا ہے وہ ملاحظہ فرمالیں۔

رواہ ابونعیم فضل	ابونعیم فضل بن دکینؒ نے روایت
بن دکین قال حدثنا	کیا ہے کہ ہمیں المغیرۃ بن ابی
المغیرۃ بن ابی الحر الکندی	الحر الکندیؒ نے بتایا انہوں
قال حدثنی ابو العنبس	نے کہا کہ مجھے ابو العنبس حجر بن
حجر بن عنبس الخ۔	عنبس نے بتایا۔

وہم نمبر ۲۰

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ عمر اعلم بالسنۃ من ابنہ عبداللہ (انکار المنن ص۱۷۳) حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ سے سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں لیکن جب مبارکپوری صاحب آگے چل کر اسی کتاب انکار المنن کے ص۲۴۲ میں پہنچتے ہیں تو اس بات کی تردید بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

قلتُ مُجَرَّدُ کَوْنِ	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں محض
عُمَرَ اَعْلَمُ بِالسُّنَّۃِ	حضرت عمرؓ کا اَعْلَمُ بالسنۃ
مِنَ ابْنِہٖ عبد اللّٰہ	ہونا اپنے بیٹے حضرت عبداللہ

لا یقتضی ان	بن عمرؓ سے اس بات کا متقاضی نہیں
یقدم الخ	کہ حضرت عمرؓ کی روایت کو ابن عمرؓ کی
	روایت پر مقدم کیا جائے۔

وھم نمبر ۲۱

مبارکپوری صاحب تحقیق الکلام صفحہ ۱ ج ۲ میں لکھتے ہیں" اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پہلا راوی ابومعاویہ ہے اور کتب رجال سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے الخ

الجواب

نہایت حیرت ہے کہ اتنے بڑے مشہور محدث جو صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں ان کے بارے میں بھی اگر مبارکپوری صاحب کو پتہ نہیں تو خدا معلوم ان کو اور کس چیز کا پتہ ہوگا حالانکہ یہ ابومعاویہ محمد بن خازم العنریر الکوفی ہیں اس کا شاگرد اسد بن موسیٰ بھی ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ص ۱۳۷ جلد ۹ اور یہی اسد بن موسیٰ اس روایت کا راوی ہے جس پر مبارک پوری صاحب جرح کر رہے ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب نے دھوکہ دینے کے لیے ایسی بات کہہ دی ہے ورنہ اس کو معلوم ہے کہ یہ ابومعاویہ کون ہے اور کیسا ہے چنانچہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۴۶ میں لکھتے ہیں۔ ابومعاویۃ الضریر اسمہٗ محمد بن خازم (ص ۳۶/۲۴۶) ابومعاویہ العنریر کا نام محمد بن خازم ہے۔

وھم نمبر ۲۲

ولید بن قیس فرماتے ہیں میں نے حضرت سوید بن غفلہ سے سوال کیا کہ میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت کروں تو انہوں نے فرمایا نہ کرو

اس اثر کا جواب دیتے ہوئے مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

قلت في اسناده الوليد بن قيس قال الحافظ في التقريب في ترجمته مقبول وقال النيموي في رسالة الحبل المتين كل من قال الحافظ ابن حجر فيه انه مقبول يكون حديثه بغير متابع ضعيفاً فاثر الوليد بن قيس هذا ضعيف عند النيموي فانه لم يذكر متابعاً للوليد بن قيس فالعجب انه كيف صحح اسناده من دون اثبات المتابعة۔ (ابکار المنن ص۱۸۱)

میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ اس اثر کی سند میں ولید بن قیس راوی واقع ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں مقبول اور نیموی صاحب نے اپنے رسالہ الحبل المتین میں کہا ہے کہ ہر وہ راوی جس کے متعلق ابن حجر مقبول کہیں اس کی حدیث بغیر متابع کے ضعیف ہوتی ہے پس یہ اثر بھی نیموی کے ہاں ضعیف ہے کیونکہ اس نے ولید بن قیس کا کوئی متابع ذکر نہیں کیا پس تعجب ہے کہ نیموی نے اس اثر کو بغیر اثبات متابعت کے کس طرح صحیح قرار دے دیا ہے۔

الجواب

سوید بن غفلہ کے اثر کی سند میں ولید بن قیس السکونی الکندی الکوفی ہیں جس سے جریر بن معاویہ روایت کرتا ہے باتفاق محدثین کرام ثقہ ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ص۱۴۶ جلد ۱۱ تا ص۱۴۷)

مبارکپوری نے ولید بن قیس المصری یہاں مراد لے کر اس پر مجنونانہ انداز

میں جرح کر ڈالی ہے جس کا ہماری روایت سے کوئی تعلق نہیں نیز یہ راوی بھی ثقہ ہے محدث عجلیؒ وابن حبانؒ کے ہاں دیکھئے تہذیب التہذیب صہ ۱۴۶ ج ۱۱

مولانا مبارک پوریؒ آخر ایسا کھیل کیوں کھیلتے ہیں۔ اس کھیل میں ان کو کونسی لذت محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسے کھیل کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

؂

انہیں ذلتوں کا نہیں کوئی کھٹکا
جہاں عزتیں تھیں وہاں خواریاں ہیں

وہم نمبر ۲۳

حضرت ابراہیم نخعیؒ کو امام اعمشؒ نے کہا کہ آپ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کریں تو مجھے سند سے بتائیں یعنی عبداللہ بن مسعود تک تو ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ جب میں نے ایک شخص کے واسطہ سے روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سُنی ہوتی ہے تو اس کا واسطہ بیان کرتا ہوں لیکن جب بہت سے آدمیوں کے واسطہ سے سُنی ہوتی ہے تو بغیر واسطہ کے بیان کر دیتا ہوں۔ علامہ نیمویؒ نے یہ بات طحاوی شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے اس پر مبارکپوری صاحب نے اعتراض کر دیا کہ یہ ابراہیم بن مرزوق کی سند سے ہے اور نیموی نے خود اس پر جرح کی ہے دیکھئے (ابکار المنن صہ ۲۲۰)

الجواب

طحاوی میں اگرچہ ابراہیم بن مرزوق کے واسطہ سے یہ بات کی گئی ہے مگر ابراہیم کے واسطہ کے بغیر بھی یہ روایت مذکور ہے دیکھئے سنن ترمذی صہ ۲۲۷ ج ۲

(کتاب العلل) وغیرہ خود مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۹۸ ج ۱ میں اس کی تشریح کرنے ہوئے اس کو بیان کیا ہے معلوم ہوا مبارکپوری صاحب دھوکہ دینے کو گناہ نہیں سمجھتے (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

وھم نمبر ۲۴

حضرت عبادۃ بن عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر کہیں رفع الیدین نہ کرتے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ یہ روایت مرسل ہے مگر جید اور صحیح ہے اس کی سند نصب الرایہ صفحہ ۴۰۴ میں خلافیات بیہقی کے حوالہ سے موجود ہے حافظ ابن حجرؒ نے یہاں ایک شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ اس کی سند دیکھی جائے (الدرایہ) حالانکہ اس کی سند صحیح ہے مبارکپوری صاحب نے یہاں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا: فان فیہ من لا یعرف حالہ من کتب الرجال (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۲۲)

پس اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کے حالات اسماء الرجال کی کتابوں سے معلوم نہیں ہو سکے۔

الجواب

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں دیکھئے (نور الصباح صفحہ ۸۰ تا ۸۱) خود مبارکپوری صاحب اسی قسم کی سند کے بارے میں رُواتہ ثقات (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۲۳ ج ۱ و صفحہ ۲۲۵ میں) طبرانی کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا

وھم نمبر ۲۵

حضرت مالکؓ بن الحویرث کی روایت میں رفع یدین بین السجدتین کرنے کا ذکر ہے اس کا جواب مبارکپوری صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ قلت فی اسنادہ قتادۃ وھو مدلس (ابکار المنن صفحہ ۲۰۶) میں (مبارکپوری) کہتا

ہوں کہ اس روایت کی سند میں قتادہ راوی واقع ہے جو مدلس ہے۔

الجواب

مبارکپوری صاحب نے یہاں ایک بات کو بھلا دیا ہے اور اس کو نسیاً منسیاً کر کے چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ اس مقام میں مبارکپوری صاحب کے لیے نقصان دہ تھی اور وہ یوں ہے کہ امام شعبہؒ نے فرمایا سلیمٰن الاعمشؒ۔ ابو اسحٰق السبیعیؒ اور قتادہؒ سے جو میں روایت کروں ان روایات میں تدلیس کا کوئی خطرہ نہیں۔ (کما کتبنا تحفۃ الاحوذی ص۲ و ج۲) یاد رہے قتادہ کی یہ روایت سنن نسائی ص۱۲۵ مطبوعہ مجتبائی دھلی میں شعبہ عن قتادہ کے طریق سے ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مبارکپوری صاحب غیر مقلد خواہش نفس کے غلام تھے محدثین کرامؒ کے اصولوں کے وہ پابند نہیں تھے ؎

دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

قارئین کرام! یہ چند باتیں راقم الحروف نے بطور مثال کے مبارکپوری صاحب کی ذکر کر دی ہیں مبارکپوری صاحب کی باقی باتوں کو اسی پر قیاس کر لیں۔

ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

تحفۃ الاحوذی کا مقام

مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری غیر مقلد نے ترمذی شریف کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے تحفۃ الاحوذی متاخرین کے زمانہ میں یہ شرح کچھ بسط و تفصیل سے لکھی گئی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ترمذی کا حاشیہ جو محدث مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے لکھا تھا اس کا کچھ حصہ تحفۃ الاحوذی میں بعینہ درج کر دیا گیا ہے

مثلاً سنن ترمذی صفحہ ۱۵۶/۲ مع العرف الشذی سورۃ الاحزاب میں الطلقاء پر حاشیہ نمبر ۶ کے تحت لکھا ہے الطلقاء لعنم طاء وفتح لام وبمد من اسلموا یوم الفتح ومن علیهم وخلی عنهم ۱۲ مجمع۔ یہی عبارت تحفۃ الاحوذی صفحہ ۱۴۷/۴ میں بھی بغیر حوالہ کے درج ہے اور ترمذی صفحہ ۲۲۵/۱ حاشیہ نمبر ۲ میں میس اور تور کے متعلق لکھا ہے:

حیساً هو طعام یتخذ من تمر واقط وسمن او دقیق او فتیت بدل اقط ۱۲ مجمع۔ والتور بفتح تاء وسکون واؤ اناء من صفر او حجارۃ کالاجانۃ ۱۲ نہایہ۔ تحفۃ الاحوذی صفحہ ۱۶۸/۲ میں اس عبارت کو معمولی تغیر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے بغیر حوالہ کے۔ اسی قسم کی اور کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں یہ مولانا مبارکپوری صاحب نے اچھا کیا۔ کچھ عبارتیں فتح الباری لابن حجرؒ سے کچھ نیل الاوطار سے کچھ مرقاۃ ملا علی قاری حنفی سے ذکر کرتے ہیں اور اسماء الرجال واحوال الرجال کا تذکرہ ابن حجرؒ کی تقریب وغیرہ سے کرتے ہیں جس کی بنا پر کتاب کی پوزیشن بہتر ہو گئی ہے لیکن مولانا مبارکپوری نے اپنی محنت اور زور مطالعہ سے اس کتاب میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی چنانچہ چند مقامات بطور مثال کے ناظرین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱)۔ چنانچہ ترمذی باب ماجاء فی من تزوج امرأۃ ابیہ میں امام ترمذیؒ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث ذکر کرکے فرماتے ہیں وفی الباب عن قُرۃ حدیث البراء حدیث حسن غریب (اس باب میں حضرت قُرۃؓ سے حدیث مروی ہے۔ حضرت براءؓ کی حدیث حسن غریب ہے) مبارکپوری صاحب حضرت قُرۃؓ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ینظر من اخرجہ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۸۹/۲) دیکھا جائے کہ حضرت قُرۃؓ

کی حدیث کا اخراج کس محدث نے کیا ہے۔ مبارکپوری صاحب کچھ تھوڑی سی محنت کرکے بتادیتا کہ حضرت قرۃؓ کی حدیث کس کتب میں موجود ہے یہ مبارکپوری صاحب سے محنت والا کام نہیں ہوسکا بس پکی پکائی روٹی ہوتی تو کھا لیتے۔ (ماشاء اللہ خیر سلہ) پھر آگے چل کر تحفۃ الاحوذی صفحہ ۳۲۹ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔ نقلہ مرحدیث البراء وحدیث قرۃ فی باب من تزوج امراۃ ابیہ (حضرت براءؓ اور قرۃؓ دونوں کی حدیث ترمذی باب من تزوج الخ میں گذر چکی ہے) اب اس مقام پر مبارکپوری صاحب نے تو کمال ہی کردیا ہے (واہ واہ سبحان اللہ)۔

حالانکہ حضرت قرۃؓ کی حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔

(۲) ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن میں امام ترمذیؒ وفی الباب عن عمر الخ کے تحت مختلف صحابہؓ سے حدیثوں کے مروی ہونے کا اشارہ کرتے ہیں جن میں سے حضرت عمرؓ بھی ہیں مگر مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ قولہ وفی الباب عن عمر۔ لم اقف علی حدیثہ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۰۵ ج ۲) کہ حضرت عمرؓ کی حدیث مجھے معلوم نہیں ہوسکی حالانکہ حضرت عمرؓ کی روایت آگے ترمذی صفحہ ۱۲۷ ج ۲ ابواب التفسیر میں موجود ہے۔

(۳) باب ما جاء لا یحل دم امرأ مسلم الا باحدی ثلث کے تحت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

وفی الباب عن	کہ حضرت عثمانؓ وحضرت عائشہ
عثمان وعائشۃ و	وحضرت ابن عباسؓ سے بھی
ابن عباس۔	اس باب میں حدیثیں مروی
(ترمذی صفحہ ۲۵۹ ج ۱)	ہیں۔

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ ینظر من اخرج احادیثھم (تحفۃ ص ۴۰ ج ۲) دیکھا جائے ان صحابہ کرامؓ کی حدیثیں کس محدث نے اخراج کی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے خود ترمذی میں روایت موجود ہے دیکھئے تحفۃ الاحوذی ص ۳۳ ج ۲ اور بخاری شریف ص ۱۰۲۳ ج ۲ وغیرہ کتابوں میں بھی موجود ہے اس طرح حضرت عثمانؓ وحضرت عائشہؓ سے بھی حدیث کی مشہور کتابوں میں حدیثیں مروی ہیں حضرت عثمانؓ سے خود ترمذی ص ۲۸ ج ۲ الباب النفقۃ میں حدیث مروی ہے نیز دیکھئے نسائی ص ۱۵۰ ج ۲ ابن ماجہ ص ۱۸۲ مسند احمد ص ۱ ج ۱ ابو داؤد الطیالسی ص ۱۳ سنن الکبریٰ بیہقی ص ۱۹۰ ج ۸ اور حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم ص ۵۹ ج ۲ و ص ۶۰ ج ۲ وسنن دارقطنی ص ۸۲ ج ۲ تا ص ۸۳ مصنف عبدالرزاق ص ۱۴ ج ۱ میں بھی حدیث مروی ہے مگر مبارکپوری صاحب کو کچھ بھی معلوم نہیں یہ سب محنت نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

(۴) باب ما جاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم (ترمذی ص ۲۴۸ ج ۱) : اس باب کے تحت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وفی الباب عن عبد اللہ بن عمرو وعائشۃ وابن حدیدۃ وام سلمۃؓ کر اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن حدیدۃؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے بھی حدیثیں آئی ہیں۔ مبارکپوری صاحب نے تحفۃ الاحوذی ص ۲۴۸ ج ۲ میں ابن حدیدۃؓ کی حدیث کی کوئی نشاندہی نہیں کی اور حافظ ابن حجرؒ کی تلخیص الحبیر (ص ۱۸۹ ج ۴) کے حوالہ سے لکھتے ہیں :

قال الحافظ فی	کہ حافظ صاحبؒ نے تلخیص الحبیر
التلخیص مخرجا	میں اس باب کی حدیثوں کو بیان کرتے
احادیث الباب اما	ہوئے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ
حدیث عائشۃ و	ام سلمہؓ کی حدیثوں کے بارے میں

ام سلمۃ فینظر من   دیکھا جائے کہ اس کی تخریج کس محدث

اخرجہما۔   نے کی ہے۔

مبارکپوری صاحب اور حافظ صاحبؒ دونوں کہتے ہیں ان حضرات کی حدیث کا علم نہیں کہ حدیث کی کس کتاب میں ہیں اس کی تحقیق خواجہ محمد قاسم صاحب کے ذمہ لگاتے ہیں اگر تحقیق نہ ہو سکے تو پھر حق بات کا اعلان کرتے ہوئے خواجہ صاحب ایک اشتہار یا رسالہ مرتب کریں کہ "ترمذی عوام کی عدالت میں" بہرحال ان باتوں سے ثابت ہوا کہ مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی لکھ کر کوئی خاص محنت اور تحقیق کا مظاہرہ نہیں کیا۔ الغرض جتنی محنت بھی ان سے ہو سکی ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے (آمین)

مولانا محمد جوناگڑھی

مولانا جوناگڑھی مشہور غالی قسم کے غیر مقلد ہیں مولانا موصوف نے بہت سے رسائل لکھے ہیں بعض رسائل راقم الحروف کی نظر سے بھی گذرے ہیں مولانا موصوف ائمہ اربعہ کے مقلدین خصوصاً احناف حضرات کو مشرک اور کافر کہتے تھے چنانچہ مولانا موصوف سراج محمدی ص۲۶ میں ایک سوال و جواب کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

سوال نمبر۴

کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہو کر مرا ہو وہ یہ دعا نہ پڑھے۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔

جواب نمبر۴

مشرکوں کے لیے دعا مغفرت ناجائز ہے قرآن فرماتا ہے ؛

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ   یعنی نبی کو اور مومنوں کو لائق نہیں

اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْٓا اُولِیْ قُرْبٰی۔	مشرک قرابتداروں کے لیے بھی دعا مغفرت نہ مانگنی چاہیئے۔
(التوبہ آیت ۱۱۳)	آمرلغفہم۔

مولانا موصوف فقہ حنفیہ اور امام اعظمؒ کے سخت ترین اعداء میں سے تھے ایک دفعہ مولانا موصوف پر فقہ کی توہین کرنے پر کلکتہ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا چنانچہ اخبار محمدی میں ہے اور مجسٹریٹ کی طرف سے درخواست کی گئی کہ دو حرف لکھ دو کہ میں آئندہ ایسی کوئی کتاب نہ لکھوں گا جس میں فقہ کی تردید ہو ہماری جماعت کے لوگ بھی اصرار کر رہے تھے اس درخواست کو منظور کر لو تبلیغ (رکے) اور بھی بہت سے صیغے ہیں مگر شیر اسلام نے کہا کہ جب تک زندہ ہوں قرآن و حدیث سے گرد و غبار دور کرتا رہوں گا۔ (اخبار محمدی دہلی ص۱۲ ۱۵ مئی ۱۹۳۸ء) اور خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد جلد ۱۳ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ترجمہ نقل کیا ہے لیکن تعریف میں باتیں تھوڑی ہیں۔ مذمت میں زیادہ ہیں اور ان ضعیف و جھوٹی روایتوں کو جو امام اعظمؒ کے مرتبہ و شان کے خلاف ہیں بغیر جرح و قدح کے نقل کر دیا ہے اور اپنے بغض و تعصب کا کھلا کھلم اظہار کیا ہے مولانا جونا گڑھی غیر مقلد نے خطیب بغدادیؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اس تاریخ بغداد کے جلد ۱۳ میں سے کا کچھ حصہ اردو میں ترجمہ کر کے امام اعظمؒ کو بدنام کرنے کی زبردست کوشش کر کے اپنے بغض و حسد کا کھلا کھلم مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ "اگر جناب تفصیل و بسط و تفصیل سے دیکھنا چاہیں تو تاریخ خطیب بغدادی کا حصہ جس کا میں نے ترجمہ کیا ہے بنام امام محمدی ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت الامام کی پوری سوانح کے ساتھ ہی اس قسم کی کل باتیں ہیں (سراج محمدی ص۹) مولانا موصوف نے بھی اسی سے بھی لکھا ذریعہ

دکرکے تھے ملاحظہ ہو۔

غلط بیانی نمبر ۱: مولانا موصوف لکھتے ہیں:۔ب ایک حدیث بھی سن لیجئے۔
حضرت محمد بن حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ	یعنی میں نے خواب میں حضورؐ کی
علیہ وسلم فی الْمَنَامِ فَقُلْتُ	زیارت کی اور آپ سے پوچھا
یا رسول اللہ۔ ما تقول	کہ کیا میں امام ابوحنیفہ کے مسائل اور
فی النظر فی کلام ابی حنیفۃ	ان کے ساتھیوں کے مسائل کو دیکھوں
واصحابہم أَنْظُرُ فیہا وَأَعْمَلُ	اور ان پر عمل کروں آپ نے فرمایا
عَلَیْہَا قال لَا لَا لَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ	نہیں نہیں نہیں تین مرتبہ انکار فرمایا
قلت فما تقول فی النظر فی	میں نے پھر پوچھا کہ اچھا آپ کی اور
حدیثک وحدیث اصحابک	صحابہ کی حدیثوں کو دیکھوں اور ان
أَنْظُرُ فیہا وَأَعْمَلُ علیہا قال	پر عمل کروں تو آپ نے فرمایا ہاں
نعم نعم نعم ثلث مرات الخ	ہاں ہاں (تین مرتبہ)

(مجزہ تاریخ خطیب بغدادی ص۱۲۴)

سراج محمدی ص۲۷ آخری عبارت بین القوسین جو درج ہے یہ عربی عبارت کا ترجمہ ہے جسے مولانا موصوف نے خرابی حافظہ کی بناء پر چھوڑ دیا تھا۔

الجواب

یہ شخص مذکور کے خواب کا واقعہ ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے خط کشیدہ الفاظ کی طرف نظر کرکے دوبارہ غور سے پڑھ لیں خواب کو حدیث کہنا یہ مولانا موصوف کا خالص افتراء اور کذب بیانی ہے اور پھر محمد بن حماد نہ صحابی ہے نہ تابعی ہے پھر اس کا ترجمہ اور تعارف بھی مولانا جونا گڑھی نے نہیں کرایا کہ

یہ شخص مذکور کون اور کیسا ہے اور دراس سے نیچے کی سند کے راویوں کی توثیق و تعدیل نقل کی ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

ــہ خود غلط املاء غلط انشاء غلط
دیکھئے ہوتا ہے اب کیا کیا غلط

غلط بیانی نمبر۲: مولانا موصوف لکھتے ہیں دسویں گیارھویں، بارھویں، تیرھویں تک قربانی کرسکتا ہے (موطا امام مالک و دارقطنی) مسائل قربانی تحفہ محمدی ص۵ مطبوعہ دھلی و نشر شدہ از کتب خانہ محمدی اوکاڑہ مغربی پاکستان۔

الجواب

موطا امام مالک ص۲۹۷ میں ہے۔

مالکؒ عن نافع ان عبد اللہ	کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے
بن عمر رضی اللہ عنہ	ہیں کہ قربانی دو دن ہے
قال الاضحٰی یومان	قربانی کے دن کے بعد (یعنی دسویں
بعد یوم الاضحٰی مالکؒ	گیارہ بارہ ذوالحجہ تک ہے) امام
انہ بلغہ عن علی رض	مالکؒ فرماتے ہیں کہ اُن کو حضرت
بن ابی طالب	علیؓ سے بھی اسی قسم کی روایت
مثل ذالک۔	پہنچی ہے (یعنی قربانی ۱۲ ذوالحجہ تک ہے)

اب قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا جوناگڑھی غلط بیانی میں کتنے بے باک ہیں۔

غلط بیانی نمبر۳: مولانا موصوف لکھتے ہیں اور سنیئے آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر اپنے بال ناخن

وغیرہ نہ لے نماز عید پڑھ کر لے تو اسے باری تعالیٰ ارحم الراحمین قربانی کا پورا ثواب عنایت فرمائے گا (ابوداؤد) (تحفہ محمدی صہ)

الجواب

یہ سفید جھوٹ ہے چنانچہ ابوداؤد صفحہ ۲۹/۲ مطبوعہ مجتبائی میں ہے کہ بال و ناخن لے (الحدیث)

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

غلط بیانی نمبر۴ : مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ہدایہ کتاب الذبائح صہ ۴۲۲ میں ہے :

ومن نحر ناقۃ او ذبح بقرۃ فوجد فی بَطْنِهَا جنینا مَيِّتًا لم یوکل أشعر أو لم یشعر۔ یعنی جس نے اونٹنی کو ذبح کیا، گائے کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اسے نہ کھایا جائے خواہ ذبح کرنے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو (شمع محمدی صہ ۲۹ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)۔

الجواب

خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ جاہلانہ ہے جس کی بناء پر یہ صاحب ہدایہ پر جھوٹ ہے حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "بال اُگ آئے ہوں یا نہ" مگر جونا گڑھی نے اپنی جہالت کی بناء پر یہ غلط ترجمہ کر دیا ہے (اِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ) یہ لوگ ہدایہ کا ترجمہ تک نہیں جانتے مگر جھوٹے الزامات و بہتانات لگاتے ہوئے ذرہ بھی عار محسوس نہیں کرتے

آدمیت اور شئی ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

غلط بیانی نمبر ۵ : مولانا موصوف لکھتے ہیں (۹۱) يَنْظُرُ الرَّجُلُ مِنْ ذَوَاتِ مَحَارِمِهٖ إِلَى الْوَجْهِ وَالرَّأْسِ وَالصَّدْرِ وَالسَّاقَيْنِ وَالْعَضُدَيْنِ (ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص۴۲۵ فصل فی الوطی والنظر) یعنی آدمی اپنی ذی محرم تھتہ دار عورت کے چہرہ اور سر اور سینے اور رانوں اور بازوں کو دیکھ سکتا ہے۔

(ہدایہ پر ایک نظر المعروف بہ ہدایت محمدی ص۱۵ جید برقی پریس دہلی!)

الجواب

ساقین کا معنی پنڈلیوں کا ہے نہ کہ رانوں کا۔ کتنا بڑا جھوٹ بول دیا ہے یا جہالت کے کرشمے ہیں حالانکہ اس کے آگے عبارت میں (صراحت موجود) ہے وَلَا يَنْظُرُ إِلَى ظَهْرِهَا وَبَطْنِهَا وَفَخِذِهَا (ترجمہ) اور نہ دیکھے اس کی پشت اور پیٹ اور ران کی طرف۔

اب یہ جاہل فقہ حنفی پر اعتراض کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے امام اور راہنما ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ فوا اسفاً۔

؎ لباس خضر میں ہزاروں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

غلط بیانی نمبر ۶ : مولانا موصوف لکھتے ہیں (۹۲) ...... یعنی ان عورتوں کے ان اعضاء کو جن کا ذکر اوپر گذرا چھو بھی سکتا ہے (ہدایت محمدی ص۱۵)

تو مولانا موصوف کے نزدیک ساقین کا معنی رانیں تھا لہذا رانوں کو وہ چھو بھی سکتا ہے۔ حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے کیونکہ رانوں کو دیکھنا اور چھونا منع ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

ایک زبردست جھوٹ

مولانا موصوف شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی صفحہ ۳ سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ ان کے الفاظ میں یوں ہے۔ یعنی صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اُن نوجوانوں کو دیکھتے جو طلب حدیث کے لیے آتے تو آپ انہیں فرماتے کہ مرحبا ہو تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وصیت فرما گئے ہیں کہ ہم تمہارے لیے اپنی مجلسوں میں کشادگی کریں تمہیں حدیث سمجھائیں اس لیے کہ تم ہمارے جانشین ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہلحدیث ہو۔ یہ حدیث صاف ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے تئیں اہلحدیث کہتے تھے اور اپنے بعد والوں کو بھی یہی لقب دے کر گئے۔

(تذکرہ محمدی صفحہ ۶ وسراج محمدی صفحہ ۲۶)

الجواب

یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے اور غیر مقلدین حضرات اپنا نام اہلحدیث اسی جھوٹی و من گھڑت روایت سے ثابت کرتے ہیں ورنہ کسی اور حدیث سے اہلحدیث نام ثابت نہیں۔ اس کی سند میں حضرت ابوسعید الخدریؓ کا شاگرد ابو ہارون العبدی واقع ہے مولانا مبارکپوری صاحب ایک روایت کے جواب میں فرماتے ہیں "سو واضح ہو کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو ہارون عبدی واقع ہے کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے (تحقیق الکلام صفحہ ۲۶/۲)

نیز مولانا موصوف ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "ابوسعید خدریؓ کی اس حدیث کا مدار ابو ہارون العبدی پر ہے اور یہ ابو ہارون بہت ہی بڑا کذاب اور مفتری ہے ابوسعید خدری سے ایسی روایتیں روایت کرتا ہے

جو ان سے مروی نہیں بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ ابو ھارون فرعون سے زیادہ جھوٹا تھا شعبہ فرماتے ہیں کہ میری گردن اُڑا دی جائے تو مجھے یہ پسند ہے مگر ابو ھارون سے حدیث روایت کرنا پسند نہیں (تحقیق الکلام ج۲ ص۱۹۲ تا ص۱۹۳) مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں۔ متروك ومنهم من كذبه شيعي (تحفة الاحوذي ج۲ ص۲۷) ابو ھارون متروک الحدیث ہے اور بعض محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے اور یہ راوی شیعہ بھی ہے۔

(۲) پھر اس ابو ھارون کا شاگرد محمد بن ذکران الازدی ہے گرچہ بعض نے ثقہ قرار دیا ہے مگر جمہور محدثین اسے ضعیف قرار دیتے دیکھئے تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۵۶ اس لیے حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے ضعیف (تقریب ص۲۹۷)

(۳) محمد بن ذکوان کا شاگرد یحییٰ بن المتوکل الباھلی ہے امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں لا اعرفه (میں اس کو نہیں پہچانتا) ابن حبانؒ نے ضعفہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے وکان یخطئ (کہ یہ راوی خطاء کا ارتکاب کرتا تھا) تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۲۷۲۔ حافظ صاحبؒ کا فیصلہ یہ ہے صدوق یخطئ (تقریب ص۳۷۹) کہ سچا ہے خطاء کرتا ہے سند کے بعض دوسرے راوی قابل تحقیق ہیں۔

یہ ہے غیر مقلدین حضرات کی دیانتداری کہ جھوٹی و من گھڑت روایت کو بیان کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ و افتراء باندھتے رہتے ہیں (العیاذ باللہ) حالانکہ متواتر حدیث میں ہے کہ جو شخص میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کرلے۔

نوٹ: مولانا جوناگڑھی نے تفسیر ابن کثیرؒ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کا نام تفسیر محمدی ہے پہلے ہندوستان میں طبع ہوا تھا بعد میں نور محمد نے

اصح المطابع کراچی پاکستان سے اس کو شائع کیا اور تفسیر ابن کثیر اردو جو اکثر لوگوں کے پاس ہے مولانا جوناگڑھی غیر مقلد کا ترجمہ کیا ہوا ہے البتہ مترجم کا نام ظاہر نہیں کیا گیا جو بہت بڑا دھوکا اور خیانت ہے البتہ لاہور سے اب طبع ہوئی ہے اس میں اندرون سرورق ابو محمد جوناگڑھی لکھا گیا ہے جو کہ محمد جوناگڑھی ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ مولانا انظر شاہ کے حاشیہ اور نظر ثانی کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ یہ اور نقصان دہ ہے مولانا انظر شاہ کا حاشیہ معمولی اور بے جان ہے اور نظر ثانی میں انہوں نے ترجمہ کی کوئی خیانت یا غلطی پر کوئی گرفت نہیں کی حالانکہ اس ترجمہ ابن کثیر میں بہت سی خیانتیں موجود ہیں حدیث کی سندیں کاٹ دی گئی ہیں جو حدیثیں مترجم کے نظریہ کے خلاف تھیں اور ان کے آخر میں ابن کثیرؒ نے صحیح کہا تھا وہ صحیح کے الفاظ اڑا دیئے گئے ہیں اور ان کا ترجمہ نہیں کیا گیا اور خود مترجم نے اپنی طرف سے بعض عبارتیں گھسیڑ دی ہیں اور اپنا مسلک بیان کرکے دھوکہ دینے کی زبردست کوشش کی ہے اس لیے یہ چند حروف لکھ کر راقم الحروف اپنے حنفی بھائیوں کو خبردار کرنا چاہتا ہے اور ارادہ ہے کہ اس تفسیر کے اردو ترجمہ میں جو خیانتیں واقع ہیں ان کے لیے ایک الگ رسالہ شائع کیا جائے اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے آمین !

قارئین کرام! یہ چند باتیں راقم الحروف نے صرف اس لیے ذکر کی ہیں کہ غیر مقلدین کے دجل و فریب سے سادہ لوح مسلمانوں کو بچایا جائے اور بتایا جائے کہ اوہام و اغلاط کا واقع ہونا محدثین کرامؒ سے یا خود غیر مقلدین کے علماء سے بھی ظاہر ہوتا ہے اگر یہ حضرات قابل اعتماد ہیں اور ان کی کتابیں بھی قابل اعتماد ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ صرف صاحب ہدایہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر ناقابل اعتبار جھوٹے کا تاثر دیا جائے۔

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

خواجہ صاحب کا ایک بہتان عظیم

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ حدیثیں نہ ہوئیں چھوارے اور منقے ہو گئے جن کی شراب بنا کر ان کے نزدیک پینا جائز ہے (ہدایہ صفحہ ۴۹۶ ج ۴) ہدایہ علوم کی عدالت میں ص ۸ ۔

الجواب

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کے دل سے خدا کا خوف نکل چکا ہے ورنہ وہ اتنا بڑا بہتان لگانے کے لیے تیار نہ ہوتے عربی زبان میں خَمْرٌ کا لفظ آتا ہے جس کا معنی ہماری زبان میں شراب کیا جاتا ہے یہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور عربی زبان میں ایک لفظ شراب کا آتا ہے اس کا معنی ہماری زبان میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو پینے کے قابل ہو۔ اور عربی زبان میں ایک لفظ نبیذ کا آتا ہے جس کا معنی ہماری زبان میں شیرہ کیا جاتا ہے جیسے شیرۂ انگور، شیرۂ کھجور وغیرہ ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب واضح طور پر ان میں نشہ پیدا ہو جائے تو یہ خمر (شراب) کے حکم میں ہو جائے گا ورنہ نہیں کیونکہ نبیذ کا استعمال کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا نبیذ کا معنی شراب کر کے دھوکہ دینا اور بہتان لگانا اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

خواجہ صاحب کا ایک اور الزام

خواجہ صاحب لکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ فقہی کتابوں کے مصنفین استی سلال "

شراب کے نشہ میں یہ سب کچھ لکھ گئے ہیں، شراب نے کی مزدرت نہیں انہوں نے قوت حاصل کرنے کے لیے یہ شوق فرمایا ہوگا۔ (رہبر صفحہ ۲۲ ج ۲)

الجواب

خواجہ صاحب کو الزام لگانے اور چغل خوری کرنے کی بُری عادت پڑ چکی ہے ورنہ وہ اگر صحیح بخاری صفحہ ۸۳۸ ج ۲ و صفحہ ۸۲۶ ج ۲ میں حضرت عمرؓ ابو عبیدہؓ بن الجراح معاذؓ براء بن عازبؓ ابو جحیفہؓ ابو الدرداءؓ کا عمل دفرمان دیکھا ہوتا تو فقہ حنفی پہ ہرگز الزام لگانے کی جرأت نہ کرتے۔

گھائل تیری نظر کا ہو ع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ نہیں ہے

خواجہ صاحب نے چونکہ اپنے اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۲۹ میں اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اس لیے اس مسئلہ کی مزید وضاحت وہاں کر دی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

خواجہ صاحب کا ایک اور بہت بڑا بہتان

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ انواع واقسام کے جھوٹ۔ یاد رہے صرف بے سروپا حدیثیں ہی بیان نہیں کی گئیں۔ اقوال بھی بے سروپا ہیں۔ فقہ حنفی کی تمام کتابیں امام ابو حنیفہؒ کے سینکڑوں برس بعد لکھی گئیں۔ ان میں بزرگوں کے اقوال بانیٔ مذہب کی طرف منسوب ہیں مگر حرام ہے جو کسی ایک قول کی سند بھی ملتی ہو۔ (بدایہ عوام کی عدالت میں صفحہ ۹)

الجواب

خواجہ صاحب شراب تعصب کے نشہ میں یہ باتیں لکھ رہے ہیں جن کا حقیقہ

سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں کی تصنیف امام اعظمؒ کے دور میں شروع ہوگئی تھی۔ امام محمدؒ جو امام اعظمؒ کے خصوصی شاگرد ہیں انہوں نے مختلف کتابوں میں فقہ حنفی کا ذکر کیا ہے اور اس کے مسائل کو با دلائل بیان کیا ہے مثلاً کتاب الاصل (جس کو المبسوط بھی کہا جاتا ہے) جو اب پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے الجامع الکبیر یا الجامع الصغیر صاحب ہدایہ بھی ان کتابوں سے روایت لیکر شرح کرتا ہے اور یہ تینوں کتابیں امام محمدؒ کی ہیں جو براہ راست امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ البتہ الجامع الصغیر میں وہ بسند امام ابو یوسفؒ امام اعظمؒ سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح امام محمدؒ کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ میں بھی فقہ حنفی یعنی امام اعظمؒ کے اقوال بیان کرتے ہیں یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہوگئی ہے۔ موطا محمد اور کتاب الآثار لمحمدؒ میں بھی فقہ حنفی کے مسائل موجود ہیں اسی طرح السیر الکبیر اور السیر الصغیر میں بھی فقہ حنفی موجود ہے السیر الکبیر بھی راقم الحروف نے دیکھی ہے البتہ مطالعہ کا وقت نہیں مل سکا یہ چاروں کتابیں بھی امام محمدؒ کی ہیں۔ کتاب الآثار لابی یوسفؒ و کتاب الخراج لابی یوسفؒ میں بھی فقہ حنفی موجود ہے۔ یہ امام ابو یوسفؒ کی کتابیں ہیں جو براہ راست بلا واسطہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ کتاب الامالی لابی یوسفؒ و کتاب النوادر لمحمدؒ میں بھی فقہ حنفی موجود ہے یہ دونوں کتابیں بھی امام اعظمؒ کے خصوصی شاگردوں کی ہیں جس میں وہ امام اعظمؒ کے اقوال و مسائل نقل کرتے ہیں اس کے علاوہ بھی سند کے ساتھ امام اعظمؒ سے مسائل نقل کئے گئے ہیں لہٰذا فقہ حنفی کو بے سند کہنا بہتان عظیم ہے۔ اس طرح امام اعظمؒ کے سینکڑوں برس بعد فقہ حنفی کے لکھے جانے کا دعویٰ کرنا یہ بھی افتراء عظیم ہے ہماری اس تحریر کے بعد کوئی بھی عقل مند اور انصاف پسند آدمی فقہ حنفی کو بے سند نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بعض اقوال کے بے سند ہونے سے فقہ حنفی پر اثر نہیں پڑ سکتا

جس طرح کہ بعض حدیثوں کے بے سند ہونے سے حدیث نبوی پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ باقی رہا خواجہ صاحب کا یہ فرمان کہ فقہ کی کتابوں میں بے سرو پا حدیثیں بیان کی گئی ہیں تو یہ بھی خواجہ صاحب کا دعویٰ صحیح نہیں اس لیے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کی کتابیں ہیں اگر حدیث کی کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں تو یہ اعتراض دراصل حدیث کی کتابوں پر ہوگا جیسا کہ خواجہ صاحب کے بھائی غیر مقلدین منکرین حدیث کرتے رہتے ہیں فلہذا فقہ کو براہ راست نشانہ بنانا درست نہیں۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھیے گا ذرا دیکھ بھال کر

خواجہ صاحب

لکھتے ہیں جھوٹی بات کسی کی طرف بھی منسوب ہو گناہ ہے لیکن پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو جہنم جانے کا سرٹیفکیٹ ہے (بدایہ عوام کی عدالت میں ص ۸)

الجواب

دوسروں پر فتویٰ بعد میں لگانا پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لو کہ ان میں کتنے جھوٹ و افترادات ہیں پھر اپنے استاد محترم کی کتابوں پر بھی نظر ڈال لو اس میں کیا کچھ لکھا گیا ہے پھر اپنے دیگر اکابر کی کتابوں کو دیکھ کر پہلے تو لو پھر بولو۔ خواجہ صاحب کی کچھ غلط بیانیوں کا ذکر مقدمہ میں کرتب کے عنوان کے تحت گذر چکا ہے اور کچھ کتاب میں خواجہ صاحب کی کارستانیوں کا ذکر ہو چکا ہے مزید خواجہ صاحب کی کارستانیاں ملاحظہ ہوں۔

کارستانی ۱

خواجہ صاحب مسئلہ سماع موتیٰ میں دو حوالے شرح عقائد سے پیش کرتے ہیں دیکھیے مسئلہ سماع موتیٰ مع تبلیغی رپورٹ فروری و مارچ ۱۹۸۴ء ص ۲۰ و ص ۲۱ حالانکہ

یہ دونوں حوالے شرح عقائد میں قطعاً موجود نہیں ہیں خواجہ صاحب جھوٹی نسبت کیوں کرتے ہیں۔

کارستانی نمبر ۲

خواجہ صاحب مسئلہ سماع موتی ص۲۳ میں فتاوی غرائب سے امام اعظم کا نظریہ عدم سماع موتی نقل کرتے ہیں۔ لیکن کراچی کا عثمانی مذہب ص۶۰ تا ص۶۱ میں اس کے برعکس یوں تحریر فرماتے ہیں میں پوچھتا ہوں جس غرائب کا انہوں (ڈاکٹر عثمانی) نے حوالہ دیا ہے وہ کتاب خود انہوں نے یا ان کے پیرو کاروں میں سے کسی نے آج تک دیکھی بھی ہے یا میری طرح صرف اس کا نام ہی سن رکھا ہے۔ اگر دیکھی ہے تو کیا اس کی سند پر غور کیا ہے صرف اس ایک فقرے کی بنا پر امام صاحب کی مدح میں رطب اللسان ہونے سے پہلے ان کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مصنف غرائب سے لے کر امام صاحب تک اس قول کے پورے سلسلہ سند کو بیان کرتے بلکہ یہ بھی بتلاتے کہ اس کتاب کا مصنف کون اور کس مسلک سے وابستہ تھا الخ۔ خواجہ صاحب کے تلون مزاجی کی یہ بدترین مثال ہے جب ہمارے شیخ مکرم حضرت صفدر صاحب دامت برکاتہم کی تردید کر رہے تھے تو فتاوی غرائب کا یہ حوالہ خود پیش کیا لیکن جب عثمانی صاحب نے پیش کیا تو اب اس کی تردید کرتے ہوئے فتاوی غرائب اور اس کے مؤلف پر بارش کی طرح برس پڑے۔ (العیاذ باللہ)

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو
دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

کارستانی نمبر ۳

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: میت سے سماع ممکن نہیں (مسئلہ سماع موتی ص۲۵) لیکن خواجہ صاحب کراچی کا عثمانی مذہب کے ص۶۲ میں لکھتے ہیں نیز فرمایا:

ان تدعوهم لا يسمعوا دعاءكم ولو سمعوا ما استجابوا لكم (فاطر ۲)

اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر سن لیں تو قبول نہیں کر سکتے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردوں کا سن لینا محال نہیں دعا کا قبول کرنا محال ہے جب کہ خواجہ صاحب مسئلہ سماع موتی ص۲۹ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں بفرض محال کسی طرح ان تک ہماری آواز پہنچ جائے لیکن وہ کچھ کر سکیں تو فائدہ۔ خواجہ صاحب اپنے تلون مزاجی کی وجہ سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔

دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

کارستانی نمبر۴

خواجہ صاحب لکھتے ہیں جہاں تک قبر میں فرشتوں کے آنے روح کو لوٹانے میت کو بٹھانے سوال وجواب کرنے قبر کشادہ یا تنگ کرنے یا عذاب وثواب کا تعلق ہے تو گذارش ہے کہ یہاں قبر سے مراد یہ مٹی کی قبر نہیں الخ (مسئلہ سماع موتی ص۲۵) اگر ثواب وعذاب کا ادراک عین اس وجود کو ہونا ہو تو روح کا تعلق اس سے قائم کرنے کے لیے اس کو سلامت رکھنا چاہیے تھا (ص۲۶ ایضاً) خواجہ صاحب نے یہاں عذاب وثواب قبر کا کھلا کھلا انکار کیا ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور علماء اسلام نے اس کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

خواجہ صاحب لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے کہ آپ کا خچر بدکا (مسلم) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبر والوں کے چیخ کا درد

ضرور سکر ہوتا ہے مگر عثمانی صاحب اسے معجزہ کہہ کر ٹال گئے (عذاب برزخ ص۱) میں نہیں سمجھ سکا نجر کا بدکنا حضور کا معجزہ کیسے بن گیا (کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۲) نیز لکھتے ہیں آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے فرمایا انہیں عذاب ہو رہا ہے آپ نے ایک شاخ لی اسے دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا ان دونوں پر گاڑ دیا اور فرمایا ان کے خشک ہونے تک شاید ان کے عذاب میں تخفیف رہے (بخاری ص۱۸۲)

اس سے معلوم ہوا حضور نے مٹی کی قبروں سے عذاب محسوس فرمایا اور تخفیف کے لیے مٹی کی قبروں پر ہی شاخیں گاڑیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا آپ نے فرمایا اسے زمین قبول نہیں کرے گی چنانچہ حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں ہم نے اس کی لاش باہر پڑی دیکھی وجہ پوچھی تو بتلایا گیا کہ اسے بار بار دفن کیا گیا لیکن زمین نے اسے قبول نہیں کیا (صحیحین)

معلوم ہوا زمین کو جزا و سزا میں کچھ دخل ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۰)

نیز خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک رات جبریل آپ کے پاس پیغام لائے کہ اللہ پاک کا حکم ہے کہ اہل بقیع کے پاس جا کر ان کے لیے استغفار کرو (مسلم) میں پوچھتا ہوں قبرستان میں کچھ نہیں ہوتا تو وہاں جا کر دعا و استغفار کا کیا مطلب ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۱)

کارستانی نمبر ۵

خواجہ صاحب حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کسی انسان کسی شناسا کی قبر پر سلام کہے تو جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے۔ اس میں بھی حمید بن زیاد ہے (رسالہ سماع موتی ص۲۸)

الجواب

اس حدیث کی سند میں حمید بن زیاد نہیں ہے یہ خواجہ صاحب کی غلط بیانی ہے

شاید وہ اس کو جھوٹ نہ سمجھیں۔

کارستانی نمبر ۶

خواجہ صاحب نے ملا علی قاری حنفیؒ کا فرمان عمدۃ القاری ص۱۵۸ ج ۸ سے نقل کیا ہے (مسئلہ سماع موتی ص۱۲) یاد رہے کہ عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے جب کہ اس زمانہ میں ملا علی قاریؒ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کیونکہ ملا علی قاریؒ کی وفات ۱۰۱۴ھ میں ہوئی ہے تو ان کا فرمان پیدا ہونے سے پہلے کس طرح عمدۃ القاری میں درج ہو گیا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

ـــہ چہ خوش گفت سعدی درزرادی
کنی مانند طفلاں خاکبازی!

کارستانی نمبر ۷

خواجہ صاحب نے حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے متعلق لکھا ہے اس کی سند میں حسین بن قتیبہ خزاعی کو ذہبی نے ہالک اور دار قطنی نے متروک ابو حاتم نے ضعیف، ازدی نے واہی اور عقیلی نے کثیر الوہم کہا ہے۔
میزان الاعتدال ج ص۲۴۶ (تصوف کی حقیقت اور مسئلہ سماع موتی مع تبلیغی رپورٹ فوزی و داعی ص۸۰ طبع ۱۹۹۶ء)

الجواب

خواجہ صاحب نے اپنے استاذ محترم کی طرح تلبیس کا مظاہرہ کیا ہے اور صحیح سند جس پر حدیث کا دار و مدار ہے اس کا ذکر تک نہیں کیا پھر مجروح راوی کا نام حسن بن قتیبہ ہے مگر خواجہ صاحب نے حسین بن قتیبہ بنا دیا ہے۔

لطیفہ: خواجہ صاحب نے اس راوی پر امام اوزاعیؒ سے بھی جرح نقل کی ہے حالانکہ امام اوزاعیؒ اس راوی کے پیدا ہونے سے بھی پہلے فوت ہو

چکے تھے۔

ے یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دل اور دے ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

خواجہ صاحب کی کارستانیاں اور بھی بہت ہیں انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور مجلس میں ذکر کر دی جائیں گی۔

محمدی قبرستان

خواجہ صاحب لکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ معاف کرے شاید یہ قدرت کی ناراضگی ہی کا سبب تھا کہ صاحب ہدایہ کو سمرقند کے محمدی قبرستان (تربۃ المحمدیین) میں دفن ہونے کی اجازت نہ مل سکی (مقدمہ ہدایہ ج ۱/۲) (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص ۹)

الجواب

خواجہ صاحب خیانت کرنا اور دھوکہ دینا حرام ہے صاحب ہدایہ کو وہاں دفن ہونے کی اجازت اس وجہ سے نہ مل سکی کہ وہاں تقریباً چار سو افراد دفن تھے اور سب کا نام محمد تھا جس کا نام محمد نہ ہوتا تھا وہاں دفن نہ کرنے دیتے تھے اور صاحب ہدایہ کا نام محمد نہیں بلکہ علی ہے اس لئے اس قبرستان کے قریب صاحب ہدایہ کو دفن کیا گیا اور اس قبرستان کا نام محمدی قبرستان نہ تھا جیسا کہ خواجہ صاحب نے عنوان باندھ کر دھوکہ دیا ہے بلکہ اس قبرستان کا نام تربۃ المحمدیین تھا یعنی محمدیوں کا قبرستان دیکھو کتنا فرق ہے۔

ے ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

اب صاحب ہدایہ کے متعلق جو الزامات خواجہ صاحب نے حدیثوں کے سلسلہ میں لگائے ہیں کہ ایسی حدیثیں کتب حدیث میں نہیں پائی جاتیں جو صاحب ہدایہ نے

نقل کی ہیں ان کا جواب نقل کیا جاتا ہے پورا جواب تو دوسرے حصہ میں کئے گا دوسرا حصہ اس جواب کے لیے وقف ہے البتہ اس حصہ اول کے آخر میں دس الزامات کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ خواجہ صاحب کے الزامات بے بنیاد ہیں۔

الزام نمبر ۱:

خواجہ صاحب لکھتے ہیں صف ہدایہ اولین بسم اللہ ہی غلط۔ قولہ علیہ السلام لا وضوء لمن لم یسم (کتاب الطہارات) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضوء نہیں۔ الفاظ یوں نہیں بلکہ یوں ہیں لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (ترمذی وغیرہ) جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا اس کا وضو نہیں (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۸)

الجواب

چونکہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لیے وضو سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا ضروری نہیں البتہ مستحب ہے خواجہ صاحب کے استاذ محترم لکھتے ہیں وضو سے پہلے دل میں نیت اور بسم اللہ کا ذکر صحیح تا نہ طرق پر صحت سے ثابت نہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ مترجم ص۱۳۹) اب خواجہ صاحب کا یہ اعتراض کہ بسم اللہ ہی غلط۔ یعنی صاحب ہدایہ نے جو حدیث لا وضوء لمن لم یسم کے الفاظ سے نقل کی ہے ان الفاظ سے حدیث کی کسی کتاب میں یہ حدیث موجود نہیں۔ بس اعتراض کرنے میں خواجہ صاحب نے حافظ ابن حجرؒ کی اندھی تقلید کی ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں لم اجدہ بھذا اللفظ (الدرایہ ص۱۲) ان الفاظ کے ساتھ میں نے یہ حدیث نہیں پائی۔ ہدایہ کے متن کے نسخوں میں کچھ فرق ہے۔ ہدایہ مع فتح القدیر ص۹/۱ میں یوں ہے لا وضوء لمن لم یسم اللہ عینیؒ نے بھی یوں ہی نقل کیا ہے (عینی

نے بھی یوں ہی نقل کیا ہے (عینی شرح ہدایہ الجزء الاول ص۳) اور نصب الرایہ ج۱
میں اس روایت کو ہدایہ سے یوں ذکر کیا گیا ہے لا وضوء لمن لم یسم
اللہ تعالیٰ۔ علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں ھذا الحدیث بھذا اللفظ لم یخرجہ
احد وانما اخرجہ ابو داؤد وغیرہ لا وضوء لمن لم یذکر
اسم اللہ علیہ (عینی شرح ہدایہ المجلد الاول الجزء الاول ص۳)
اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ کسی محدث نے تخریج نہیں کی صرف ان الفاظ
کے ساتھ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

صاحب ہدایہ حافظ الدنیا سے ابن حجرؒ و علامہ عینیؒ وغیرہما اس کے مقابلہ
میں علمی پوزیشن کمزور ہے ہدایہ چونکہ خلاصہ و اختصار ہے کفایۃ المنتہی کا جو کہ
اسی جلدوں میں تھی اس لیے اس خلاصہ میں حدیثوں کا مخرج بیان نہیں ہوا۔ صاحب
ہدایہ نے جن الفاظ سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے انہی الفاظ کے ساتھ مروی
ہے چنانچہ خود حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں واما حدیث انس فرواہ عبد الملک
بن حبیب الاندلسی عن اسد بن موسیٰ عن حماد بن سلمۃ
عن ثابت عن انس بلفظ لا ایمان لمن لم یؤمن بی ولا صلوٰۃ
الا بوضوء ولا وضوء لمن لم یسم اللہ (تلخیص الحبیر ص۲۵ ج۱)
خط کشیدہ الفاظ کو اچھی طرح دیکھ لیں صاحب ہدایہ محدث اعظم ہے
حافظ الدنیا ہے صاحب ہدایہ زندہ باد

ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور معمولی تغیر کے ساتھ یہ حدیث کنوز الحقائق ص۱۴۹ ج۲

مل ہامش الجامع الصغیر للسیوطیؒ میں یوں ذکر کی گئی ہے۔ من لم یسم اللّٰہ علیٰ وضوئہ فلا وضوء لہ (رمز)

الزام نمبر ۲

خواجہ صاحب غلط نسبت کے عنوان کے تحت ہدایہ ص۱۳ سے یوں نقل کرتے ہیں "والتفسیر ماثور" عن عائشۃ رضی اللہ عنہا (منی مذی اور ودی میں فرق کی وضاحت حضرت عائشہؓ سے منقول ہے) حضرت عائشہؓ سے نہیں بلکہ عکرمہؒ سے منقول ہے (مصنف عبدالرزاق) ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۲)

الجواب

خواجہ صاحب اندھی تقلید میں ڈوبے ہوئے ہیں علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں قلت غریبٌ ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن قتادۃ وعن عکرمۃ (نصب الرایہ ص۹۳) میں زیلعی کہتا ہوں یہ حدیث غریب ہے (یعنی اس کی تفسیر حضرت عائشہؓ سے منقول نہیں) بلکہ یہ فرق قتادہ وعکرمہؒ سے مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ عنہا وانما اخرج عبد الرزاق عن قتادۃ وعن عکرمۃ (الدرایہ ص۵۲) یعنی حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نہیں ملی الخ علامہ عینیؒ بھی اس طرح فرماتے ہیں (عینی ص۸۲) لیکن صاحب ہدایہ کی پرواز بہت بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

حافظ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں

قال ابن المنذر حدثنا	کہ محدث ابن المنذرؒ نے کہا کہ
محمد بن یحییٰ حدثنا	ہمیں محمد بن یحییٰ نے بیان کیا وہ
ابو حنیفۃ حدثنا	کہتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ نے

عن عکرمۃ عن
عبد ربہ بن موسیٰ
عن امہ انہا
سألت عائشۃؓ عن
المذی فقالت
ان کل فحل
یمذی وانہ المذی
والودی والمنی
فاما المذی فالرجل
یلاعب امرأتہ
فیظہر علی ذکرہ
الشئ فیغسل ذکرہ
وانثییہ ویتوضأ
ولا یغتسل واما الودی
فانہ یکون بعد البول
یغسل ذکرہ وانثییہ
ویتوضأ ولا یغتسل
واما المنی فانہ الماء
الاعظم الذی منہ الشہوۃ
وفیہ الغسل۔

بتایا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عکرمہ
نے بتایا عبد ربہ بن موسیٰ سے وہ
اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں
کہ اس نے حضرت عائشہؓ سے
سوال کیا مذی کے بارے میں تو
حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہر نر
جو مذی بہانے کے قابل ہو تو اس
سے مذی ودی منی تینوں نکل
سکتی ہیں مذی وہ ہے جو اپنی
بیوی کے ساتھ شہوۃ کے ساتھ
کھیلے پس اس کے ذکر (آلۂ تناسل)
کے سرے پر کوئی چیز ظاہر ہو پس
وہ ذکر اور خصیتین کو دھوئے
وضو کرے لیکن غسل نہ کرے
ودی وہ ہے جو پیشاب کرنے
کے بعد ہو آلۂ تناسل اور خصیتین کو
دھو لیا جائے وضو کرے لیکن
غسل نہ کرے منی وہ بڑا پانی ہے
جو شہوۃ کے ساتھ ٹپک کر نکلے
اور اس میں غسل لازم ہے۔

(رفع الغل ج ص ۵۲/17 تا ص ۵۳)

یہ روایت اختصار کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۱ جلد ۱ میں یوں ہے:

حدثنا وکیع عن عکرمۃ بن عمار عن عبد اللہ بن موسیٰ عن امہ عن عائشۃ قالت المنی منہ الغسل والمذی والودی یتوضأ منہما

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں منی سے غسل لازم ہوتا ہے مذی اور ودی سے وضو کیا جائے۔

محدث اعظم حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر ۲۰

خواجہ صاحب ہدایہ ص۶۲ سے یوں نقل کرتے ہیں واقل الطہر خمسۃ عشر یوماً ہکذا نقل عن ابراہیم النخعی (باب الحیض والاستحاضہ) طہر کی مدت کم از کم پندرہ روز ہے۔ ابراہیم نخعیؒ سے یوں ہی نقل کیا گیا ہے۔ ابراہیم نخعیؒ سے یہ نقل نہیں کیا گیا ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲ تا ص۱۳)

الجواب

خواجہ صاحب اندھی تقلید میں ٹھوکے کھا رہے ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ (الدرایہ ص۴۵) یہ روایت مجھے نہیں ملی۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں غریب جداً (نصب الرایہ ص۱۴۹) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں لیس ھذا موجود فی الکتب المتعلقۃ بنفس الاحادیث والاخبار (عینی المجلد الاول الجزء الاول ص۲۰۵) یہ روایت ان کتابوں میں نہیں جو احادیث اور اخبار کے متعلق ہیں۔ حافظ ابن الہمامؒ نے اس قول پر بحث نہیں کی ویسے ہی چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

صاحب ہدایہ حافظ الدنیا ہے اس کی نگاہ بلند ہے اس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ ابراہیم نخعیؒ کا یہ قول سنن دارمی صفحہ ۱۷۲ ج ۱ ۔ بہ ۸۵۹ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اخبرنا المعلیٰ بن اسد
ثنا ابو عوانۃ عن المغیرۃ
عن ابراھیم قال
اذا حاضت المرأۃ فی
شھر او فی اربعین لیلۃ
ثلٰث حیض ما ذا شھدلھا
الشھود العدول من
النساء انھا رأت ما تحرم
علیھا الصلوٰۃ من طموث
النساء الذی ھو الطمث
المعروف فقد خلا اجلھا
قال ابو محمد سمعت یزید
بن ھارون یقول استحب الطھر خمسۃ عشر۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں اگر عورت
کو ایک ماہ یا چالیس دن میں
تین حیض آ جائیں اور عدل و
انصاف والی عورتیں گواہی دے
دیں اس حیض کی جس کی وجہ
سے نماز پڑھنا عورتوں پر حرام
ہو جاتا ہے تو پہلے خاوند کی عدت
کی عدت مکمل ہو کر ختم ہو جائے
گی امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ میں
نے یزید بن ھارون سے سنا وہ
فرماتے تھے کہ ابراہیمؒ پندرہ دن
طہر کے لیے پسند کرتے تھے۔

قارئین کرام! ابراہیمؒ سے ایک ماہ یا چالیس دن کا قول شک کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور یزید بن ہارونؒ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس دن والا قول صحیح ہے چنانچہ پندرہ دن طہر یوں بنے گا کہ ایک عورت کو تین دن حیض آیا پھر پندرہ دن طہر پھر تین دن حیض پھر پندرہ دن طہر پھر تین دن حیض

تو یہ کل انتالیس دن بنتے ہیں اس میں اگر عورت تین تین حیض کی گواہی دے دیں تو عدت ختم ہو جائے گی اور یہ ممکن ہے اس لیے حضرت ابراہیمؒ سے پندرہ دن طہر کا منقول ہونا صحیح سند سے اور حدیث کی مشہور کتاب سے ثابت ہوا والحمد للہ علی ذالک۔ محدث اعظم صاحب ہدایہ زندہ باد۔

الزام نمبر ۴

خواجہ صاحب ہدایہ ص۱۴ سے عنوان "وقت نماز نہیں نماز" کے تحت نقل کرتے ہیں۔ قولہ علیہ السلام المستحاضۃ تتوضأ لوقت کل صلوۃ۔ استحاضہ والی عورت ہر وقت نماز۔ نماز کے لیے وضو کرے۔ حدیث یوں نہیں بلکہ یوں ہے وتتوضأ لکل صلوۃ (ترمذی) اور وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۳)

الجواب

خواجہ صاحب کی قسمت میں اندھی تقلید لکھی ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ ھکذا (الدرایہ ص۸۹) اس طرح میں نے حدیث کو نہیں پایا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

بعض روایتوں میں عند کل صلوۃ ہے (مشکوۃ ص۵۶ والدرایہ ص۸۹) جس کا معنی لوقت کل صلوۃ ہے کیونکہ عند ظرف کے لیے جو زمان کے لیے بھی آتا ہے بعض روایتوں میں تو صراحۃً لوقت کل صلوۃ موجود ہے (مغنی ابن قدامہ) اور شرح مختصر الطحاوی میں ہے۔ روی ابو حنیفۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ بنت ابی حبیش وتوضئی

لوقت کل صلوٰۃ ۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں بھی اس روایت کو مفصلاً نقل کیا ہے دیکھئے فتح القدیر صفحہ ۱۵۹ علامہ عینیؒ اور حوالوں کے علاوہ ایک نیا حوالہ یوں نقل کیا ہے وروی ابو عبداللہ بن بطۃ باسنادہ عن حمنۃ بنت جحش انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امرھا ان تغتسل لوقت کل صلوٰۃ (عینی صفحہ ۴۹۶) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حمنہ بنت جحش کو حکم فرمایا کہ ہر نماز کے وقت کے لیے غسل کیا کرے ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں جب غسل کر لیا ہر وقت نماز کے لیے تو وضو خود بخود ہو گیا ۔

محدث اعظم صاحب ہدایہ زندہ باد حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر ۵

خواجہ صاحب ہدایہ صفحہ ۶۲ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں " قولہ علیہ السلام المرأۃ عورۃ مستورۃ (شروط الصلوٰۃ) عورت کا تمام وجود قابل ستر ہے ۔ مستورۃ کا لفظ کسی حدیث میں نہیں (ہدایہ عوام کی عدالت میں صفحہ ۱۱۵)

الجواب

خواجہ صاحب اندھی تقلید تجھے اندھے کنویں میں گرائے ہوئی ہے ۔ حافظ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں ولم نعرف فیہ لفظ مستورۃ (فتح القدیر صفحہ ۲۲۵ ج ۱) مستورہ کا لفظ حدیث میں معلوم نہیں ہو سکا ابن حجرؒ فرماتے ہیں : لم اجدہ (الدرایہ صفحہ ۱۲۳) مجھے نہیں مل سکا علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں : ولفظ مستورۃ لم اجدہ عند احد منھم واللہ اعلم (نصب الرایہ صفحہ ۲۹۹) مستورہ کا لفظ محدث کی کسی کتاب میں نہیں پایا میں نے واللہ اعلم علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ولیس لفظ مستورۃ عند احد منھم (عینی صفحہ ۶۲ ج ۱)

اور مستورۃ" کا لفظ محدثین کی کتابوں میں نہیں جن سے یہ حدیث نقل کی جاتی ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ محدث اعظم حافظ الدنیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

علامہ عبدالروف مناوی" فرماتے ہیں۔ المرأۃ عورۃ مستورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان (قط) کنوز الحقائق ص ۱۲۶ ج ۲) یہ حدیث جس میں مستورۃ کا لفظ موجود ہے دار قطنی میں ہے۔ دار قطنی" نے مختلف حدیث کی کتابیں لکھی ہیں۔ بہرحال صاحب ہدایہ حافظ الدنیا ہے اس کی نگاہ بہت بلند ہے۔

الزام نمبر ۶

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں اضافہ پھر ہدایہ ص ۶۶ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ ان اهل قباء لما سمعوا بتحول القبلة استداروا كهيأتهم في الصلوٰة واستحسنه النبي عليه السلام اہل قباء قبلہ کی تبدیلی کا سن کر نماز ہی میں گھوم گئے اور حضور نے ان کے اس عمل کو پسند فرمایا استحسان کے الفاظ صاحب ہدایہ کا اضافہ ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص ۱۵)

الجواب

اس میں بھی خواجہ صاحب اندھی تقلید کرنے کی وجہ سے شرمندہ ہوں گے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ لم اجد فيه الاستحسان (الدرایہ ص ۱۲۵) مجھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند کر لینے کے الفاظ نہیں ملے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ حافظ صاحب نے خواہ مخواہ اعتراض کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی واقعہ کو دیکھ لینا یا سن کر خاموش ہو جانا بھی تو استحسان اور رضامندی ہے الفاظوں کے اندر استحسان کا ہونا ضروری

نہیں۔

۴ اللہ تعالیٰ کا فضل

مراحۃً استحسان بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے
مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں :

ولم ینکر علیھم	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
النبی صلی اللہ	وسلم نے اس واقعہ کی وجہ سے
علیہ وسلم بل روی	اہل قباء پر اعتراض نہیں کیا بلکہ
الطبرانی فی آخر	طبرانی نے تویلہؓ کی حدیث کے
حدیث تویلۃ ان	آخر میں روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم قال فیھم	نے ان لوگوں کے حق میں فرمایا
اولئک رجال امنوا بالغیب	کہ یہ ایسے مرد ہیں جو غیب پر
التعلیق المغنی ص ۲۷۳ / ۱۶ ج ۱	ایمان لائے۔

محدث اعظم حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر ۷

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں ابن مسعودؓ پیغمبر نہیں تھے۔ پھر ص۴۰ ہدایہ سے یوں عبارت نقل کرتے ہیں۔ قولہٗ علیہ السلام اخروھن من حیث اخرھن اللہ۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کو پیچھے ہٹاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے ہٹایا۔ ہدایہ کے حاشیہ میں اسے ابن مسعودؓ کا قول بیان کیا گیا ہے (مصنف عبدالرزاق) (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲۱)

الجواب

خواجہ صاحب نے یہاں بھی اندھی تقلید کا مظاہرہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ مرفوعاً (الدرایہ ص۱۷۱ ج۱) مجھے مرفوعاً (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صورت میں) نہیں ملا۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مرفوع نہیں حضرت ابن مسعودؓ پر موقوف ہے یعنی ابن مسعودؓ کا قول ہے (عینی ص۳۰۷ ج۱) علامہ زیلعیؒ بھی اس کو بہت تلاش کرتے رہے مگر مرفوعاً ان کو بھی نہیں مل سکی البتہ مسند رزین کا حوالہ انہوں نے سروجیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس میں مرفوعاً ہے لیکن وہ خود نہیں دیکھ سکے دیکھئے (نصب الرایہ ص۳۶ ج۲) حافظ ابن حجرؒ بھی فرماتے ہیں وزعم السروجی عن بعض مشائخہ انہ فی مسند رزین (الدرایہ ص۱۷۱ ج۱) سروجیؒ کا گمان ہے کہ اس نے بعض اپنے مشائخ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ یہ مسند رزین میں مرفوعاً ہے مصنف عبدالرزاق ص۱۴۹ ج۳ تفسیر درمنثور ص۲۵۸ ج۱ میں یہ روایت موقوف ہے ابن مسعودؓ پر طبرانی میں بھی موقوف ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ محدث اعلم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

کہ یہ روایت مرفوعاً بھی موجود ہے علامہ عبدالرؤف مناویؒ لکھتے ہیں:

اخروھن من حیث اخرھن اللہ (رزین) کنوز الحقائق ص۱۱ کہ یہ حدیث مسند رزین میں مروی ہے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس حدیث کی نشاندہی مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے۔ وسمعتہ یقول اخروا النساء حیث اخرھن اللہ رواہ رزین (مشکوٰۃ ص۱۲۳)

محترث اعظم صاحب ہدایہ حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر ۵

خواجہ صاحب خلط مبحث کے عنوان کے تحت ہدایہ ص۱۱۳ سے نقل کرتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شغل عن اربع صلوات یوم الخندق فقضاهن مرتبا ثم قال صلوا کما رأیتمونی اصلی (رقعنا الفوایت) خندق کے دن نبی علیہ السلام کی چار نمازیں رہ گئیں تو آپ نے انہیں ترتیب سے پڑھا پھر فرمایا میری طرح نماز پڑھا کرو۔ گو ان الفاظ میں نہیں تاہم حدیث کا مفہوم بروایت ابن مسعودؓ ترمذی اور نسائی میں موجود ہے لیکن اس موقع پر حضورؐ نے خط کشیدہ الفاظ ارشاد نہیں فرمائے یہ ایک الگ مستقل حدیث ہے جو مالک بن حویرث سے بخاری میں مروی ہے خلط مبحث سے اپنے مقصد (ترتیب) کا اثبات مقصود ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲۶)

الجواب

خواجہ صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے یہ الدرایہ ص۲۰۷ میں حافظ صاحبؒ کا تحریر شدہ موجود ہے ساتھ ہی حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر مصنف یعنی صاحب ہدایہ ثم قال کے بجائے وقال کہتا تو بہتر ہوتا۔ مگر یہ جرح تعصب پر مبنی ہے جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے کیونکہ جب صحابیؓ کا درمیان میں ذکر نہیں اور براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا جا رہا ہے تو اس میں کئی فرمان اکٹھے نقل کر دیے جائیں تو کوئی خلط مبحث نہیں چنانچہ امام رافعی شافعیؒ کے متعلق ابن حجرؒ لکھتے ہیں واحتج الرافعی فی الامالی بحدیث عائشۃ الصحیح وکان یختم الصلوۃ

بالتسلیم مع قولہ صلوا کما رأیتمونی اصلی (تلخیص الحبیر ص۲۶۹ ج۱ اب
تو درمیان میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا واسطہ بھی ہے اور صاحب ہدایہ
نے تو کمال کر دکھایا ہے ثم قال سے دوسری حدیث کو روایت کر کے اشارہ کر دیا ہے
کہ یہ حدیث بعد کی ہے کیونکہ ثم تراخی کے لیے آتا ہے وقال سے یہ فائدہ حاصل
نہ ہوتا جیسا کہ ابن حجرؒ نے مشورہ دیا ہے

الزام نمبر ۹

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں۔ ترجیحہ رد کا کس نے ہے پھر ہدایہ ص۱۳۱
سے یہ عبارت نقل کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العید والشمس
علی قید رمح او رمحین ۔نبی علیہ السلام عید کی نماز پڑھتے تھے جب سورج
ایک نیزے یا دو نیزے کی بلندی پر ہوتا تھا ۔یہ کوئی حدیث نہیں ہے (ہدایہ
عوام کی عدالت میں ص۳۲)

الجواب

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ (الدرایہ ص۲۱۹) یہ حدیث مجھے نہیں
ملی علامہ زیلعیؒ و علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ غریب ہے (نصب الرایہ ص۲۱۱ عینی ص۱۰۲۵
الجزء الثانی) حافظ ابن ہمامؒ نے اس روایت کی نشاندہی نہیں کی البتہ اس کے ہم معنی
روایت بیان کی ہے لیکن صاحب ہدایہ محدث اعظم اور حافظ الدنیا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

کہ یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے خود حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ف
کتاب الاضاحی للحسن بن احمد البناء من طریق وکیع عن المعلی
بن ہلال عن الاسود بن قیس عن جندب قال کان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم یصلی بنا یوم الفطر والشمس علی قید رمحین والاضحی

منی قبل رمیہ (تلخیص ص ۹۲ ج ۲) محدث اعظم حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد۔ خواجہ صاحب نے جس ابن حجرؒ کو اسرا سمجھا ہوا تھا اسی نے خواجہ صاحب کو شرمندہ کر دیا ہے۔

ع۔ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

الزام نمبر ۱

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں "حج اور جھوٹ" پھر ہدایہ ص ۱۹۲ سے یوں عبارت نقل کرتے ہیں واتموا الحج والعمرة للّٰہ واتمامھما ان یحرم بھما من دویرة اھلہ کذا قالہ علی وابن مسعود (کتاب الحج المواقیت) فرمان باری تعالیٰ ہے حج اور عمرہ کو پورا کرو اللہ کے لیے اور اس کا پورا کرنا یہ ہے کہ ان کے لیے اپنی گھر سے ہی احرام باندھ لیا جائے حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا نام بیچ میں خواہ مخواہ ہی ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص ۴۵)

الجواب

ابن حجرؒ فرماتے ہیں فلم اجدہ پس مجھے نہیں ملی ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔ وذکرہ المصنف وغیرہ واللّٰہ اعلم بہ (فتح القدیر ص ۴۲۹ ج ۲) صاحب ہدایہ وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ واللّٰہ اعلم بہ علامہ زیلعیؒ وعلامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ غریب ہے (نصب الرایہ عینی ص ۴۰۵ الجزء الثانی) لیکن صاحب ہدایہ بہت بڑے وسیع المطالعہ محدث ہیں اس کا ثبوت ضرور ان کے پاس موجود ہوگا اگرچہ ان حضرات کو معلوم نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

سید مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ

ص۱۳۱ جلد۲ میں محشی ابن حزم صاحبؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں «من طریق الحمانی عن هشیم عن بعض اصحابه عن ابراهیم عن ابن مسعود من تمام الحج ان یحرم من دویرة اهله» . صاحب ہدایہ زندہ باد

؎ تیری منزل تک پہنچنا کوئی آسان نہ تھا
سرحد عشق سے گزرے تو یہاں تک پہنچے

بطور نمونہ کے ان چند احادیث واقوال کا ثبوت پیش کیا گیا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصہ میں مکمل بالترتیب باقی اعتراضات کا جواب دیا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه اجمعین

۲۵ر شعبان ۱۴۰۹ھ ۳ر اپریل ۱۹۸۹ء

فتنہ فرق باطلہ کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مکتبہ شیخ الاسلام و مکتبہ صفدریہ کی اہم مطبوعات

جی ہاں! فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ (اضافہ شدہ ایڈیشن)	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
صراط مستقیم کورس (برائے مرد)	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
صراط مستقیم (برائے خواتین)	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
نماز اہل السنۃ والجماعۃ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
نماز اہل السنۃ والجماعۃ "ہندی"	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
تراویح کا مسئلہ متنازع نہ بنایا جائے ... اصول مناظرہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
عقائد اہل السنۃ والجماعۃ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
رسائل گھمن (چار رسائل کا مجموعہ) "ہندی"	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
تراویح کا مسئلہ متنازع نہ بنایا جائے	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
فرقہ اہل حدیث کا مقصد احیاء سنت یا افتراق امت	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
علمائے اہل حدیث کی تحریفات تضادات اور کذب بیانیاں	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
فضائل ومسائل قربانی	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
خطبات گھمن (اول، دوم، سوم)	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ
۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ

فتنہ فرق باطلہ کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے مکتبہ شیخ الاسلام ومکتبہ صفدریہ کی اہم مطبوعات

- جی ہاں: فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے
- فرقہ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ
- فرقہ بریلویت پاک وہند کا تحقیقی جائزہ
- صراط مستقیم (برائے خواتین)
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ
- تراویح کا مسئلہ متنازع نہ بنایا جائے
- عقائد اہل السنۃ والجماعۃ
- رسائل گھمن (چار رسائل کا مجموعہ) ہندی
- فضائل ومسائل قربانی
- حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ
- ۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے
- کیا اہل عرب غیر مقلد ہیں؟
- کیا مقلد کی نماز غیر مقلد کے پیچھے جائز ہے؟
- تحفۃ الافصاح فی شرح مقدمہ ابن صلاح
- سوال گندم جواب چنا
- تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب
- غیر مقلد مناظر کا غیر مقلدیت سے توبہ
- سلفی کون؟ حنفی یا غیر مقلد
- حقائق الفقہ بجواب حقیقۃ الفقہ (اول)
- ہم اہل سنت والجماعت کیوں ہیں؟
- بہشتی زیور پر اعتراضات کے جوابات
- ننگے سر نماز غیر مقلد علماء کی نظر میں
- المہند اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ
- کنز الایمان کا تحقیقی جائزہ
- صراط مستقیم کورس (برائے مرد)
- نماز اہل السنۃ والجماعۃ "ہندی"
- اصول مناظرہ
- فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ
- فرقہ اہل حدیث کا مقصد احیاء ملت یا افتراق امت
- ہدایہ علماء کی عدالت میں
- خطبات گھمن (اول، دوم، سوم)
- شادی کی پہلی دس راتیں
- عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق
- چالیس مسئلوں کی چالیس حدیث
- غیر مقلدین کی غیر مستند نماز
- ہدیۃ الکذاب
- ڈاکٹر ذاکر نائیک خیالات ونظریات
- رسائل رد غیر
- غیر مقلدین کا اصلی چہرہ
- فتاوی عالمگیری پر اعتراضات کے جوابات
- دلائل احناف
- مسائل اربعہ غیر مقلد علماء کی نظر میں
- جرابوں پر مسح غیر مقلد علماء کی نظر میں